ما شاء الله لا قوة الا بالله

حسب فرمائش برادرم جناب حاجی محمد عبد القیوم صاحب تاجر کتب کلکتہ

سرور عزیزی

جلد دوم — ترجمہ اردو (١٠٦)

فتاوی عزیزی

باہتمام ... محمد ... الدین ابن جناب حاجی شیخ محمد یعقوب صاحب ... مالک مطبع احمدی

مطبع ... دہلی میں طبع ہوئی

ہمارے کارخانہ میں ہر قسم کی کتابیں ... ملتی ہیں المشتہر محمد عبد القیوم تاجر کتب کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا

انتہاء وقت ظہر کی تعیین مین اختلاف کی وجہ

سوال فقہ کی کتابون مین مرقوم ہے کہ ظہر کا وقت بعضے علما کے نزدیک اُسوقت تک رہتا ہے کہ ہر چیز کا سایہ اُسکے سایۂ اصلی کے سوا دو مثل ہوجاوے یعنی دوچند ہوجاوے اور بعضے علما کے نزدیک ظہر کا وقت صرف اُسوقت تک رہتا ہے کہ ہر چیز کا سایہ اُسکے سایۂ اصلی کے سوا ایک مثل ہوجاوے یعنی اُسکے برابر ہوجاوے تو اس اختلاف کا منشا کیا ہے معلوم نہین کہ بعض مجتہد نے دو مثل کہان سے ثابت کیا ہے اور بعض مجتہد نے ایک مثل کہان سے ثابت کیا ہے اسکا جواب ارشاد فرماوین اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اجر عطا فرماوے **جواب** ہدایہ مین لکھا ہے وَاَوَّلُ وَقْتِ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ لِاِمَامَةِ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَاٰخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ سِوٰى فَيْءِ الزَّوَالِ وَقَالَا اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهٗ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ وَفَيْءُ الزَّوَالِ يَكُوْنُ لِكُلِّ شَيْءٍ وَقْتَ الزَّوَالِ لَهُمَا اِمَامَةُ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ فِي الْعَصْرِ فِي هٰذَا الْوَقْتِ وَلَهٗ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاَشَدُّ الْحَرِّ فِي دِيَارِهِمْ فِي هٰذَا الْوَقْتِ

وَاِذَا تَعَارَضَ الْاٰثَارُ فَلَا يَنْقَضِي الْوَقْتُ بِالشَّكِّ انتہی یعنی ظہر کا وقت اُسوقت شروع ہوتا ہی جب آفتاب ڈھل جاوی اسواسطے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین آئے تا ظہر کے وقت سے آگاہ کردیوین تو پہلے دن جب آئے تو ظہر کی نماز مین اُسوقت امامت کی کہ جب زوال کا وقت ہوا یعنی آفتاب ڈھل گیا اور ظہر کا آخر وقت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اُسوقت ہوتا ہی جب ہر چیز کا سایہ اُسکے سایہ اصلی کے سوا دو مثل ہو جاتا ہی یعنی دوچند ہو جاتا ہی اور کہا صاحبین نے یعنی امام محمد و امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ نے کہ ظہر کا آخر وقت یعنی منتہی وقت اُسوقت ہو جاتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اُسکے سایۂ اصلی کے سوا ایک مثل ہو جاوی یعنی اُسکے برابر ہو جاوے اور یہی حکم ہونا امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی ایک روایت مین آیا ہے اور زوال کے وقت ہر چیز کا جسقدر سایہ ہوتا ہے اُسی کو سایۂ اصلی کہتے ہین صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ جب پہلے دن جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین آئے تا عصر کے اول وقت سے آگاہ کردیوین تو اُسی وقت عصر کی نماز مین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے امامت کی اور امام اعظم کی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ٹھنڈی وقت ظہر کی نماز پڑھو اسواسطے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے اور اُنکے ملک مین گرمی کی شدت اسی وقت ہوتی ہی اور جب آثار مین تعارض ہی تو شک کی حالت مین حکم نہوگا کہ وقت تمام ہوگیا یہ ترجمہ ہدایہ کی عبارت مذکورہ کا ہی اور بحر الرائق مین لکھا ہی وَالظُّهْرُ مِنَ الزَّوَالِ اِلٰى بُلُوْغِ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ سِوٰى فَيْءِ الزَّوَالِ اَيْ وَقْتُ الظُّهْرِ اَمَّا اَوَّلُهُ فَمُجْمَعٌ عَلَيْهِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اَيْ لِزَوَالِهَا وَاَمَّا اٰخِرُهٗ فَفِيْهِ رِوَايَتَانِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ رُوِيَ عَنْهُ مَا فِي الْكِتَابِ وَالثَّانِيَةُ رِوَايَةُ الْحَسَنِ اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ سِوٰى فَيْءِ الزَّوَالِ وَهُوَ قَوْلُهُمَا لِهُمَا اِمَامَةُ جِبْرَئِيْلَ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ فِيْ هٰذَا

الوقتِ وَلہٗ قولہٗ علیہِ السّلامُ اَبرِدُوا بالظُّھرِ فانَّ شدّۃَ الحرِّ مِن فیحِ جھنّمَ واشتدَّ
الحرُّ فی دیارِھم کانَ فی ھذا الوقتِ واذا تعارضتِ الاٰثارُ لاینقضی الوقتُ
بالشّکِّ وذکرَ شیخُ الاسلامِ انَّ الاحتیاطَ ان لایؤخّرَ الظّھرَ الی
المثلِ وان لایصلّی العصرَ حتّی یبلغَ المثلینِ لیکونَ مؤدّیًا للصّلاتینِ
فی وقتِھما بالاجماعِ کذا فی السّراجِ انتھی مختصرًا یعنے ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہی اور
اُسوقت تک رہتا ہی کہ ہر چیز کا سایہ اُسکے سایۂ اصلی کے سوا ایک مثل ہوجاوے یعنے
اُسکے برابر ہوجاوے اور ظہر کے اول وقت کی تعیین مین تو سب کا اتفاق ہے کہ زوال
کے وقت ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہی اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ جب آفتاب
ڈھل جاوے تو نماز ادا کرو لیکن ظہر کے آخر وقت یعنی منتہیٰ وقت کی تعیین مین امام ابوحنیفہؒ
سے دو روایت ہی تو جو روایت اس کتاب مین مندرج ہی وہ امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ
سے روایت کی ہی اور دوسری روایت وہ ہی کہ حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہی
کہ ظہر کا آخر وقت یعنی منتہیٰ وقت اُسوقت ہوجاتا ہی کہ ہر چیز کا سایہ اُسکے سایۂ اصلی کے سوا
ایک مثل ہوجاوے یعنی اُسکے برابر ہوجاوے اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ
کی دلیل یہ ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پہلے دن اُسی وقت عصر کی نماز مین امامت
کی اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھنڈے
وقت ظہر کی نماز پڑھو اسواسطے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے اور اُنکے
ملک مین گرمی کی شدت اسی وقت ہوتی ہی اور جب آثار مین تعارض ہی تو شک کی
حالت مین حکم نہو گا کہ وقت گذر گیا اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ احتیاط اسمین ہے
کہ ظہر مین ایک مثل سے زیادہ دیر نہ کرے اور عصر دو مثل کے بعد پڑھے تا دونون نماز
اپنے وقت مین بالاتفاق ادا ہو وین ایسا ہی سراج مین لکھا ہے یہ بحرالرائق کی عبارت
مذکورہ کا ترجمہ ہی اور مشکوٰۃ شریف مین ہے عن عبدِ اللہِ بنِ عمرَ قالَ قالَ رسولُ اللہِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَکَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ کَطُوْلِہٖ مَا لَمْ یَحْضُرِ الْعَصْرُ الحدیث یعنی روایت ہی عبداللہ بن عمرؓ سے کہ کہا اُنھون نے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ظہر کا وقت وہ وقت ہی کہ آفتاب ڈھل جاوی اور ہر شخص کا سایہ اُسکے قد کے برابر ہو جاوی جب تک عصر کا وقت نہ آوے اور ترجمہ مشکوٰۃ مین شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے بیان مین لکھا ہی کہ جاننا چاہیے کہ امام ابی یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ اور بعضے دیگر علما کا مذہب یہ ہے کہ آخر وقت ظہر کا اُسوقت تک رہتا ہے کہ ہر شخص کا سایہ اُسکے قد کے برابر ہو جاوے اور اُسکے بعد عصر کا وقت آجاتا ہی اور یہ حدیث ان ایمہ کی دلیل ہے اور یہی حکم امام ابوحنیفہؒ سے بھی ایک روایت مین آیا ہی اور بعضے علمانے کہا ہے کہ اسی پر فتوے ہے اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ظہر کا وقت اُس وقت تک رہتا ہے کہ سایۂ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جاوے یعنے دو چند ہو جاوے اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہدایہ مین ہے کہ حدیث شریف مین ہے اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ یعنی ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز پڑھو اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ ٹھنڈے وقت یعنی جب گرمی کی شدت کم ہو جاوے تو اُسوقت ظہر کی نماز پڑھنا چاہیے اور گرمی کی شدت اُنکے مُلک مین اُسوقت ہوتی ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اُسکے برابر ہو جاتا ہی اور دونون حدیثین تعارض ہی اور احتیاط اسمین ہے کہ اسمین شک ہوا کہ ایک مثل کے بعد وقت ظہر کا گذر جاتا ہے تو شک کی بنا پر نہ کہنا چاہیے کہ سایۂ اصلی کے سوا جب ایک مثل ہو جاوے تو ظہر کا وقت گذر جاویگا اور دوسری دلیلین بھی شرح مین مذکور ہین اور بعضے علمانے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ ظہر ایک مثل کے قبل پڑھ لینا چاہیے اور عصر دو مثل کے بعد پڑھنا چاہیے واللہ اعلم یہ مضمون شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا ہے اور جس حدیث کا حوالہ ترجمہ مین دیا ہے وہ یہ حدیث ہی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گرمی کی شدت ہووے تو نماز مین سردی کرو یعنی ظہر کی نماز اول وقت سے کچھ دیر کرکے پڑھو تا گرمی کی شدت کچھ کم ہو جاوے اور بخاری کی حدیث مین ہی کہ صحابہ ظہر کی نماز پڑھنے مین اُسوقت تک تاخیر کرتے تھے کہ ٹیلہ کا سایہ زمین پر پڑجاتا تھا اور ٹیلہ منبسط ہوتا ہی یعنے پھیلا رہتا ہے اور اسوجہ سے اُسکا سایہ زوال کے بعد دیر مین پڑتا ہے بخلاف دراز چیزون کے جیسے منارہ وغیرہ ہی کہ اسکا سایہ جلد ظاہر ہوجاتا ہی اور ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ جب پانچ قدم سایہ آجاوے تو اسوقت ظہر پڑھنا چاہیے اور بعضی روایات مین آیا ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مین اُسوقت ظہر کی نماز پڑھی جاتی تھی کہ صحابہؓ دیوار کے سایہ مین نماز کے لیے جایا کرتے تھے اور اُسوقت مین دیوار سات گز بلند ہوا کرتی تھی اور بعضے علما نے کہا ہے کہ اوسط وقت ظہر کی نماز پڑھنا چاہیے اور بعضے شافعیہ نے کہا ہے کہ حدیث مین جو مذکور ہے کہ ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز پڑھنا چاہیے تو اس سے مطلب یہ ہے کہ زوال کے وقت پڑھنا چاہیے اسواسطے کہ بہ نسبت وقت استوا کے زوال کے وقت ٹھنڈھا وقت آجاتا ہے تو بعضے شافعیہ کا یہ قول قیاس سے بعید ہی اور تجربہ کے خلاف ہے کہ بہ نسبت وقت استوا کے زوال کے وقت گرمی کم ہوجاتی ہے اسواسطے کہ سبب کی قوت کا جس قدر اثر ہوتا ہے اُس سے سبب کے دوام کا زیادہ اثر ہوتا ہے چنانچہ آدھی رات مین جسقدر سردی ہوتی ہی اس سے زیادہ سردی صبح کو ہوتی ہے حالانکہ صبح کو آفتاب نزدیک ہوجاتا ہے اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ گرمی کی شدت اُس ملک مین اُسوقت ہوتی ہی کہ ہر چیز کا سایہ اُسکے برابر ہوتا ہے تو ٹھنڈھک اُسکے بعد ہوگی حاصل کلام یہ کہ صحیح احادیث سے اس امر مین مبالغہ کرنے کا حکم ثابت ہی کہ ٹھنڈے

وقت مین ظہر کی نماز پڑھنا چاہیے اور یہ جو احادیث مین آیا ہے کہ صحابہ نے کہا ہے کہ
ہم لوگون نے دوپہر کی گرمی کی شکایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کی تو قبول نہ فرمایا
تو ان احادیث کا مطلب یہ ہی کہ لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے التماس
کیا تھا کہ ظہر کے آخر وقت سے بھی ظہر کی نماز مین دیر کیجاوے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے قبول نہ فرمایا واللہ اعلم اور امام شافعیؒ کہتے ہین کہ ضرورت کی حالت مین اجازت
ہی کہ ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز پڑھی جاوے اور یہ بھی اُن لوگون کے لیے حکم ہے
کہ جماعت کی تلاش مین مسجدون مین جاتے ہین یعنی اس تلاش مین دوڑتے ہین کہ کس
مسجد مین جماعت ملے گی اور تکلیف اُٹھاتے ہین اور جو شخص تنہا نماز پڑھتا ہے
یا اپنے محلہ کی مسجد مین نماز پڑھتا ہے تو بہتر ہے کہ وہ اول وقت سے تاخیر نہ کرے
اسواسطے کہ تاخیر کرنا ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور ترمذی کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سفر مین بھی حکم فرماتے تھے کہ ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز
پڑھی جاوے حالانکہ وہان سب لوگ ایک جگہ جمع رہتے تھے اور ترمذی نے کہا ہے کہ
یہ جو قول ہے کہ گرمی کی شدت مین ظہر مین تاخیر کرنا چاہیے تو یہ قول زیادہ بہتر ہے
اور بہت مناسب ہے اسواسطے کہ اسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی زیادہ
اتباع ہوتی ہی یہ ترجمہ سے لکھا گیا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی کی دلیل وہ حدیث ہی کہ
اسمین حضرت جبرئیلؑ کی امامت کرنے کا ذکر ہے کہ ہر چیز کا سایہ جب سایۂ اصلی کے سوا
ایک مثل ہو گیا تو اُسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پہلے دن عصر کی نماز پڑھائی
اور امام ابو حنیفہ کی دلیل وہ حدیث ہے کہ اسمین حکم ہے کہ ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز
پڑھنا چاہیے اور اسکی تفصیل اوپر گذری واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب
سوال نماز مین جب لوگ التحیات مین عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھتے ہین تو داہنے
ہاتھ کی کلمہ کی اُنگلی اُٹھاتے ہین یہ درست ہی یا نہین جواب کلمہ کی اُنگلی اٹھانا تشہد مین

کلمہ کی انگلی تشہد میں اٹھانے کا بیان

پڑھنے کے وقت سنت ہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور فقہ کی معتبر کتابون سے بھی ثابت ہی چنانچہ شرح وقایہ مین لکھا ہی وَمِثْلُ هٰذَا جَاءَ عَنْ عُلَمَائِنَا الْحَنَفِيَّةِ یعنے اور ایسا ہی ہمارے علماء سے بھی ثابت ہے چنانچہ امام محمدؒ نے اپنے موطا مین حدیث اس مضمون کی نقل کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کلمے کی انگلی اُٹھاتے تھے اور امام محمدؒ نے اس حدیث کے بعد کہا ہے کہ ہمارا عمل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل پر ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور بعض کتب فقہ مین لکھا ہے کہ بعض کا قول یہ ہی کہ اُسوقت اشارہ کرنا منع ہے تو یہ قول محض غلط ہے اسواسطے کہ اُس قائل نے اپنے پیغمبر اور اپنے مجتہد کے خلاف کہا ہے تو اُسکے قول کا اعتبار نہین **سوال** اس زمانے مین کہ یہان جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے تو صحیح ہوتی ہے یا نہین اور جمعہ پڑھنے سے اُسدن کی ظہر اپنے ذمے سے ساقط ہوجاتی ہے یا نہین حنفیہ کے نزدیک شرط ہے کہ چاہیے کہ جمعہ مین سلطان ہووے یا سلطان کا نائب ہووے اور یہ شرط پائی نہین جاتی ہے لیکن یہ شرط شافعیہؒ کے نزدیک ثابت نہین البتہ اُنکے مذہب مین جائز نہین کہ ایک شہر مین دو تین جگہ جمعہ کی نماز ہووے اور اُنکے نزدیک ثابت ہے کہ دوسری جگہ ایک ہی شہر مین جو جمعہ کی نماز ہوتی ہی وہ باطل ہے اور اُنکے مذہب مین شرط ہے کہ جمعے کی جماعت مین چالیس آدمی سے کم نہ ہونا چاہیے اور فقہا نے لکھا ہی کہ بہتر ہے کہ جمعے کے بعد ظہر بھی احتیاطاً پڑھ لیجاوے اور بعض نے لکھا ہے کہ جمعے کے قبل پڑھنا چاہیے تو یہ چار رکعت ظہر کی نماز جمعے کے دن پڑھنا ضروری ہے یا صرف احتیاط کے خیال سے ہے اور عالمگیری مین لکھا ہے اِذَا كَانَ فِي الْبَلَدِ وُلَاةٌ كُفَّارٌ فَعَلَى أَهْلِ الْبَلَدِ أَنْ يُقِيمُوا الْجُمُعَةَ یعنے جب شہر مین کفار کے حاکم ہووین تو شہر کے لوگون پر واجب ہی کہ وہ خود جمعہ قائم کرلیوین تو اس روایت سے کچھ اطمینان ہوتا ہی اور سلاطین چنگیزیہ کے وقت مین کفار کا غلبہ اہل اسلام کے ملک مین ہوا اور ظن غالب ہی

کہ اس وقت کہ لوگ جمعہ کی نماز پڑھنی نہیں چھوڑتے ہیں تو یہ جواب متقدمین حنفیہ کے نزدیک تو یہ ہی کہ جمعہ کی نماز وہان درست ہوگی کہ اس جگہ مسلمان بادشاہ ہو یا اسکا نائب ہووے اور متاخرین حنفیہ نے سلطنت چنگیزیہ کے زمانہ مین فتوی دیا ہی کہ کفار کی طرف سے شہر مین جو مسلمان حاکم ہووے تو وہ بمنزلہ سلطان کے قرار دیا جاویگا اور اسکے لیے جائز ہی کہ جمعہ اور عید قائم کرے اور ان لوگون کے بعد جو متاخرین حنفیہ ہوے ہین ان لوگون نے اس سے بھی زیادہ وسعت دی ہی چنانچہ فتاوی عالمگیری مین لکھا ہی بِلَادٌ عَلَيْهَا وُلَاةٌ كُفَّارٌ يَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِيْنَ اِقَامَةُ الْجُمُعَةِ وَيَصِيْرُ الْقَاضِيْ قَاضِيًا بِتَرَاضِي الْمُسْلِمِيْنَ وَيَجِبُ عَلَيْهِمْ اَنْ يَلْتَمِسُوْا وَالِيًا مُسْلِمًا كَذَا فِيْ مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ انتهى یعنی وہ شہر کہ وہان کفار کے حکام ہین وہان مسلمانون کے لیے جائز ہی کہ جمعہ قائم کرین اور اہل اسلام اپنی رائے سے جسکو قاضی وہان مقرر کر دینگے وہ شرعاً قاضی ہو جاویگا اور اہل اسلام پر واجب ہی کہ مسلمان بادشاہ تلاش کرین ایسا ہی معراج الدرایہ مین لکھا ہی یہ عالمگیری کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہی تو ان متاخرین نے اہل شہر کا اتفاق بجاے اسکے قرار دیا ہی کہ گویا اہل اسلام کی طرف سے بادشاہ مقرر کیا گیا حاصل کلام یہ کہ احتیاطاً چار رکعت پڑھنا ضرور ہی واللہ اعلم

سوال و جواب متعلق نماز جمعہ

بادشاہ کا اور اسکے نائب کا حق ہی کہ جمعہ قائم کرے لیکن یہ بھی صحیح ہی کہ متاخرین حنفیہ نے ایسا ہی لکھا ہے جیسا آپ نے تحریر فرمایا ہی اور جب اشد ضرورت ہووے تو بلا شک اسپر عمل کرنا جائز ہی اور فتاوے کی روایات مین بہت اختلاف ہی اور فی الواقع جہال کے لیے یہ ایک جگہ استہزا کرنے کی ملگئی ہی اس سے رہائی کی صورت ایک مدت سے مفقود ہے اور وہ صورت یہ ہی کہ چاہیے کہ بادشاہ اسلام علماء معتبرین کو جمع کرے اور روایات سابقہ کی تحقیق کیجاوے اور ضعیف روایات علحدہ کر دی جاوین اور قوی روایات علحدہ کر دیجاوین چنانچہ خلفاء راشدین کا یہی طریقہ تھا علی الخصوص حضرت ذی النورین رض نے جب مصحف مرتب فرمایا تو اس طریقے پر بہت لحاظ رکھا اور اس طرف عالمگیر شاہ کو بھی اللہ تعالی

نماز جمعہ صحیح ہو سکنے کی شرائط اور بصورت عدم شرائط بعد جمعہ کے چار رکعت احتیاط الظہر پڑھنا ضروری ہی اور سلطان اور نائب نہ ہونے کی کیا صورت ہے

نے اسی طرح توفیق مرحمت فرمائی کہ علماء متاخرین کو جمع کیا اور معتبر روایات کو علیحدہ لکھدیا اور غیر معتبر روایات کو جدا کر دیا اور اُسکو ساقط کر دیا اور معتبر روایات کو فتاوی عالمگیری مین جمع کیا اور اپنے ملک مین ہر جگہ منادی کرادی کہ ان روایات کے خلاف جو عمل کریگا ماخوذ ہوگا اور اُسکو سزا ہوگی چنانچہ محمد شاہ کے آخر زمانے تک مفتیونکا عمل اسی پر رہا پھر اُسکے بعد دین کے امور مین خلل واقع ہوا اور سلطنت مین انقلاب آیا اور مذہبی امور مین حکام کی غفلت ہوئی تو لوگ مطمئن ہوگئے اور اپنے معاملات مین اختلاف روایات پر عمل کرنے لگے اور روایات مختلفہ زیادہ تر خزانۃ الروایات اور خزانۃ المفتیین مین ہین اُسپر لوگون کا عمل ہوا وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ

بیان صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح کی حدیث مین مخاطب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہین اور اصول کا مسئلہ ہے کہ جو حکم ایک شخص کے لیے ہو وہ حکم سب کے لیے ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی دلیل تخصیص کی موجود نہو چنانچہ ابوالیسر کی حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ یعنی نیکیان برائیونکو دفع کر دیتی ہین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے جو اسپر عمل کرے سب کے حق مین اس آیت کی فضیلت عام طور پر ثابت ہے۔

سوال اکثر لوگ صبح کی نماز کے بعد سلام علیک کرتے ہین سنت ہے یا نہین **جواب** ہمیشہ اسکا التزام کرلینا بدعت ہے۔

ف تہجد کے اول وقت کے بارہ مین صحابہ کے زمانہ مین اختلاف تھا حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عکرمہؓ وغیرہما کے مذہب کی تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کا اول وقت عشا کے بعد سو کر کے اُٹھنے کے بعد ہے اور اس بارہ مین اُن صحابہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف مین ہے وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ یعنی اور رات کو تہجد کی نماز قرآن کے ساتھ

ادا کیجیے اور لغت مین تہجد کے معنی یہ ہین کہ سونے کے معمولی وقت مین نیند ترک کرنا
اور اس قول پر شبہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص تمام رات بیدار رہے تو لازم آتا ہی کہ اُس کو
تہجد کا وقت نہ ملے تو بعضے لوگون نے ان صحابہ کی مذہب کی توجیہ کی ہی کہ اُس سے
مراد یہ ہی کہ اگر عشا کے بعد سو رہی تو جب نیند سے اُٹھے تو وہی وقت تہجد کا اول وقت
ہوگا اور اگر نہ سووی تو جب اُسکے سونے کا معمولی وقت گذر جاوی تو تہجد کا اول وقت
ہوجاویگا اور اس بارے مین بہتر دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہی مِنْ كُلِّ
اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ یعنی
حضرت عائشہ رضی نے فرمایا کہ رات مین ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز
پڑھی ہی حتے کہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز سحر کے وقت بھی پڑھی ہی
اور اسکا جواب یہ ہی کہ اوتر کی لفظ سے تہجد کا وقت مراد نہین بلکہ وتر کی نماز مراد ہی کہ اُسکا
وقت بالاتفاق عشا کے بعد ہی چنانچہ اکثر صحابہ اور ائمہ کے نزدیک یہی مذہب مختار
ہی اور سالکان طریق عبادت کا اسی پر عمل ہی کہ تہجد کا اول وقت آدھی رات کے بعد
ہوجاتا ہی خواہ اُسکے قبل سووی یا نہ سووے اور اکثر احادیث سے اسوقت کی فضیلت
معلوم ہوتی ہی تو اس سے بھی ظاہر ہوتا ہی کہ تہجد کا وقت یہی ہی مثلاً اَیُّ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ
قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون دعا
بہتر ہی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دعا افضل ہی جو آخر شب مین کیجاوی
اور یہ بھی بالاتفاق ثابت ہی کہ عشا کی تاخیر بلا کراہت آدھی رات تک جائز ہی اور اسپر بھی
علما کا اتفاق ہی کہ تہجد کی نماز عشا کے توابع سے نہین تو ضرور ہی کہ عشا کی نماز کے بعد تہجد کا
وقت ہووی واللہ اعلم **سوال** کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اُس مسئلہ
مین کہ چار جنازی جمع ہوگئے منجملہ اُنکے ایک جنازہ نابالغ لڑکے کا ہی اور ایک جنازہ نابالغہ
لڑکی کا ہی اور ایک جنازہ بالغ مرد کا ہی اور ایک جنازہ بالغہ عورت کا ہی تو کیا چارون جنازے

ایک ساتھ ہی جماعت سی پڑھے جاوینگے اور نیت کسطرح کیجاویگی بَیِّنُوا تُوجَرُوا

جواب بہتر ہی کہ ہر جنازی کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھی جاوے لیکن یہ بھی جائز ہی کہ ایک ہی ساتھ سب کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوی اور اس صورت مین چاہیے کہ چارون جنازی قبلے کی طرف آگے پیچھے ایک کے بعد دوسرا رکھا جاوی اور اس ترتیب سے رکھنا چاہیے کہ امام کے سامنے اُسکے نزدیک پہلے بالغ مرد کا جنازہ رکھا جاوے پھر اُسکے بعد نابالغ لڑکے کا جنازہ رکھا جاوی پھر اُسکے بعد بالغہ عورت کا جنازہ رکھا جاوے پھر اسکے بعد نابالغہ لڑکی کا جنازہ رکھا جاوی اور سب کی نیت کرنی چاہیے اور ایک ہی دعا کافی ہی ایسا ہی در مختار اور حاشیہ طحاوی مین ہے واللہ اعلم۔

قبرستان مین نماز پڑھنا مکروہ ہے

حکم در بارہ پڑھنے نماز کے قبرستان مین حدیث مین وارد ہی کہ قبرستان مین نماز نہ پڑھنا چاہیے اور اُسکی شرح مین جو کچھ علما نے لکھا ہی اُسمین بہتر قول یہ ہی کہ اسوجہ سے منع ہی کہ اسمین ایک طرح کی مشابہت کفار کے ساتھ پائی جاتی ہی اور یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے مین ہوتی ہی اور اس سبب سے یہ حکم ضروری ہی کہ قبرستان مین نماز پڑھنا مکروہ ہی اور حنفیہ کی کتب فقہ مین لکھا ہی کہ اگر قبر نمازی کے سامنے ہووی تو یہ زیادہ مکروہ ہے اور اگر قبر داہنے یا بائین جانب ہووی تو اُس سے کم مکروہ ہی اور اگر قبر نمازی کی پیچھے ہووے تو یہ اُس سے بھی کم مکروہ ہی اور یہی قول اصح ہی اور علما کا اسی پر عمل ہے اور شافعیہ کے فقہا نے لکھا ہے کہ قبرستان مین نماز پڑھنا اسوجہ سے مکروہ ہی کہ وہ نجاست کی جگہ ہی تو یہ صحیح نہین

دعاء انبیا

دعاء انبیا اس بارہ مین روایات مختلف وارد ہین کہ واجب ہے یا نہین کہ انبیا کی دعا ضرور قبول کیجاوے بعضی روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ واجب ہے اور بعضی روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ واجب نہین اور والد ماجد مرحوم کے حضور مین اس بارہ مین بہت گفتگو آئی آخر مین ثابت ہوا کہ نبی کی دعا جب اللہ تعالے کے حکم سے ہووے یا اللہ تعالے کے الہام سے ہووے یا اُس دعا کے لیے منشا نبی کی نفس نبوت ہو تو ان

صورتون مین ضرور ہی کہ دعا قبول کیجاوی اور اسکے علاوہ اور دوسری حالت مین ضرور نہین کہ قبول ہووے اگرچہ اُس بارہ مین زیادہ دعا کیجاوے اور ایسا ہی کتب سیر سے ثابت ہی اور اسی توجیہ سے روایات مختلفہ مین تطبیق ہوتی ہی واللہ اعلم۔

اعمال کے ثواب مین کمی اور زیادتی کا بیان

اعمال کے ثواب مین کمی اور زیادتی کا بیان بعض صورت مین عمل کا ثواب زیادہ ہوتا ہی اور بعض صورت مین عمل کا ثواب کم ہوتا ہی اور اس بارہ مین ایک عمدہ تحقیق ہے کہ اُس سے سب شبہہ دفع ہوجاتا ہی اور وہ تحقیق اجمالی طور پر رسالۂ السر الجلیل فی تحقیق التفضیل مین لکھی گئی ہی ملاحظہ فرمانا چاہیے اور خلاصہ یہ ہی کہ صرف سات وجہ ہی کہ اُسکے اعتبار سے کسی شخص کے عمل کا ثواب بہ نسبت دوسرے شخص کے زیادہ ہوتا ہی اوّل وجہ ماہیت عمل کی ہے یعنی ذات عمل کی ہی مثلاً نماز کا ثواب بہ نسبت دوسرے اعمال کے زیادہ ہی اور دوسری وجہ مقدار عمل کی ہی مثلاً چار رکعت نماز کا زیادہ ثواب ہی بہ نسبت دو رکعت نماز کے بشرطیکہ باقی سب وجوہ مین دونون نماز برابر ہووین اور تیسری وجہ کیفیت عمل کی ہی یعنی عمل کے حقوق ظاہرہ اور باطنہ کو ادا کرنا اور اُسکے آداب اور سنن کی رعایت کرنی اور جو امور اُس عمل کے منافی ہون اُن سے پرہیز کرنا جیسا کہ توریع اور تقوے ہی اور چوتھی وجہ عمل کی غرض اور نیت ہی چنانچہ عمل مین جسقدر زیادہ خلوص ہوگا اُسی قدر اُسکا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور پانچوین وجہ عمل کا وقت ہے مثلاً شروع اسلام مین جو لوگ اسلام سے مشرف ہوے اُنکی فضیلت زیادہ ہی بہ نسبت دوسرے مسلمانون کے اور مثلاً جو لوگ عسرت کی حالت مین صدقہ دیوین تو اُنکی فضیلت زیادہ ہی بہ نسبت دوسرے صدقہ دینے والون کے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اگر تم لوگون سے کوئی شخص بمقدار جبل اُحد کے سونا خرچ کرے تب بھی وہ کسی صحابی کے درجہ کو نہین پہونچ سکتا ہی بلکہ صحابہ کے نصف درجہ کو بھی

نہین ہوسکتا ہی اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہی لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی یعنی نہین برابر تم مین سے وہ شخص کہ اُسنے خرچ کیا قبل فتح ہونے مکہ معظمہ کے اور لڑائی کی وہ لوگ زیادہ ہین درجہ مین اُن لوگون سے کہ خرچ کیا اُن لوگون نے بعد فتح ہونے مکہ معظمہ کے اور لڑائی کی اور ہر ایک کے لیے اللہ نے بہتر وعدہ کیا ہے اور چھٹی وجہ عمل کی جگہ ہی چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ یعنی ایک نماز کہ اس میری مسجد مین پڑھی جاوے بہتر ہے ہزار نماز سے کہ اسکے سوا دوسری جگہ پڑھی جاوے سوا مسجد حرام کے اور ساتوین وجہ عمل کرنیوالے کی فضیلت کی بناپر ہی اور اس امر کی بناپر ہی کہ اُسکے ہمراہ عمل کیا جاوے مثلاً جو عبادت نبی نے کی ہو یا نبی کے ہمراہ کی گئی ہو اُسکا زیادہ ثواب ہے بہ نسبت اُس عبادت کے کہ نبی کے سوا کسی دوسرے نے کی ہو یا نبی کے سوا کسی دوسرے کے ہمراہ کی گئی ہو مثلاً نماز اور ذکر اور روزہ اور صدقہ اور تلاوت وغیرہ کہ نبی نے کی ہو یا نبی کے ہمراہ کی گئی ہو اُسکا زیادہ ثواب ہے بہ نسبت دوسرے لوگون کی نماز وغیرہ کے تو معلوم ہوا کہ سات وجہ ہے کہ اُسکے اعتبار سے عمل کا ثواب زیادہ ہوتا ہی تو جو عبادت کہ کسی بزرگ نے کی ہو یا جس عبادت مین زیادہ محنت کی گئی ہو یا کوئی عبادت زیادہ کی گئی ہو تو اُسکا ثواب زیادہ ہوگا بہ نسبت دوسرے شخص کی عبادت کے بشرطیکہ یہ دونون طرح کی عبادت اور سب باقی وجوہ مین برابر ہون ورنہ زیادتی ثواب مین اور سب وجوہ کا بھی لحاظ ہوگا اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک اور ملائکہ کے علم مین اُس عمل کا جو ثواب مقرر ہی اُن وجوہ کے لحاظ سے اُسمین کمی زیادتی ہوگی یہ ایک اجمالی کلام ہی کہ اس مسئلے کی جو اصلیت ہی بیان کی گئی ہے اور یہان اُسکی تفصیل دشوار ہے اسواسطے کہ اسمین نہایت طول ہی البتہ آپکے کلام مبارک

ہین تین سوال کا ذکر ہے وہ ہم بیان کرتے ہین اور وہ تین سوال یہ ہین ایک یہ کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ کسی عورت نے صبح سے دوسرے دن کی صبح تک تسبیح کہی آخر حدیث تک[ے] اور دوسرا سوال یہ ہے کہ سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب قرآن شریف کے ختم کے برابر ہے اور تیسرا سوال یہ ہے کہ کسی نے ہزار مرتبہ کوئی درود شریف پڑھا اور دوسرے نے ایک مرتبہ یہ درود شریف پڑھا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ یعنی منشا ان سوالات کا یہ ہے کہ کیا وجہ ہو کہ بہ نسبت زیادہ عمل کے کم عمل کا ثواب ان صورتون مین زیادہ ہے یا اُسکے برابر ہے اور جواب ان سوالات کا یہ ہے کہ کسی عورت نے کہ صبح سے دوسرے دن کی صبح تک تسبیح کی تو وہ تسبیح یقیناً خلق اللہ کی تعداد سے بہت کم تھی مگر خلق اللہ کی تعداد کا لحاظ اُسمین اجمالی طور پر تھا اور اُس عورت کی تسبیح کی تعداد تفصیلی طور پر تھی تو اس اعتبار سے وہ تفصیل اس اجمال پر غالب ہوتی ہے مگر جب اُس اجمال کے قابل مین استعداد زیادہ ہو اور اُسکا ذہن وسیع ہو تو یہ اُسکا اجمال ہزار درجہ تفصیل سے بہتر ہے اور اسی اعتبار سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت کے حق مین یہ حدیث فرمائی اور سورۂ قل ہو اللہ احد مین حق تعالی کی خاص توحید اور تنزیہ کا بیان ہے

ے قولہ آخر حدیث تک اس سے مراد یہ حدیث ہے عن جویریۃ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِھَا بُکْرَۃً حِیْنَ صَلَّی الصُّبْحَ وَھِیَ فِیْ مَسْجِدِھَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰی وَھِیَ جَالِسَۃٌ قَالَ مَا زِلْتِ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ فَارَقْتُکِ عَلَیْھَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَکِ اَرْبَعَ کَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْیَوْمِ لَوَزَنَتْھُنَّ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے پاس سے باہر تشریف لیگئے صبح کے وقت جب فجر کی نماز سے فارغ ہوئے اور جویریہ اپنی جگہ مین تھین کہ وہان نماز پڑھی تھی پھر آنحضرت صلعم واپس تشریف لائے بوقت چاشت کے اور ابھی وہ بیٹھی تھین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم برابر اُسی حال رہی ہو کہ جس شغل مین مین تمکو چھوڑ گیا تھا تو جویریہ نے کہا کہ ہان تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمہ کہا ہے کہ اگر وہ وزن کیا جائے بمقابل اُسکے کہ تمنے آج کہا ہے تو اُسکے برابر ثواب اور فضیلت مین وہ کلمات ہونگے اور وہ کلمات یہ

اور اُسمین احکام اور قصص اور ترغیب و ترہیب کا ذکر نہین تو یہ سورہ بمنزلہ ذکر محض کے ہے اور دوسری آیات کہ اُس مین احکام اور قصص اور وعد و وعید کا ذکر ہے گویا حکم مین کتب فقہ و حدیث کے ہے تو یہ سورہ پڑھنے مین نفس عمل کو بذاتہ ترجیح دوسری آیات پر ہے اگرچہ قرآن شریف ہونے مین سب آیات برابر ہین اور جب چند چیزون کی ذات مین تغایر ہو تو اُنکی مقدار برابر ہونے کا اُنکی فضیلت مین اعتبار نہین مثلاً یاقوت کہ چند رتی سے زیادہ نہووے چند من لوہے اور دوسری مفید دھات سے قیمت مین زیادہ ہوتا ہے ایسا ہی یہ سورہ بھی ہے کہ اس سورہ کی فضیلت بذاتہا بہ نسبت دوسری آیات کے زیادہ ہے اور ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ ایک مرتبہ پڑھنا اسمین بھی اجمال اور تفصیل کا اعتبار ہے اور پڑھنے والے کی استعداد کی بنا پر اس مقام مین بھی فضیلت کا اعتبار ہی اور بہر حال اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ایک مرتبہ پڑھنا اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ ایک مرتبہ پڑھنا دونون برابر نہین ہو سکتا ہے

سوال جو شخص کوئی عمل منجملہ اعمال نفل و صدقہ و تلاوت قرآن شریف و درود شریف وغیرہ کے کرتا ہی تو کیا اُسکے ثواب کا وہ مالک ہو جاتا ہی۔

جواب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا یعنی جسنے نیکی کی تو اُسکا دس گنا اُسکو ثواب دیا جاویگا تو بمقتضاء اس آیت کے ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہر شخص کو ہوتا ہے اور باعتبار خلوص وغیرہ کسی دوسری وجہ کے اس سے زیادہ ثواب بھی کسی کو ہوتا ہے تو اُسکو اختیار ہی کہ اُسکا سب ثواب کسی دوسرے کو پہونچا دیی اور جب بہت لوگون کو ثواب رسانی کریگا تو باعتبار حساب کے وہ ثواب سب مین تقسیم ہوگا لیکن حق تعالیٰ مالک ہے اگر چاہے تو اُسکا کل ثواب منجملہ اُن لوگون کے ہر شخص کو برابر برابر بخشے مگر ایسا ہونا ضرور نہین اور جو شخص ثواب رسانی

کرتا ہے تو اُس سے ثواب رسانی کا عمل صادر ہوتا ہے اور یہ بھی نیک عمل ہے اور اُسکے حق مین متوقع ہے کہ اُسکو ثواب رسانی کا بہت زیادہ ثواب ہووے اگرچہ یہ امر بصراحت روایات مین نظر سے نہ گذرا ہے واللہ اعلم۔

۹ صیغہ اذکار

تحقیق اس مسئلہ کی فقیر کی بعض تالیف مین مذکور ہے کہ تقریباً سب اذکار ماثورہ کے صرف نو صیغہ ہین غالباً اسکے علاوہ کسی ذکر کا کوئی دوسرا صیغہ نہین ایک تسبیح ہے اور دوسرا الحمد للہ اور تیسرا صیغہ تکبیر کا اور چوتھا صیغہ تہلیل کا ہے اور پانچوان صیغہ تفویض اور توکل کا ہے اور چھٹا صیغہ تعوذ اور التجا اور تحصّن کا ہے اور ساتوان صلوٰۃ یعنی درود شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا اور آٹھوان صیغہ استغفار کا ہے اور نوان صیغہ ان ادعیہ جامعہ کا ہے کہ وہ ہر ہر مطالب کے لیے باعتبار حاجات اور اوقات کے وارد ہین اور منجملہ ان صیغون کے ہر صیغہ کے لیے اجمال اور تفصیل ہے اور ہر صیغہ کے آثار ہین کہ ذاکر کے نفس مین ظاہر ہوتے ہین اور ہر صیغہ کے خواص علیحدہ علیحدہ مطالب حاصل ہونے کے بارے مین ہین اور تفویض اور توکل کے کلمات تاثیر مین تریاق کے مانند ہین اور ظاہر طور مین تجربہ مین آیا ہے کہ ان کلمات کی برکت سے یاس کی حالت مین حاجت روائی ہوئی ہے اور میرے بعض احباب نے ایک دسوان صیغہ بھی ذکر کیا ہے اور وہ تسمیہ ہے مگر اس فقیر کے نزدیک یہ صیغہ مقصود بالذات نہین بلکہ یہ صرف وسیلہ ہے کہ اس ذریعہ سے سب اذکار سے نفع حاصل ہوتا ہے البتہ بعض مقام مین اسکی خاص تاثیر بھی ہے مثلاً بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ یعنی شروع کرتا ہون اسکے نام سے کہ اسکے نام کی برکت سے کوئی چیز نہ زمین مین اور نہ آسمان مین نقصان پہونچا سکتی ہے تو اس صورت مین یہ تحصن اور تعوذ کے صیغہ سے ہے اور اس دعا مین حرف با استعاذہ کے ساتھ متعلق ہے کہ وہ مقدر ہے تو گویا فی الواقع یہ دعا اسطرح ہے اَعُوْذُ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ الخ

یہ تحقیق اس قابل ہے کہ ضرور تسلیم کرلیجاوے واللہ الہادی الی سواء الطریق

رسالۂ احکام حج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاننا چاہیے کہ جسکا ارادہ حج کا ہووے اور ہندوستان سے روانہ ہوا ور سورت کی راہ سے جہاز پر مکہ معظمہ کی طرف جاوے تو چاہیے کہ جب جہاز یلملم کے سامنے پہونچے تو احرام باندھے اور احرام باندھنے کا چار طریقہ ہے ایک طریقہ یہ ہے کہ صرف حج کا احرام باندھے اور اسکو افراد کہتے ہین اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ عمرہ کا احرام باندھے اور جب مکہ معظمہ مین پہونچے تو عمرہ کی افعال حج کے مہینون مین ادا کرے اور حلال ہوجاوی یعنی احرام اتار دیوے اور پھر حج کا احرام باندھے اور حج ادا کرے اور اسکو تمتع کہتے ہین اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حج کے مہینون کے علاوہ کسی دوسرے مہینہ مین عمرہ کا احرام باندھے اور حج کے مہینے یہ ہین شوال ذیقعدہ ذی الحجہ اور عمرہ کے افعال ادا کرے اور احرام اتار دیوے اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ جب میقات پر یا اسکے سامنے پہونچے تو حج اور عمرہ دونون کا ایک ہی ساتھ احرام باندھے اور جب مکہ معظمہ مین پہونچے تو عمرہ کے افعال ادا کرے لیکن ابھی احرام نہ اتار سکیگا بلکہ احرام کی حالت مین رہیگا تو جب حج کے ایام آوین تو حج کی افعال ادا کرے اور احرام اتار دیوے اور اسکو قرآن کہتے ہین اور یہ قسم یعنی قرآن بہتر اور افضل ہے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک تمتع اور افراد سے اور جب ارادہ ہووے کہ احرام باندھے تو چاہیے کہ ہاتھ اور پانوکی ناخن کٹواوے اور بغل کے بال منڈواوے اور زیر ناف کے بال دور کرے اور مونچھ کے بال کٹواوے یا منڈواوے اور اگر سر منڈوانے کی عادت ہو تو سر بھی منڈواوے ورنہ صرف کنگھی کرے اور اگر زوجہ یا شرعی لونڈی ہمراہ ہووے تو اسکے ساتھ جماع کرے اور خوشبو لگاوے اور احرام کے وقت یہ سب افعال کرنا مستحب

اور بہتر ہین لیکن احرام کے واجبات اور ضروریات سے نہین پھر وضو کرے اور مستحب ہے
کہ غسل کرے اور پاکیزہ اور نئی لنگی اور چادر پہنے یا دھوئی ہوئی لنگی اور چادر پہنے اور دو رکعت
نفل کی نماز پڑھے اور اگر قران کا ارادہ ہووے تو اسطرح نیت کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ
الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ یعنے اے پروردگار حج اور عمرہ کا ارادہ
کرتا ہون آسان فرما ان دونون کو میری حق مین اور دونون میری عبادت قبول فرما اور
اگر تمتع کا ارادہ ہووے تو اسطرح نیت کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ
یعنی اے پروردگار ارادہ کرتا ہون عمرہ کا وہ میرے حق مین آسان فرما اور قبول فرما پھر حج
یا عمرہ کی نیت سے تلبیہ کہے اور تلبیہ کی عبارت یہ ہے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ
لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکُ لَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ یعنی اے پروردگار تیری طاعت کے
لیے حاضر ہون تیری طاعت کے لیے حاضر ہون تحقیق کہ سب حمد تیرے لیے ثابت ہے
اور سب نعمت تیری طرف سے ہے اور ملک تیرے واسطے ہے تیرا کوئی شریک نہین اور
ان الفاظ سے کم نکرے اور اگر اس سے زیادہ کہے تو مضائقہ نہین پھر اسکے بعد اکثر اوقات
تلبیہ باواز بلند کہتا رہے خصوصاً زیادہ بہتر ہے کہ فرض اور نفل کی نماز کے بعد ہمیشہ برابر
کہا کرے اور ایسا ہی سحر کے وقت بھی تلبیہ کہنا بہتر ہے اور جب قافلہ سے ملاقات
ہووے تو اُسوقت بھی بہتر ہے کہ تلبیہ کہے اور جب میدان مین بلند جگہ پر چڑھے یا بلندی سے
نیچے اُترے تو اُسوقت بھی تلبیہ کہنا بہت بہتر ہے غرض کہ یہ سفر گویا بمنزلہ نماز کے ہے
تو جیسے نماز مین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جاتے ہین تو تکبیر یعنے اللہ اکبر کہتے
ہین اُسی طرح اس سفر مین بھی جب بلندی سے نیچے اُترے یا نیچے سے بلندی
پر چڑھے تو اُسوقت تلبیہ کہے بلکہ تلبیہ اکثر ورد زبان رہے اور احرام کی حالت مین
واجب ہے کہ چند چیز سے پرہیز کرے منجملہ اُسکے یہ امور ہین کہ سیا ہوا کپڑا نہ پہنے مثلاً
کرتا اور جامہ اور نیمہ اور جبہ اور قبا اور پائجامہ اور بارانی اور موزہ اور دستانہ اور

ٹوپی وغیرہ سلا ہوا کپڑا نہ پہنے اور جو کپڑا زعفران سے رنگا ہوا ہو یا کسم کے پھول سے
رنگا ہوا ہو یا اور کسی خوشبودار رنگ سے رنگا ہو وہ کپڑا ابھی استعمال مین نہ لاوے
اور اگر ہمیانی یعنی ڈوئرا کہ اُسمین روپیہ رکھا جاتا ہے کمر مین باندھے تو اسمین کچھ مضائقہ
نہین اور جماع نہ کرے اور عورت کا بوسہ بھی نہ لیوے اور نہ اُسکو شہوت کی حالت مین
چھووے اور نہ کوئی دوسرا ایسا فعل کرے کہ اُس سے جماع ہو جانے کا خوف ہو
اور بیہودہ بات نہ کہے اور عورتون کے سامنے جماع کا ذکر زبان پر نہ لاوے
اور فسق و فجور نہ کرے اور جنگ و جدال نہ کرے اور صحرائی جانور کا شکار نہ کرے
حتی کہ نہ اُسمین مدد کرے اور نہ اُسکی طرف اشارہ کرے اور نہ کوئی دوسرا فعل کرے
کہ احتمال ہو کہ اُس سے کسی دوسرے شخص کو صحرائی جانور معلوم ہو جاوے اور
وہ شکار کرے اور دریائی جانور کا شکار مثلاً مچھلی کا شکار جائز ہے اور خوشبو کے
استعمال سے پرہیز کرے اور ناخن نہ کٹواوے اور سر اور ڈاڑھی وغیرہ بدن کے کسی
جگہہ کا بال دور نہ کرے نہ منڈواوے نہ کترواوے اور سر اور ڈاڑھی کا بال خطمی
وغیرہ سے نہ دھووے اور اپنا مُنھہ اور سر کسی چیز سے نہ چھپاوے اور سلا ہوا کپڑا
جسطرح اُس کپڑے کے پہننے کا معمول ہو اُسطرح نہ پہنے اور اگر خلاف معمول دوسری
طرح استعمال کرے تو اسمین مضائقہ نہین مثلاً کرتا اور پائجامہ کو لنگی کی طرح پہنے تو اس
مین مضائقہ نہین اور چند جانور ہین کہ بحالت احرام اُنکو مار ڈالنا جائز ہے نہ دم واجب
ہوتا ہے اور نہ صدقہ واجب ہوتا ہے اور وہ جانور یہ ہین زاغ اور چیل اور سانپ
اور بچھو اور موش اور چھچھڑی اور کچھوا اور بھیڑیا اور شغال اور پروانہ اور مکھی
اور مورچہ اور آفتاب پرست اور زنبور اور پسو اور ساہی اور مچھر اور درندہ جانور کہ
حملہ کرتے ہین اور باقی جو دوسرے موذی جانور ہین۔

فرائض حج۔ حج مین چار چیز فرض ہے اول فرض احرام ہے اور دوسرا فرض عرفات

مین ٹھہرنا ہے عرفہ کے دن اور اُسکا وقت عرفہ کے دن زوال کے وقت سے شروع ہوتا
ہے اور دوسرے دن یعنی عیدالاضحیٰ کی فجر تک باقی رہتا ہے اور تیسرا فرض طواف زیارت
ہے اور عیدالاضحیٰ کے دن طواف کرنا بہتر ہے اور ایام نحر کے بعد تک طواف کرنے مین
دیر کرنے سے دم لازم آتا ہے اور چوتھا فرض یہ ہے کہ یہ افعال بترتیب ادا کرے یعنے
پہلے احرام باندھے پھر اُسکے بعد عرفات مین وقوف کرے یعنی ٹھہرے پھر اُسکے بعد
طواف زیارت کرے اور اگر انمین سے کوئی فوت ہوجاوے تو حج ادا نہوگا۔

واجبات حج۔ حج مین واجب چند چیز ہے ایک مزدلفہ مین وقوف کرنا یعنی ٹھہرنا دوسرے
سعی کرنا درمیان صفا اور مروہ کے تیسرے کنکری پھینکنا چوتھے آفاقی پر واجب ہے طواف
رخصت کرنا پانچوین سر کا بال منڈانا یا کاٹنا چھٹے احرام میقات سے باندھنا ساتوین
عرفات مین وقوف کرنا یعنی ٹھہرنا غروب آفتاب تک آٹھوین طواف شروع کرنا حجر
اسود سے اور بعضے علما کے نزدیک یہ سُنّت ہے نوین طواف شروع کرنا داہنے طرف سے
دسوین جب عذر نہووے تو طواف پیادہ پا کرنا گیارھوین طواف باطہارت کرنا بارھوین
طواف مین ستر عورت چھپانا تیرھوین سعی کرنے مین درمیان صفا اور مروہ کے صفا سے
شروع کرنا چودھوین سعی درمیان صفا اور مروہ کے پیادہ پا کرنا جب عذر نہووے
پندرھوین ذبح کرنا بکری یا اُسکے مانند کوئی دوسرا جانور اور یہ قارن اور متمتع پر واجب
ہے سولھوین ہر سات شوط کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا سترھوین ترتیب ہے کنکری
پھینکنا اور بال منڈانا اور ذبح کرنا اسطرح کہ پہلے کنکری پھینکے پھر اُسکے بعد ذبح کرے
پھر بال منڈاوے پھر طواف زیارت کرے اٹھارھوین طواف زیارت ایام نحر مین کرنا
یعنی طواف زیارت کرنا عیدالاضحیٰ اور اُسکے بعد کے دو دن مین اُنیسوین طواف
اسطرح کرنا کہ حطیم بھی طواف مین داخل ہووے بیسوین سعی درمیان صفا اور مروہ کے
کرنا اکیسوین بال منڈانا مقام معین اور وقت معین مین یعنی حرم کے مقام مین ایام نحر

مین بال منڈانا بائیسوین ممنوعات سے باز رہنا بعد وقوف عرفہ کے مثلاً جماع وغیرہ نکرنا
سنت اور مستحب اور آداب حج مین وہ امور ہین جو امور مذکورہ بالا کے علاوہ
افعال حج کے ہین اور جس چیز کے ترک کرنے سے دم لازم آتا ہے وہ چیز واجب ہے اور
دم سے مراد تین چیز ہے اونٹ اور گائے اور بکری اور بکری کا دم دینا کافی ہے مگر دو
صورت مین کافی نہین ایک یہ کہ طواف فرض جنابت کی حالت مین کیا جاوے اور
دوسرے یہ کہ جماع بعد وقوف کے کیا جاوے تو ان دونون صورت مین بکری کا دم دینا
کافی نہین بلکہ گاے یا اونٹ ذبح کرنا چاہیے اور قران اور تمتع کی ہدی کے گوشت مین سے
خود کھانا جائز ہے بلکہ مستحب ہے جیسے یہی حکم قربانی کے گوشت کا بھی ہے اور نفل ہدی کے
گوشت مین سے بھی خود کھانا جائز ہے اور ان صورتون کے علاوہ اور کسی دوسری
صورت مین جو حج مین دم دیا جاوے اسکا گوشت خود کھانا جائز نہین اور اگر قران
اور تمتع کا ہدی دینے سے عاجز ہووے تو اُسپر لازم ہے کہ دس روزہ رکھے اس ترتیب سے
کہ تین روزہ یوم نحر کے قبل اس ترکیب سے رکھے کہ تیسرا روزہ عرفہ کے دن پڑے اور سات
روزہ حج سے فراغت ہونے کے بعد رکھے اور یہ سات روزہ جس جگہ چاہے وہان رکھے
اور اگر بال منڈانے کے قبل ہدی پر قادر ہووے تو اُسپر ہدی لازم ہے روزہ اسکا
عوض نہین ہو سکتا ہے اور جبکہ مکہ معظمہ مین جانے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ غسل کرے
اور یہ مستحب ہے اور مکہ معظمہ کی بلند زمین کی طرف سے داخل ہووے اور بلندی کی
جگہہ ثنیۃ علیا ہے اور اُسکو ثنیہ ابراہیم بھی کہتے ہین اور بہ نسبت رات کے دن کو داخل
ہونا بہتر ہے اور جب مکہ معظمہ مین داخل ہووے تو چاہیے کہ پہلے مسجد حرام مین جاوے
پھر اُسکے بعد جہان اپنا مال اور اسباب رکھنا منظور ہے وہان رکھے اور مستحب ہے کہ جب مسجد
حرام مین داخل ہووے تو تلبیہ کہے اور بنی شیبہ کے دروازہ کی طرف سے کہ اُسکو باب السلام
بھی کہتے ہین مسجد حرام مین جاوے اور نہایت ادب اور تعظیم اور خشوع اور خضوع اور عاجزی

کے ساتھ جاوے اور جب بیت اللہ پر نظر پڑے یعنی اُسکو دیکھے تو تہلیل کرے یعنی یہ کہے
اللہُ اکبرُ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ یعنی اللہ بڑا ہے اور نہیں ہے کوئی معبود قابل پرستش
کے سوا خدا کے اور جب کعبہ شریف کے اندر جانے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالی کی رحمت
یاد کرتا ہوا جاوے اور طواف عمرہ کا اور طواف قدوم بجا لاوے اور یہ امر اُس قارن
اور مفرد کے لیے سُنت ہے کہ وہ مکہ معظمہ کا رہنے والا نہو اور اسطرح طواف کرے کہ پہلے منھ
حجر اسود کی طرف کرے اور تکبیر اور تہلیل کہے اور جب بوسہ دینے کے واسطے حجر اسود کے پاس
جاوے تو دونوں ہاتھ اُٹھاوے جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ اُٹھایا جاتا ہے اور
حجر اسود کو بوسہ دیوے بشرطیکہ ممکن ہو کہ کسی کو بغیر ایذا پہونچانے کے بوسہ دے سکے اور
اگر ہجوم اور مجمع زیادہ ہووے اور اس سبب سے بوسہ نہ دے سکے تو حجر اسود کو ہاتھ سے مس
کرے اور ہاتھ کو چومے اور اگر یہ بھی ناممکن ہووے تو کسی دوسری چیز سے حجر اسود کو
مس کرے اور اُس چیز کو چومے اور اگر یہ بھی ممکن نہو تو حجر اسود کے سامنے اپنا رخ کرے
اور تکبیر اور تہلیل اور حمد کہے اور درود شریف پڑھے اور طواف حجر اسود کی طرف سے
شروع کرے اور سات مرتبہ کعبہ شریف کے گردا گرد طواف کرے اور طواف ساتھ
تقلیب اضطباع کے کرے اور تقلیب اضطباع سے مراد یہ ہے کہ اپنی چادر داہنی بغل کے
نیچے کرے اور دوسرا کنارہ بائیں مونڈھے پر ڈالدیوے اور اسی ہیئت کے ساتھ سات مرتبہ
مع حطیم کے طواف کرے اور پہلے جو تین مرتبہ دورہ کرے تو اُسمین رمل بھی کرے یعنی
تیز چلے اور دونوں مونڈھے ہلاتا ہوا چلے اور جب حجر اسود کے سامنے پہونچے تو جیسا سابق
مین مذکور ہوا اُسی طرح استلام اور تہلیل اور تکبیر کہے اور درود شریف پڑھے اور استلام
حجر اسود سے مراد یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیوے بشرطیکہ بوسہ دینے مین دوسرے کو
ایذا نہ پہونچاوے اور اگر ہجوم کے سبب سے بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ سے چھو کر ہاتھ
چوم لیوے اور اگر یہ بھی ممکن نہووے تو کسی چیز سے حجر اسود کو چھوئے اور وہ چیز

چوم لیوے اور یہ بھی اگر ممکن نہو تو اسکے سامنے رخ کرکے کھڑا ہووے اور جب طواف ختم
ہو جاوے تو اسوقت بھی ایسا ہی کرے اور بہتر ہے کہ رکن یمانی کو بوسہ دیوے اور
رکن یمانی حجر اسود کے مقابلہ مین ہے پھر اسکے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور یہ نماز
حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور یہ نماز مقام ابراہیم کے پاس پڑھے اور اگر بسبب
ہجوم کے وہان نہ پڑھ سکے تو مسجد حرام مین جہان چاہے وہان پڑھے اور پہلی رکعت
مین الحمد کے بعد قل یا ایہا الکافرون پڑھے اور دوسری رکعت مین الحمد کے بعد قل ہو اللہ
پڑھے اور نماز کے بعد اپنی مراد کے لیے دعا کرے اور چاہ زمزم پر جاوے اور زمزم
کا پانی شکم سیر ہو کر پیوے اور پھر ملتزم کے مقام مین آوے اور حجر اسود کو بوسہ دیوے
اور تکبیر و تہلیل کرے اور درود شریف پڑھے اور مفرد کے حق مین بہتر ہے کہ طواف
زیارت کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور اگر بعد طواف قدوم کے سعی
کرے تو یہ بھی جائز ہے اور مسجد حرام سے باہر نکلکر صفا کے پاس آوے اور صفا کے اوپر
اسقدر بلندی پر جاوے کہ وہان سے خانۂ کعبہ نظر آوے اور وہان کعبہ کی طرف منھ
کرکے کھڑا ہووے اور آسمان کی طرف دونون ہاتھ اٹھاوے اور تکبیر اور تہلیل اور تحمید
کہے اور درود شریف پڑھے اور جو چاہے دعا کرے پھر اتر کر کے مروہ کے پاس آوے
اور مشی کرے اور جب بطن وادی مین پہونچے تو میل اخضر سے دوسرے میل تک
سعی کرے یعنی تیز چلا جاوے اور مروہ کے اوپر جاوے اور قبلہ رو کھڑا ہووے اور
حمد اور تہلیل اور ثنا کرے اور درود شریف پڑھے اور جسطرح صفا پر تکبیر اور رفع یدین
کیا جاتا ہے اسی طرح یہان بھی کرے اور اسی طرح سات مرتبہ آمد و رفت کرے صفا سے
شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے اور سعی مین شرط ہے کہ طواف کے بعد ہووے اور
اگر طواف کے قبل سعی کرے تو ضرور ہے کہ پھر دوبارہ سعی کرے اور اس سعی کیلیے
طہارت ضرور نہین ہے اگر با طہارت سعی کرے تو بہتر اور اولے ہے بلکہ عرفات اور

مزدلفہ مین ٹھہرنے کے لیے بھی طہارت شرط نہین اور ایسا ہی کنکری پھینکنے مین بھی طہارت شرط نہین اور طواف کے لیے طہارت ضرور ہے اور طواف اور سعی کرنے کے وقت بات کرنا مکروہ ہے اور جب سعی سے فارغ ہووے تو پھر مسجد حرام مین جاوے اور وہان دو رکعت نماز پڑھے اور یہ بہتر ہے واجب نہین پھر اُسکے بعد مکہ معظمہ مین اقامت کرے اور جسقدر چاہے نفل کے طور پر طواف کرے اور اگر احرام اُتار ڈالا ہو تو ترویہ کے دن یعنی چھٹی ذی الحجہ کو پھر حج کا احرام باندھے اور اگر ساتوین ذی الحجہ کو امام خطبہ پڑھے اور اُسمین حج کے احکام بیان کرے مثلاً عرفات اور مزدلفہ مین ٹھہرنے کے لیے جانا اور کنکری پھینکنا اور بال منڈانا اور جانور ذبح کرنا اور طواف کرنا اور منا مین رہنا وغیرہ حج کے احکام بیان کرے تو بہتر ہے کہ خطبہ سُنے اور ایسا ہی عرفہ کے دن عرفات مین امام خطبہ پڑھے اور سب لوگ سُنین اور گیارھوین ذی الحجہ کو منا مین حج کے احکام بیان کیے جاتے ہین تو چاہیے کہ وہ بھی سُنے اور آٹھوین ذی الحجہ کو احرام باندھے ہوے فجر کے بعد آفتاب طلوع ہونے پر منا مین جاوے اور اگر ظہر پڑھ کر کے جاوے تو اُسمین بھی مضائقہ نہین اور عرفہ کی رات منا مین گذرانے اور فجر کی نماز تاریکی مین عرفہ کے دن پڑھے اور اُسکے بعد عرفات کی طرف چلے اور اگر آٹھوین ذی الحجہ کو منا مین نہ آوے اور صرف عرفہ کے دن عرفات مین جاوے تو یہ بھی جائز ہے لیکن سُنت کے خلاف ہے اور عرفات مین جہان چاہے وہان اُترے مگر بطن عرفہ مین نہ اُترے اور افضل ہے کہ پہاڑ کے نزدیک ٹھہرے اور سنت ہے کہ عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل کرے اور فرض ہے کہ عرفات مین ٹھہرے کہ بغیر اُسکے حج ادا نہین ہوتا ہے اور امام کا خطبہ سُنے اور امام کے ساتھ احرام باندھے ہوے ظہر اور عصر کی دونون نماز ایک ساتھ پڑھے اور نہایت خشوع اور خضوع اور خلوص کے ساتھ استغفار اور تلبیہ اور تہلیل اور تسبیح اور ثنا کرے اور درود شریف

پڑھے اور اپنی حاجت کے واسطے دعا مانگے اور آفتاب غروب ہونے کے وقت امام
کے ہمراہ مزدلفہ مین جاوے اور اثنا راہ مین استغفار اور تلبیہ اور ذکر اور حمد بہت کرے
اور درود شریف اکثر پڑھتا رہے اور مزدلفہ مین جاکر امام کے ساتھ مغرب اور عشا
کی دونون نماز ایک ساتھ پڑھے اور عشا کے بعد رات وہین گذرانے اور رات کو
وہان رہنا واجب ہے اور مستحب ہے کہ تمام رات نماز اور قرآن شریف کی تلاوت
اور ذکر اور دعا مین مشغول رہے اور بیدار رہے اور بمجرد فجر ہونے کے تاریکی مین فجر کی
نماز ادا کرے اور جہان چاہے مزدلفہ مین ٹھہرے مگر وادی محسر مین نہ ٹھہرے
اور جب اس وادی مین گذرے تو نہایت تیزی کے ساتھ وہان سے نکل جاوے اور
فجر کے بعد روشنی ہونے تک وہان ٹھہرا رہے اور جب روشنی ہوجاوے تو منا کی طرف
آوے اور منا مین جمرۂ عقبہ پر سات کنکری پھینکے اور ہر کنکری پھینکنے کے وقت تکبیر کہے
اور جب پہلی کنکری پھینکے تو تلبیہ موقوف کرے پھر جانور ذبح کرے پھر بال منڈاوے
یا بال کترا وے اور اسکے بعد مکہ معظمہ مین آوے اور طواف زیارت کرے اور اگر پہلے
سعی کر چکا ہو تو اسوقت سعی کی ضرورت نہین اور اگر پہلے سعی نہ کی ہووے تو طواف
زیارت کے بعد سعی کرے اور سعی کا طریقہ اوپر مذکور ہوا ہے اور بال منڈانے
کے بعد مستحب ہے کہ ناخن کٹواوے اور مونچھ کا بال کٹواوے اور زیر ناف کا بال
دور کرے اور جو چیز احرام کی وجہ سے حرام تھی وہ سب چیز اسکے لیے بال منڈانے کے
بعد حلال ہوجاتی ہے مگر جماع اور توابع جماع کا حلال نہین ہوتا ہے بلکہ جماع اور توابع
اسکا طواف زیارت کے بعد حلال ہوتا ہے اور طواف زیارت کے بعد منا مین
آوے اور تین رات وہان شب باش رہے اور دن کے وقت مکہ معظمہ مین جاکر
کعبہ کی زیارت کا طواف کرے اور رات کے وقت منا مین اقامت کرے
اور یوم نحر سے دوسرے دن تینون جمرہ پر کنکری پھینکے پہلا جمرہ مسجد خیف کے

متصل ہے اُس جمرہ پر سات کنکری پھینکے پھر اُسکے بعد جمرۂ وسطی پر کنکری پھینکے پھر اُسکے
بعد جمرۂ عقبہ پر کنکری پھینکے اور ہر کنکری پھینکنے کے وقت تکبیر کہے اور اسیطرح تیسرے
دن بھی تینون جمرہ پر سات سات کنکری پھینکے اور اگر چوتھے دن بھی وہان رہے تو اُسپر
لازم ہوگا کہ اُسدن بھی تینون جمرہ پر کنکری پھینکے اور اگر وہان سے کوچ کیا تو اُسکے ذمہ
سے رمی ساقط ہوجاویگی اور رمی کا وقت ان تینون دن مین زوال کے بعد ہے لیکن
چوتھے دن اگر فجر کے بعد قبل زوال کے رمی کرے تو جائز ہے مگر مستحب اور مسنون ہے
کہ زوال کے بعد رمی کرے اور دوسرے اور تیسرے دن زوال کے قبل رمی جائز نہین
اور مستحب ہے کہ کنکری چھوٹی ہو بہت بڑی نہو اور پاک ہو اور کنکری جمرات کے
نزدیک سے نہ اٹھاوے بلکہ مزدلفہ مین یا راہ مین سے لیوے اور انگوٹھا اور کلمہ کی
اُنگلی کے درمیان کنکری لیکر پھینکے اور رمی کے وقت جمرات سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ
پر نہ رہے اور اگر زیادہ فاصلہ ہووے تو مضائقہ نہین اور جس رمی کے بعد پھر رمی ہے
وہ رمی پیادہ پا کرے اور جس رمی کے بعد رمی نہین اُسمین دونون برابر ہین چاہے
پیادہ رمی کرے چاہے سوار ہوکر رمی کرے اور وادی مین کھڑا ہووے اور اوپر
کنکری پھینکے اور چاہیے کہ کنکری پھینکتے وقت منا داہنے طرف ہووے اور کعبہ شریف
بائین طرف ہو اور اگر کنکری جمرات سے دور گریگی تو کنکری پھینکنا درست نہوگا چاہیے کہ
کنکری جمرات پر پڑے یا اُسکے نزدیک گرے اور داہنے ہاتھ سے پھینکے اور ہر کنکری علحدہ
علحدہ پھینکے اگر سب کنکری ایک ہی مرتبہ ہاتھ مین لیکر پھینکدیوے تو درست نہین ہے صرف
ایک مرتبہ پھینکنا شمار ہوگا اور ان افعال کے بعد وادی محصب مین آوے اور
وہان ایک ساعت ٹھہرے اور پھر مکہ معظمہ مین جاوے اور طواف صدر کرے اور
یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ وہان سے مراجعت کرنے کا ارادہ ہووے ورنہ مکہ معظمہ
مین جاوے اور وہان اقامت کرے اور یہ طواف واجب ہے اور اس طواف مین

رمل اور سعی نہین اور طواف کے بعد چاہ زمزم پر جاوے اور شکم سیر ہوکر زمزم کا
پانی پیوے اور چند مرتبہ کرکے پانی پیوے اور ہر مرتبہ کعبہ شریف کی طرف نظر کرکے
پانی پیوے اور اپنے منھ اور سر اور بدن مین بھی زمزم کا پانی ملے اور پھر بیت اللہ کی
طرف آوے اور اگر ہوسکے تو کعبہ شریف کے اندر داخل ہووے اور اندر داخل ہونا
ممکن نہووے تو آستانہ اور مقام ملتزم کو بوسہ دیوے اور اپنا منھ اور سینہ اُسپر
رکھے اور ملتزم سے سینہ کو لپٹاوے اور کعبہ کا آستانہ پکڑے اور نہایت گریہ وزاری
کرے اور اُسوقت بھی تکبیر وتہلیل وغیرہ اشغال واذکار اور حمد وثنا مین مشغول رہے
اور اپنی حاجت کے لیے اللہ تعالےٰ کی درگاہ مین دعا کرے اور کعبہ شریف کی طرف منھ
کیے ہوے پس پا مسجد حرام سے باہر آوے اور جہان جاہے وہان روانہ ہووے اور
عمرہ سُنت ہے واجب نہین اور ہر سال چند مرتبہ ادا ہوسکتا ہے اور عمرہ کا وقت تمام
سال ہے مگر ایام حج مین مکروہ ہے اور ایام حج کا روز عرفہ اور روز نحر اور ایام تشریق
ہے اور ایام حج مین بھی عمرہ اُسکے حق مین مکروہ ہے کہ وہ قارن نہو اور عمرہ مین احرام
اور طواف ہوتا ہے اور عمرہ مین واجب دو چیز ہے ایک سعی کرنا درمیان صفا اور
مروہ کے اور دوسرے بال منڈانا یا کتروانا اور حج مین جو شرائط ہین وہی عمرہ مین بھی
شرائط ہین اور حج مین جو سُنن اور آداب ہین وہی عمرہ مین بھی سُنن اور آداب ہین اور
احکام جنایات کے یہ ہین کہ اگر محرم کسی ایک عضو مین کامل طور پر خوشبو استعمال کرے
یا اپنے سر مین مہندی کا خضاب لگاوے یا روغن زیتون استعمال کرے یعنی بدن مین
لگاوے یا ایک روز تمام دن سلا ہوا کپڑا اسطرح پہنے رہے کہ اُسیطرح وہ کپڑا پہننے کا
معمول ہو یا ایک روز تمام دن اپنا سر چھپائے رہے یا چوتھائی سر کے بال منڈاوے
یا ایک بغل کے بال دور کرے یا زیر ناف کے بال دور کرے یا گردن کے بال دور کرے یا
اپنے ہاتھ کے ناخن کٹواوے یا دونون پاؤن کے ناخن کٹواوے یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کے

ناخن کٹواوے یا طواف قدوم یا طواف صدر جنابت کی حالت مین کرے یا طواف فرض بلا وضو کرے یا عرفات سے جو دن واپس آنے کا ہے اُس سے پہلے پھر آوے یا سعی ترک کرے یا مزدلفہ کا وقوف ترک کرے یا سب رمی ترک کرے یا ایک دن کی رمی ترک کرے یا روز اول کی رمی ترک کرے یا احرام کی حالت مین اپنی عورت کا بوسہ لیوے یا اپنی عورت کو شہوت کے ساتھ چھووے یا سر منڈانے مین ایام نحر سے تاخیر کرے یا طواف زیارت مین ایام نحر سے تاخیر کرے یا حج کے اعمال سے کوئی عمل دوسرے عمل پر شرع کے خلاف مقدم کرے مثلاً رمی کے قبل سر منڈوا وے یا جانور ذبح کرنے کے قبل سر منڈاوے تو ان سب صورتون مین دم واجب ہے اور اگر قارن نے جانور ذبح کرنے کے قبل سر منڈایا تو اُسپر دو دم لازم آویگا اور اگر احرام کی حالت مین کسی عضو مین خوشبو لگاوے مگر اُس عضو مین تمام جگہ خوشبو نہ لگاوے یا اپنا سر چھپا دے یا ایک دن سے کم وقت سلا ہوا کپڑا اپنے رہے یا چوتھائی سر سے کم منڈاوے یا پانچ اُنگلی سے کم اُنگلی کا ناخن کٹواوے یا پانچ اُنگلی کا ناخن کٹواوے مگر ایک ہی جگہ نہ کٹواوے بلکہ دو تین جگہ کٹواوے یا طواف قدوم یا طواف صدر بلا وضو کرے یا تین جمرہ سے کسی ایک جمرہ کی رمی بعد یوم نحر کے ترک کرے یا دوسرے کا سر مونڈے تو ان صورتون مین صدقہ واجب ہے اور صدقہ آدھا صاع گیہون دینا چاہیے اور اگر محرم کو بیماری کا عذر ہووے اور اسوجہ سے خوشبو استعمال کرے یا بال منڈاوے یا سلا ہا کپڑا اپنے تو اس صورت مین محرم پر لازم آویگا کہ تین چیز سے کوئی ایک چیز عمل مین لاوے یعنی ایک بکری ذبح کرے یا چھ مسکین کو تین صاع گیہون تین دن تک ہر روز دیوے اسطرح کہ ہر مسکین کو آدھا آدھا صاع دیوے اور تین دن پے درپے دیوے یا متفرق دیوے یا تین دن روزہ رکھے اور اگر محرم صحرائی جانور کا شکار کرے یا اشارہ وغیرہ سے دوسرے کو شکار کے جانور سے آگاہ کرے تو اُسپر جزا لازم آویگی اور جس جگہ

شکار کرے وہان اُس جانور کی جو قیمت ہووے وہی اُسکی جزا ہوگی پھر اُس قیمت سے ہدی خرید کرے اور وہ ہدی مکہ معظمہ مین ذبح کرے یا گیہون خرید کرے اور چھ مسکین کو ہر روز نصف نصف صاع تین دن تک دیوے اور تین دن پے در پے دیوے یا متفرق دیوے یا ایک ایک صاع خرما یا جو چھ مسکین کو ہر روز تین دن دیوے اور پے در پے دیوے یا متفرق دیوے یا ایک مسکین کو گیہون یا جو دینے کے بدلے مین ایک روزہ رکھے اور یہ جنایات قصداً کرے یا سہواً ہو وے دونون صورت مین ایک ہی حکم ہے اور ایسا ہی اُسکو معلوم ہو کہ یہ جنایت ہے یا نہ معلوم ہو دونون برابر ہین اور خوشی سے کرے یا کسی غیر کے جبر کرنے سے کرے اگر دونون صورت مین ایک ہی حکم ہے اور اگر محرم خالص خوشبو زیادہ استعمال کرے تو دم لازم آویگا اور اگر محرم خوشبودار چیز سونگھے یا خوشبودار میوہ سونگھے تو اُسپر کوئی امر لازم نہ آویگا مگر یہ فعل مکروہ ہے اور اگر محرم جوئین مار ڈالے تو کچھ گیہون مثلاً ایک مٹھی کے انداز سے صدقہ دیوے اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ اپنے بدن یا اپنے سر یا اپنے کپڑے سے جوئین نکالکر مار ڈالے اور اگر زمین سے اُٹھا کر مار ڈالے تو کچھ لازم نہ آویگا اور کپڑا دھوپ مین اس غرض سے نہ ڈالے کہ جوئین وغیرہ مر جاوین اور اگر ایسا کرے اور جوئین مر جاوین تو اُسپر لازم آویگا کہ نصف صاع گیہون دیوے اور اگر کپڑا دھوپ مین خشک ہونے کی غرض سے ڈالے اور یہ غرض نہو کہ جوئین مر جاوین لیکن دھوپ مین کپڑا رکھنے سے اتفاقاً جوئین مر جاوین تو اُسپر کچھ لازم نہ آویگا فقط

مسئلہ قربانی

کیا فرماتے ہین علما سلمہم اللہ تعالے اس صورت مین کہ کتاب مفتاح الصلوٰۃ مین لکھا ہے کہ قربانی کا وقت عید الاضحیٰ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور بارھوین ذی الحجہ

کی مغرب کی نماز کا وقت شروع ہونے تک باقی رہتا ہے اور اُس کتاب مین حوالہ کسی دوسری کتاب کا نہین دیا ہے اور مصر اور غیر مصر کی بھی اُسمین قید نہین یہ مسئلہ ظاہرا جمہور کے خلاف ہے جو کچھ صحیح ہووے تحریر فرمادین۔

جواب اول وقت قربانی کا شہر مین عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد ہوتا ہے اور بیابان اور دیہات مین کہ وہان عید الاضحیٰ کی نماز نہوتی ہو اول وقت قربانی کا طلوع فجر کے بعد روز نحر مین ہوجاتا ہے یعنی دسوین ذی الحجہ کی صبح صادق کے وقت اول وقت قربانی کا وہان ہوجاتا ہے اور آخر وقت تیسرے دن آفتاب کے غروب ہونے سے کچھ قبل تک رہتا ہے تو ایک دن روز نحر اور دو دن اُسکے بعد قربانی کا دن ہے اور یہ حنفیہ کے نزدیک ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بعد نماز عید الاضحیٰ کے بھی جبتک امام قربانی نکرلیوے دوسرے لوگون کے لیے جائز نہین کہ قربانی کرین اور امام شافعیؒ کے نزدیک قربانی کے چار دن ہین یعنی ایک دن عید الاضحیٰ کے روز یعنی دسوین ذی الحجہ کو اور تین دن اُسکے بعد تک قربانی کرنا جائز ہے چنانچہ شرح وقایہ مین لکھا ہے م

فَاَوَّلُ وَقْتِہَا بَعْدَ الصَّلٰوۃِ اِنْ ذَبَحَ فِی مِصْرٍ ش اَیْ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِیْدِ یَوْمَ النَّحْرِ وَبَعْدَ طُلُوْعِ فَجْرِ یَوْمِ النَّحْرِ اِنْ ذَبَحَ فِیْ غَیْرِہٖ وَاٰخِرُہٗ قُبَیْلَ غُرُوْبِ الْیَوْمِ الثَّالِثِ وَعِنْدَ مَالِکٍ وَالشَّافِعِیِّ لَا یَجُوْزُ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ قَبْلَ نَحْرِ الْاِمَامِ وَیَجُوْزُ عِنْدَ الشَّافِعِیِّ فِیْ اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ یعنی اوّل وقت قربانی کا بعد نماز عید الاضحیٰ کے ہوتا ہے اگر شہر مین ذبح کرے یعنی دسوین ذی الحجہ کو بعد نماز عید الاضحیٰ کے قربانی کا اول وقت ہوتا ہے اور اگر شہر کے سوا دوسری جگہ قربانی کرے تو وہان قربانی کا اول وقت دسوین ذی الحجہ کو فجر کے بعد ہوجاتا ہے اور آخر وقت قربانی کا تیسرے دن آفتاب کے غروب ہونے سے کچھ قبل تک رہتا ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی جبتک امام قربانی نہ کرلیوے دوسرے لوگون کو جائز نہین کہ قربانی

کریں اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار دن تک قربانی کرنا جائز ہے اور ہدایہ مین لکھا ہے
وَقْتُ الْاُضْحِیَةِ یَدْخُلُ بِطُلُوْعِ الْفَجْرِ مِنْ یَوْمِ النَّحْرِ اِلَّا اَنَّهٗ لَا یَجُوْزُ لِاَهْلِ الْاَمْصَارِ
الذَّبْحُ حَتّٰی یُصَلِّیَ الْاِمَامُ الْعِیْدَ فَاَمَّا اَهْلُ السَّوَادِ فَیَذْبَحُوْنَ بَعْدَ الْفَجْرِ وَهِیَ
جَائِزَةٌ فِیْ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِیْ یَوْمِ النَّحْرِ وَیَوْمَانِ بَعْدَهٗ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ ثَلٰثَةُ اَیَّامٍ بَعْدَهٗ
یعنی قربانی کا وقت دسوین ذیحجہ کو فجر کے بعد ہوجاتا ہے مگر شہر کے لوگون کے لیے جائز
نہین کہ قربانی کرین جبتک امام عید الاضحیٰ کی نماز نہ پڑھ لیوے اور قربانی کا وقت اسکے
بعد دو دن تک رہتا ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہی کہ اسکے بعد تین دن تک قربانی کا وقت
رہتا ہے واللہ اعلم۔

حکم حرمتِ متعہ

سوال ۔ متعہ حرام ہے یا حلال ہے **جواب** ابتداے اسلام مین حلال و حرام کے
احکام رفتہ رفتہ نازل ہوتے تھے چنانچہ شراب اور سود کی حرمت کا حکم نبوت کے اکیسوین
سال مین صادر ہوا کہ ہجرت سے آٹھوان سال ہوا تھا ایسا ہی جبتک متعہ کے بارہ
مین حکم الٰہی نازل نہوا تھا اسوقت تک جاہلیت کی عادت کے موافق متعہ کیا کرتی تھے
اور خیبر کی لڑائی مین متعہ حرام ہوا چنانچہ یہ روایت حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ
وجہہ سے صحیح طور پر ثابت ہے اور وہ وقت ساتوان سال ہجرت کا تھا پھر اسکے بعد
آٹھوین سال کے آخر مین جنگ اوطاس کا واقعہ ہوا اور اسمین تین دن تک متعہ
کے لیے شرعًا اجازت رہی اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کے واسطے
مکہ معظمہ مین تشریف لے آئے تو جب کعبہ شریف سے تشریف لیجانے کا ارادہ ہوا تو
کعبہ شریف کے دروازہ کو دونون بازو دونون ہاتھ سے پکڑ کے فرمایا کہ متعہ قیامت تک
کے لیے ہمیشہ کے واسطے حرام کیا گیا اور یہ کلام مبارک رات کے وقت فرمایا کم لوگ

حاضر تھے یہ حکم جیسا چاہیے مشتہر نہوئے پایا تھا کہ بعض لوگوں نے ناواقفیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین اس فعل کا ارتکاب کیا تو جب حضرت امیر المومنین رضی کو یہ خبر پہونچی تو آنجناب منبر پر چڑھے اور خطبہ فرمایا کہ متعہ گاہ گاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ہوا تھا لیکن آخر مین اسکی حرمت ثابت ہوئی چونکہ مین نے اسکے قبل یہ حکم ندیا تھا لہذا اس مرتبہ درگذر کرتا ہون لیکن اب اگر کوئی ایسی حرکت کریگا تو اسپر زنا کی حد جاری کرونگا تو اسوقت پھر سے یہ کام موقوف ہو گیا مگر روافض کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احکام سے نہایت عناد رکھتے ہین تو جب قابو پاتے ہین تو اس حیلہ سے زنا کے مرتکب ہوتے ہین حالانکہ قرآن شریف کی چار آیت سے ظاہر طور پر متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے منجملہ اسکے ایک آیت یہ ہے وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ یعنی فلاح اور بہتری ہے اُن لوگون کے واسطے کہ اپنی شرمگاہ کی نگہبانی کرتے ہین سوا اسکے کہ صرف اپنی بیوی یا شرعی لونڈی سے لحاظ نہین کرتے کہ وہ قابل ملامت کے نہین تو جو شخص چاہے کہ اس حلال جماع کے سوا حرام جماع کرے تو وہ شرع کی حد سے تجاوز کرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ جس عورت کے ساتھ متعہ کیا جاوے اُسکو زوجہ نہ شیعہ کہتے ہین اور نہ اُنکے مخالفین کہتے ہین اور کوئی حکم کہ زوجہ کے بارہ مین ہے اور اُس عورت کے بارہ مین اسطرح کا نہین کہ نان نفقہ اور رہنے کا مکان پانے کا حق اور طلاق اور عدت اور میراث اُسکے لیے ثابت ہو سکے اور وہ شرعی لونڈی بھی نہووے تو اس امر کی رغبت کرنا یقیناً حد شرع سے تجاوز کرنا ہے اور دوسری آیت یہ ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ یعنی اگر ڈرو کہ ہم اگر نکاح کرین تو یتیم لڑکو نکے حق مین انصاف

نہ کر سکین گے تو اُنکے ساتھ اپنا نکاح نہ کرو بلکہ دوسری عورتون کے ساتھ نکاح کرو خواہ
ایک عورت ہو خواہ دو خواہ تین خواہ چار عورت ہووے تو اگر ڈرو کہ چند عورتون مین انصاف
نہ کر سکین گے تو صرف ایک عورت کے ساتھ نکاح کرو یا شرعی لونڈی جسقدر چاہو
اپنے تصرف مین رکھو تو ثابت ہوا کہ صرف چار عورت تک نکاح مین رکھنا جائز ہے
اور ظاہر ہے کہ متعہ مین عدد کی تعیین نہین تو جس عورت کے ساتھ متعہ کیا جاویگا وہ نہ منکوحہ
ہوگی اور نہ شرعی لونڈی ہوگی تو ضرور ہے کہ وہ حرام ہوگی اسواسطے کہ اباحت اس آیت
مین منحصر صرف اسی دو قسم مین ہے کہ منکوحہ ہو یا شرعی لونڈی ہو اور تیسری آیت یہ ہے
وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ یعنی
حق تعالیٰ نے محرمات عورتون کی تعداد بیان فرما کر ارشاد فرمایا ہے کہ اور حلال کی گئین
تمھارے واسطے وہ عورتین کہ سوا ان محرمات کے ہین اور یہ مطلب نہین کہ سوا ان محرمات
کے جسکے ساتھ چاہین جماع کرین بلکہ دوسری عورت کے ساتھ جماع کرنا حلال ہونے
کے لیے چند شروط ہین اول یہ کہ بعوض مال کے جماع کرنا چاہین کہ اُسکو مہر کہتے ہین
اور دوسرے یہ کہ اُنکو اپنی پابندی مین رکھین تو ایک عورت کے لیے ایک وقت مین
ایک شوہر سے زیادہ نہین ہو سکتا ہے تیسرے یہ کہ صرف آبریزی یعنی منی گرانا مقصود
نہووے بلکہ یہ منظور ہو کہ ولد صالح پیدا ہووے اور عورت سے خانہ داری کا انتظام
ہو اور ظاہر ہے کہ متعہ مین صرف منی گرانا منظور ہوتا ہے اور اسکے علاوہ اور بھی
شرط ہے کہ گواہون کے سامنے نکاح ہووے کہ اُسکا ذکر بھی قرآن شریف مین ہے
وَلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ یعنی اور خفیہ دوست نہ بنانے والے ہووین تو جب یہ چار
شروط پائی جاوین تو جماع کرنا حلال ہوتا ہے اور چوتھی آیت یہ ہے وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ
لَا یَجِدُوْنَ نِکَاحًا حَتّٰی یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی اور چاہیے کہ
اپنی عفت اور عصمت بچاوین وہ کہ نہین پاتے ہین مال کہ اُسکے ذریعہ سے نکاح کر سکین

نکاح

سورۃ النساء

سورۃ البقرہ

سورۃ النور

یعنی مہر اور نفقہ دینے کی اُنکو طاقت نہووے تو چاہیے کہ اپنی عفت اور عصمت بچانے مین
تکلیف گوارا کرین اُسوقت تک کہ حق تعالیٰ اُنکو غنی کر دیوے تو اگر متعہ جائز ہوتا تو ممکن
ہوتا کہ کسی عورت کو دو چار پیسے یا دو تین آنے ایک رات کا خرچ دیتے اور دو چار
مرتبہ جماع کر کے فراغت کر لیتے عفت بچانے مین تکلیف اور رنج اُٹھانے کی ضرورت
نہوتی اور نکاح کے شرائط سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نکاح کی طاقت نہووے تو سوا اسکے
کہ تکلیف برداشت کرے اور کوئی دوسری صورت عفت بچانے کی نہین واللہ اعلم اور
تواریخ اور سیر کی کتابین دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل سے بعید نہین کہ حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہ کو متعہ کی حرمت معلوم نہ رہی ہو اور یہ صرف اُنکے نزدیک بعید
ہے کہ جانتے ہین کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مدارج آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے مدارج کے مانند ہین اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر اور آپ کے مقام
سکونت سے آگاہ نہین اور اصل حال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پیدائش
ہجرت سے دو برس یا ایک برس پہلے ہوئی اور آٹھ برس یا نو برس کی عمر تک مکہ معظمہ
مین رہے اور ہجرت کے بعد مکہ معظمہ مین جو لوگ رہگئے تھے اُنکو کچھ بھی احکام شرعیہ
مین واقفیت نہ تھی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ فتح کے لیے ہجرت سے
آٹھوین سال مدینہ منورہ سے نکلے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عباس
رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہونچے تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضؓ کو اپنے ہمراہ لیا اور حضرت ابن عباس رضؓ
کو سب ذریات اور مستورات کے ساتھ مدینہ منورہ مین روانہ فرما دیا اور غزوۂ خیبر
حضرت ابن عباس رضؓ کے مدینہ منورہ مین آنے کے قبل چند سال پہلے ہو چکا تھا اور
غزوۂ اوطاس کہ اُسکو غزوۂ حنین بھی کہتے ہین فتح مکہ کے بعد اُسکے قریب واقع ہوا اور
اُس غزوہ مین بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نہ تھے اور نہ ان دونون غزوہ

کے واقعات سے حضرت ابن عباسؓ کو کچھ بھی بذات خاص خبر ہو سکی صرف دوسرے صحابہ کی زبانی آپ کو ان دونوں غزوہ کا کچھ حال معلوم ہوا تو ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بلا وجہ کیون متعہ کی روایت کی ہوگی اور حضرت ابن عباسؓ صرف دو سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے مستفید ہوے اور اس عرصہ مین کوئی ایسا واقعہ نہوا کہ متعہ کا تذکرہ ہووے اور متعہ کی حرمت معلوم ہووے تو حضرت ابن عباسؓ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین اس امر کی کچھ بھی اطلاع نہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین اس مسئلہ مین بحث پیش آئی تو حضرت ابن عباسؓ نے معلوم کیا کہ ان آیات مذکورہ سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور آپ کو دوسرے صحابہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ غزوہ اوطاس مین متعہ کی اباحت کا حکم صادر ہوا تو حضرت ابن عباسؓ نے سمجھا کہ خاص بوقت ضرورت رفع ضرورت کی غرض سے متعہ مباح کیا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے خیال کیا کہ جب کوئی اشد ضرورت متعہ کی نہووے تو اسوقت متعہ بمقتضا اس آیت کے حرام ہے اور جب اشد ضرورت متعہ کی ہووے تو چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس مین بحالت ضرورت متعہ کے لیے اجازت فرمائی تھی اسواسطے اب بھی جب اشد ضرورت ہووے تو اسوقت متعہ جائز ہوگا اور تین دن کے بعد جو متعہ حرام کر دیا گیا اسکو حضرت ابن عباسؓ نے سمجھا کہ ضرورت باقی نرہی اسواسطے متعہ اسوقت پھر حرام کر دیا گیا اور ہر حال مین ہمیشہ کے لیے متعہ حرام نہوا تو حضرت ابن عباسؓ کے مذہب کی بنا اجتہاد پر ہے کہ ان آیات اور قصہ اوطاس کی بنا پر اجتہاد کیا لیکن یہ امر واقعی نہین بلکہ اس اجتہاد مین خطا ہوئی چنانچہ جب حضرت علی کرم وجہہ نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول سنا تو آپ نے فرمایا کہ آپ ایک ایسے شخص ہین کہ صرف راے سے کچھ کہدیتے ہین یہ مقام اسی طرح ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ اس مسئلہ مین بہتر تحقیق یہی ہے۔

جواب اُس سوال کا کہ مضمون سوال کا جواب سے مفہوم ہوتا ہے

سورۂ مومنین اور سورۂ معارج کی آیت سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہی اور یہ صحیح طور پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابۂ کبار اور فقہاء تابعین سے منقول ہے ایسا ہی مشکوۃ شریف مین مذکور ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور یہ امر بیان کیا ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور ان لوگون نے کہا کہ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ اُنھون نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے اور تمھارے درمیان مین اللہ تعالی کی کتاب ہے یعنی قرآن شریف موجود ہے اور اُس سے متعہ کی حرمت ثابت ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت پڑھی وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ یعنی فلاح اور بہتری اُن لوگون کے لیے ہے کہ نگہبانی کرتے ہین اپنی شرمگاہ کی مگر اپنی بیوی یا شرعی لونڈی سے لحاظ نہین کرتے کہ وہ قابل ملامت کے نہین پس جو شخص اُسکے سوا کرنا چاہے تو وہ حکم شرع کی حد سے تجاوز کرنے والا ہے یعنی جو شخص اپنی بیوی یا شرعی لونڈی کے سوا دوسری عورت سے جماع کرنا چاہے تو وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے اور عبد الرزاق و ابوداؤد نے نقل کیا ہے قاسم بن محمد سے کہ قاسم بن محمد سے متعہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو کہا کہ مین جانتا ہون کہ قرآن شریف مین مذکور ہے کہ حرام ہے اور یہی آیت مذکورہ پڑھی اور ایسا ہی محمد بن کعب قرظی اور قتادہ اور سدی اور ابو عبد الرحمن سلمی وغیرہ مشاہیر تابعین سے بھی روایت ہے تو اسمین شبہہ نہین کہ یہ دونون سورۂ مکی ہین اور ان دونون سورہ مین یہ آیہ واقع ہے تو یہ کلام کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ حرام ہے اسمین ایکطرح کا اشکال ہے اور جواب اسکا چند وجوہ سے ہے اوّل وجہ یہ ہے کہ اگرچہ یہ دونون سورہ مکی

سورۂ المومنین

ہین لیکن یہ آیت مدنی ہے اور اتقان مین جو لکھا ہے کہ یہ آیۃ مدنی نہین تو اُسکا جواب یہ ہے
کہ صحابہ اور مشاہیر تابعین ناسخ اور منسوخ اور مقدم اور مؤخر سے زیادہ واقف تھے
اوسان لوگون نے اس آیۃ سے متعہ کی حرمت ثابت کی ہے تو یہ نہایت قوی دلیل اس
امر کے لیے ہے کہ یہ آیۃ مدنی ہے اور اتقان کا قول اسکے لیے معارض نہین ہو سکتا ہے
اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مکی اور مدنی کا اطلاق صحابہ اور تابعین کے نزدیک باعتبار
غالب کے ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ اتقان مین جو لکھا ہے کہ یہ آیۃ مدنی ہے وہ صرف اسی بنا
پر ہے کہ صحابہ اور تابعین سے روایت ہے کہ دونون سورۃ مکی ہین تو یہ اس امر کے لیے منافی
نہین کہ ان دونون سورۃ کی بعض آیات مدنی ہون اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بالفرض تسلیم کرتا
ہون کہ یہ آیت مکی ہے لیکن اس صورت مین بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ حکم کہ اس آیت سے
متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے اسکے نزول سے کچھ دنونکے بعد مفہوم ہوا تو یہ آیۃ بعد بحوق بیان
کے ناسخ قرار پائی اور یہ مجموع قبل تحریم کے متحقق نہ تھا اور متعہ کے بارہ مین اباحت اصلیہ
کا حکم باقی تھا اور اس بارہ مین تحقیق یہ ہے کہ بعض آیات سے بعضے احکام بطور اشارہ کے
مفہوم ہوتے ہین تو جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا تھا کہ وہ حکم واضح کردیا جاوے تو رسول اللہ
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر وحی نازل فرماتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم وہ حکم لوگون سے صاف طور پر بیان فرمادیوین تو اُسوقت اُس آیۃ سے وہ حکم
صراحۃً معلوم ہوجاتا تھا اور اُس حکم کے مکلف سب عوام وخواص ہوتے اور جب
اللہ تعالےٰ کو منظور ہوتا تھا کہ وہ حکم عام طور پر ظاہر نہ کیا جاوے تو اُسکو واضح کرنے
کے لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نفرماتا تھا اگرچہ خواص اور اذکیار
نے وہ حکم سمجھ لیا ہو تو اُسکے مکلف عام طور پر سب لوگ نہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا یعنی بناتے ہو تم اُس سے چیز نشہ والی اور بہتر سورۃ النحل
روزی تو روزی کی صفت حسن کے ساتھ فرمائی اور سکر کے لیے یہ وصف نفرمایا تو

اس سے اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ شراب حرام ہے حالانکہ یہ آیت ملی ہے شراب حرام ہونے
کے بہت دن قبل نازل ہوئی اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک بھی ہے فِیْهِمَآ اِثْمٌ
کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ یعنی شراب اور جوے مین بہت گناہ ہے اور ان دونون مین لوگونکا
نفع ہے تو اس آیۃ سے مفہوم ہوتا ہی کہ یہ دونون حرام ہین اسواسطے کہ نفع حاصل کرنے پر
مقدم ہے کہ ضرر دفع کیا جاوے علی الخصوص جب صرف چندروزہ دنیا کا نفع ہووے اور
اُس سے ہمیشہ کا ضرر آخروی ہوتا ہو تو بالاتفاق عقلاً اور شرعاً اس صورت مین نفع پر
مقدم سمجھا جاویگا کہ ضرر کے دفع ہونے کی تدبیر کیجاوے اور اسیوجہ سے حضرت عمر
رضی اللہ عنہ اس بارہ مین دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ بَیِّنْ لَنَا فِی الْخَمْرِ بَیَانًا شَافِیًا یعنی
اے پروردگار ارشاد فرما ہمارے لیے شراب کے بارہ مین ایسا بیان کہ اُس سے اطمینان
حاصل ہو جاوے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعا نکرتے تھے کہ اے پروردگار
ہمپر شراب حرام فرما تو ثابت ہوا کہ یہ صحیح دلیل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ متعہ حرام ہے تو قطعی طور پر اس آیت سے ثابت ہوا کہ متعہ حرام ہے البتہ جبتک
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت بیان نفرمائی تھی اُسوقت تک متعہ کی حرمت
کے لیے یہ آیت دلیل ظنی تھی اسواسطے کہ احتمال تھا کہ مَامَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ سے عام مراد
ہووے یعنی ملک رقبہ ہو یا ملک منافع ہو تو اُسوقت متعہ کی حرمت اس آیت سے قطعی طور پر
مفہوم نہوتی تھی اب ایک دوسرا سخت اشکال باقی ہے کہ اُسکی بنا اصول پر ہے اور
وہ اشکال یہ ہے کہ یہ بیان اصول کے مسئلہ کے خلاف ہے اسواسطے کہ تاخیر کرنا بیان
مین حاجت ہونے کے بعد علماء اصول کے نزدیک ثابت نہین اور یہ امر اس آیت مین لازم
آتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسوقت ممنوع ہے کہ بغیر بیان کے وہ معنے مطلقاً مفہوم
نہووے کہ اُسکے بجا لانے کے لیے شرعاً تکلیف دی گئی ہو مثلاً اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ہے کہ
بلا بیان طریقہ نماز کے نماز ادا کرنا ممکن نہین لیکن جب اصل معنے مفہوم ہو جاوے اور بعض امر

مفہوم نہووے کہ اُسکی طرف اُس کلام مین اشارہ ہو تو اسمین کوئی قباحت ہرگز لازم نہین آتی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ہمنے تسلیم کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اُسیوقت اس آیت سے متعہ کی حرمت مفہوم ہوتی تھی بیان کی ضرورت نہ تھی لیکن اس صورت مین کہا جاویگا کہ یہ حکم کسی خاص وقت کے لیے ملتوی رکھا گیا تھا تو جب وہ وقت آیا تو یہ حکم نافذ ہوا اور یہ آیت ہجرت کے قبل متعہ کی اباحت کے لیے ناسخ ہوئی اور نسخ کا نفاذ غزوۂ خیبر مین ہوا اسواسطے کہ یہ مقصود تھا کہ یہ حکم اُسوقت تک نافذ نہ کیا جاوے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی کا جو کلام پاک ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ یعنے اے وہ لوگ کہ ایمان لائے ہو چاہیے کہ اس امر کا التزام کرو اپنی جان بچاؤ تو یہ آیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ناسخ ہے مگر اس نسخ کا حکم اخیر زمانہ کے لیے ہے واللہ اعلم۔ فتح العزیز مین سورۂ بقرہ کی آیت اَوْ نُنْسِهَا کی تفسیر مین مذکور ہے کہ یہ لفظ انساء سے مشتق ہے اور انساء کے معنے تاخیر کے ہین اور تحقیق یہ ہے کہ انساء خواہ مہموز ہو یا ناقص یائی ہو کہ نسیان سے مشتق ہو اور اغفال اور اذہال کے معنے مین ہو دونون صورت مین یہ نسخ کے علاوہ ہے بلکہ مقابل نسخ کا ہے جیسے حرکات مین صعود مقابل ہبوط کا ہے اور معاملات مین سلم مقابل بیع مؤجل کا ہے تو مراد اس کلام پاک سے یہ ہے کہ ہم آیت نازل کرتے ہین اور منظور ہوتا ہے کہ یہ آیت تلاوت کیجاوے مگر اسکا حکم کچھ دنون کے بعد نافذ ہوگا اور نسخ سے کبھی یہ مراد ہوتی ہے کہ کسی آیت کا حکم منسوخ کیا گیا مگر اسکی تلاوت کا حکم باقی ہے اور یہ امر آیات مین اکثر واقع ہوا ہے اور اس سے اشکال دفع ہوتا ہے کہ صحابۂ کبار کی روایت پر ظاہرا وارد ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے بعضے احکام کہ مدینہ منورہ مین صادر ہوئے اسکی دلیل مین آیات مکیہ کو بیان فرمایا ہے چنانچہ صحیح طور پر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی یعنے

فلاح پائی اُسنے کہ اپنا تزکیہ کیا اور اللہ کا نام ذکر کیا اور نماز پڑھی تو اس آیت مین اشارہ ہے صدقۂ فطر ادا کرنے کی طرف اور ایسا ہی اسمین تکبیرات عید اور نماز عید کی طرف بھی اشارہ ہے اور حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے طلا کی حرمت مین سورۂ نحل کی اس آیت سے استدلال فرمایا تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا یعنی بناتے ہو اُن ثمرات سے چیز نشہ والی اور بہتر روزی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھون نے متعہ کی حرمت مین سورۂ مومنین اور سورۂ معارج کی اس آیت سے استدلال فرمایا فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ یعنی جو شخص اسکے سوا چاہے وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے بلکہ یہ امر غیر احکام مین بھی واقع ہے چنانچہ سریۂ منذر بن عمرو انصاری کے قصہ مین بھی ایسا ہی واقع ہے کہ اُسکے بارہ مین مکہ معظمہ مین اس آیت مین اشارہ فرمایا گیا وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا اس کلام پاک تک فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا اور تحقیق اس اشارہ کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مجتہدین صحابہؓ اسمین مصروف نہوتے تھے کہ وقائع مفروضہ مقدرہ کا حکم استنباط کرین بلکہ صرف اس امر سے اکتفا فرماتے تھے کہ وقائع نازلہ کے احکام بیان ہوجاوین تو جبتک کوئی واقعہ وقوع مین نہ آتا تھا اُسکے ماخذ کی طرف توجہ نفرماتے تھے اور اُسکا حکم دریافت کرنے کے لیے اُس ماخذ سے استدلال نکرتے تھے تو وہ ماخذ جس حالت مین تھا اُسی طرح خمول اور خفا مین رہ جاتا تھا حتے کہ جب اللہ تعالی کو منظور ہوتا تھا کہ وہ حکم ظاہر ہوجاوے اور ایسا واقعہ وقوع مین آتا تھا کہ اُس حکم کی ضرورت ہوتی تھی تو اللہ تعالی اُن حضرات کا خیال اُس ماخذ کے طرف متوجہ فرماتا تھا اور وہ حضرات اُس ماخذ سے استدلال کرتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہل مدینہ خرید و فروخت مین پورا وزن کرنے مین غفلت کرتے ہین تو سورۂ تطفیف کے شروع کلام سے استدلال فرمایا کہ ایسا نہ کرنا چاہیے اور جو شخص اس اصل مین غور کریگا اُسکو

اکثر تکلفات مین آسانی ہوجاویگی کہ وہ تکلفات مفسرین اور علماء اصول نے ذکر کیہین چنانچہ محققین پر یہ امر مخفی نہین اور یہ بھی فتح العزیز مین سورہ مومنین کی اس آیت مین مذکور ہے فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ یعنی جو شخص اسکے سوا چاہے وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے اگر شیعہ اعتراض کرین کہ تمہارے نزدیک صحیح طور پر ثابت ہو کہ یہ آیت نازل ہوئی مگر اسکے بعد جنگ خیبر کے وقت تک متعہ مباح تھا تو کس طرح صحیح ہوگا کہ متعہ کی حرمت مین اس آیت سے استدلال کیا جاوے تو ہم اسکا جواب دینگے کہ اباحت سے تمہاری کیا مراد ہے اگر اباحت شرعیہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل یا قول پر موقوف ہے یا اسپر موقوف ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ حکم ثابت رکھا ہو تو ہم تسلیم نہین کرتے ہین کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اسکے بعد اس معنے کے موافق متعہ مباح تھا اسواسطے کہ نہ ہمارے یہان ثابت ہے اور نہ تمہارے یہان ثابت ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد کسی نے متعہ کیا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو اسکو ثابت رکھا یا اسکی اجازت فرمائی اور معاذ اللہ یہ تو ہر گز ثابت نہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہؓ نے ایسا کیا تھا تو تمہاری کیا دلیل ہے اسپر کہ متعہ مباح ہے اور اگر تمہاری مراد اباحت سے اباحت اصلیہ ہے یعنی اسکی ممانعت کا حکم کبھی صادر نہ ہوا تو یہ بحث صرف ان آیات کی بنا پر ہے اور ان آیات سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ متعہ حرام ہے اور ایسے بھی احکام ہین کہ صراحۃً قرآن شریف مین مذکور ہین مگر جب تک انکی ضرورت نہوئی اور نہ کسی نے پوچھا اسوقت تک اسکی تاکید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی اور نہ اسکے شرح و بسط کی طرف توجہ فرمائی اور ایسا ہی اتفاق متعہ کے بارہ مین بھی ہوا کہ جنگ خیبر کے وقت تک نہ کوئی واقعہ متعہ کا ہوا اور نہ کسی نے یہ مسئلہ پوچھا اسواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت کی تاکید فرمانے کی جانب توجہ نفرمائی چنانچہ نکاح اور تزوج کے اکثر احکام کے بارہ مین

ایسا ہی اتفاق ہوا تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ مین ہجرت فرمائی اور ان امور کے متعلق واقعات وقوع مین آئے اور اُنکے شرح و بسط کی ضرورت ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسطرف توجہ فرمائی البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس کے وقت اشد ضرورت کی حالت مین اجازت فرمائی تھی کہ نکاح موقت کیا جاوے اور اُسوقت بھی متعہ کے لیے اجازت نفرمائی تھی چنانچہ اسکی تصریح عمران بن حصین اور ابی موسے اشعری وغیرہ کی روایت مین ہے کہ صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح مین مذکور ہے قَدْ رَخَّصَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ عَامَ اَوْطَاسٍ اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ بِالثَّوْبِ اِلٰى اَجَلٍ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہملوگون کے لیے غزوہ اوطاس کے سال بوجہ ضرورت کے اجازت فرمائی تھی کہ عورت کے ساتھ کپڑے کے عوض کسی وقت تک کے لیے نکاح کر لیا جاوے تو اس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ نکاح موقت کے لیے اجازت فرمائی تھی اور متعہ کے لیے اجازت نفرمائی تھی اور جسنے اُسکو متعہ کہا ہے تو صرف مجازاً کہا ہے یا باعتبار مشابہت کے کہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد سے وہ اجازت فرمائی تھی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ یہ بھی نکاح ہے اور اسمین وقت مقرر کیا جاتا ہے کہ اُسوقت تک کے لیے نکاح کیا جاتا ہے اور اسیوجہ سے متعہ کے ساتھ یہ نکاح مشابہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ یہ نکاح بھی متعہ کے مانند ہے اس سے بھی نسب مین خلل واقع ہوگا اور اولاد ضائع ہوگی اور وارث اور مورث کی تمیز نہوگی اور وحی سے معلوم ہوا کہ یہ ہمیشہ کے لیے حرام کیا گیا تو اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اسکی حرمت کا حکم فرمایا تو ان آیات کے نزول کے بعد متعہ کبھی حلال نہ کیا گیا تھا البتہ تین دن تک نکاح موقت حلال کیا گیا تھا اور اسی کو بعضے لوگون نے مجازاً متعہ کہا ہے اور چونکہ متعہ کے حرام ہونے کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً نفرمایا تھا اسواسطے

جنگ خیبر مین صراحۃً متعہ سے منع فرمادیا تو اُسوقت اسکی حرمت کے بارہ مین صرف تاکید فرمائی ایسا نہین کہ اُسوقت ابتداءً حرمت کا حکم فرمایا ہو جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت مین تاکید فرمائی کہ متعہ حرام ہے اور ایسا نہین کہ اُسوقت ابتداءً اسکی حرمت کا حکم صادر ہوا یہ مقام مشکل ہے چاہیے کہ اسی طور پر سمجھ لیا جاوے۔

مسئلہ طلاق کا۔ اگر شوہر نے غصہ کی حالت مین اپنی عورت کو ایک طلاق دیا مگر بیہوش نہ تھا تو وہ طلاق واقع ہو گیا لیکن جائز ہے کہ پھر وہ اُس عورت کے ساتھ نکاح کر لیوے اور اگر دو طلاق دیا تو اُس صورت مین بھی یہی حکم ہے لیکن اگر تین طلاق دیوے خواہ ایک ہی دفعہ تین طلاق دیوے خواہ متفرق تین طلاق دیوے تو اس صورت مین جائز نہین کہ وہ اُس عورت کے ساتھ پھر نکاح کرے جبتک حلالہ نہ کیا جاوے اور حلالہ سے مراد یہ ہے کہ وہ عورت دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرے اور اُسکا دوسرا شوہر اُس عورت کے ساتھ جماع کرے اور اُسکے بعد طلاق دیوے تو اس طلاق کی عدت گذر جانے کے بعد جائز ہو گا کہ پہلا شوہر اُسکے ساتھ پھر نکاح کرے اور بلا حلالہ کے جائز نہین کہ پہلا شوہر اُسکے ساتھ پھر نکاح کرے۔

مسائل بیع وغیرہ کے

مسئلہ۔ امر مباح حرام ہو جاتا ہے جب فعل حرام کے لیے وسیلہ ہووے خطابی کا قول ہے کہ کُلُّ اَمْرٍ یُتَذَرَّعُ بِہٖ اِلٰی اَمْرٍ مَّحْظُوْرٍ فَھُوَ مَحْظُوْرٌ یعنی جو امر اس غرض سے کیا جاوے کہ اُسکے ذریعہ سے کوئی امر ممنوع صادر ہووے تو وہ امر بھی ممنوع ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب مباح کو حرام کے لیے وسیلہ قرار دیوے تو وہ بھی حرام ہو جاتا ہے جیسے ابن ابی لیلیٰ کو ہدیہ قبول کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تو ہدیہ قبول کرنا بنفسہٖ مباح ہے لیکن چونکہ وہ ہدیہ اس غرض سے

مسئلہ طلاق کا

امر مباح حرام ہو جاتا ہے جب وسیلہ فعل حرام کا ہو

دیا جاتا تھا کہ اسکے ذریعہ سے زکوٰۃ کم لیجاوے اور زکوٰۃ لینے مین سستی کیجاوے تو اسوجہ سے وہ ہدیہ حرام قرار دیا گیا اسواسطے کہ حرمت مین جو حکم مقاصد کے بارہ مین ہوتا ہے وہی حکم وسائل کے بارہ مین بھی ہوتا ہے اور یہ جو خطابی کا قول ہے کہ کُلُّ دَخِیْلٍ فِی الْعُقُودِ هَلْ یَکُوْنُ حُکْمُهٗ عِنْدَ الْاِنْفِرَادِ کَحُکْمِهٖ عِنْدَ الْاِقْتِرَانِ اَمْ لَا تو اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی شخص نے ایک معاملہ دوسرے معاملہ مین شامل کیا مثلاً اعارہ کا معاملہ رہن کے معاملہ مین شامل کیا یا اجارہ کا معاملہ رہن کے معاملہ مین شامل کیا یا قرض کا معاملہ بیع کے معاملہ مین شامل کیا تو دیکھا جاویگا کہ جو معاملہ شامل کیا گیا ہے جب وہ معاملہ تنہا ہوتا ہے تو اُسوقت جیسی رضامندی فریقین کی اُسکے بارہ مین ہوتی ہے اُسیطرح کی رضامندی اُس صورت مین بھی پائی جاتی ہے کہ جب وہ معاملہ دوسرے معاملہ کے شامل کیا گیا ہے تو اُس صورت مین وہ معاملہ کہ شامل کیا گیا ہے صحیح ہے اور اگر اُسطرح کی رضامندی نہ پائی جاتی ہو تو وہ معاملہ صحیح نہین جیسا کسی شخص نے کوئی اسباب کم قیمت پر فروخت کیا تا خریدار بائع کو ہزار روپیہ قرض دیوے تو اگر بائع کو قرض کی امید نہوتی تو کم قیمت پر فروخت نہ کرتا اور اُسپر راضی نہوتا اور ایسا ہی مثلاً یہ صورت ہو کہ اگر گھر زیادہ روپیہ کے عوض مین رہن نہ رکھا جاتا تو راہن راضی نہوتا کہ مرتہن کو کم کرایہ کے عوض مین اسکی اجازت دیوے کہ وہ گھر اپنے مصرف مین رکھے یا راہن اسپر راضی نہوتا کہ مرتہن کو وہ گھر بطور عاریت کے دیوے تو یہ معاملات کہ شامل کیئے گئے ہین جائز نہین اسواسطے کہ اگر یہ معاملات تنہا ہوتے تو اُنکے بارہ مین رضامندی مالک کی نہوتی بلکہ صرف اسوجہ سے رضامندی ہوئی ہے کہ اُسکے ساتھ دوسرا معاملہ کیا جاتا ہے اور اگر راہن اور مرتہن مین باہم دوستی ہوئی اور صرف دوستی کے لحاظ سے اعارہ کا معاملہ ہوا ہو یا بعوض کم چیز کے اجارہ دیا گیا ہو اور رہن کے معاملہ کا کچھ لحاظ نہو تو یہ اعارہ اور اجارہ صحیح ہے اسواسطے کہ بحالت انفراد کے جیسی رضامندی ہوتی

اسیطرح کی رضامندی اس صورت مین بھی باہمی محبت کی وجہ سے ہوئی ہے۔

حکم بیع الوفا

بیع الوفا کا مسئلہ ایک معتبر مفتی سے یہان پوچھا گیا توفی الفور جواب دیا کہ متاخرین نے اُسکے جواز کا فتوے دیا ہے جب سند طلب کی گئی کہ کس کتاب مین لکھا ہے تو حمادیہ کی عبارت کہ جواہر سے نقل کی گئی ہے لکھکر بھیجدی اور وہ عبارت یہ ہے صُوْرَۃُ بَیْعِ الْوَفَاءِ وَفِی الْبَابِ الْاَوَّلِ مِنَ الْجَوَاهِرِ اَنْ یَّقُوْلَ بِعْتُ مِنْکَ عَلٰی اَنْ تَبِیْعَہٗ مِنِّیْ حَیْثُ بِالثَّمَنِ وَحُکْمُہٗ حُکْمُ الرَّهْنِ وَالْمَذْکُوْرُ هٰهُنَا اَنَّ صُوْرَتَہٗ اَنْ یَّقُوْلَا بِعْتُ مِنْکَ بِکَذَا وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ اشْتَرَیْتُ وَلَمْ یَذْکُرْ فِی الْعَقْدِ سِوَی الْاِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ اِلَّا اَنَّهُمَا ذَکَرَا قَبْلَ الْعَقْدِ اَنَّہٗ یَرُدُّ الْبَیْعَ اِذَا رَدَّ عَلَیْہِ الثَّمَنَ اِذَا کَانَ فَصْلُهُمَا ذٰلِکَ وَحُکْمُ ذٰلِکَ اَنْ تَکُوْنَ بَیْعًا لَازِمًا فَاِذًا لَا یُخَالِفُ الْمَذْکُوْرُ هٰهُنَا ثَمَّہٗ یعنی یہ بیع الوفا کا بیان ہے اور جواہر کے باب اول مین لکھا ہے کہ بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے یہ چیز تمھارے ہاتھ فروخت کی اسطور پر کہ فلان وقت تم یہ چیز اسی قیمت پر میرے ہاتھ فروخت کردینا تو اس بیع کا حکم وہی ہے جو رہن کے بارہ مین حکم ہے اور یہان یہ صورت مذکور ہے کہ بائع خریدار سے کہے کہ یہ چیز اسقدر قیمت پر تمھارے ہاتھ فروخت کی اور خریدار کہے کہ مین نے خرید کیا اور دونوں شخصوں نے ایجاب اور قبول کے سوا اور کچھ ذکر نہ کیا البتہ قبل اس معاملہ کے دونوں نے باہم ذکر کیا تھا کہ جب دونوں کا ارادہ ہوگا تو بائع قیمت واپس کردیگا اور خریدار بیع فسخ کردیگا اور شی مبیعہ واپس کردیگا اور اس صورت مین شرعاً یہ حکم ہے کہ بیع لازم ہوجاویگی اور سابق کے تذکرہ سے بیع مین کچھ حرج لازم نہ آویگا یہ ترجمہ عمادیہ کی عبارت کا ہے کہ جواہر سے منقول ہے اور اس عبارت سے ہرگز مفہوم نہین ہوتا ہے کہ بیع الوفا جائز ہے بلکہ پہلی صورت مین کہ وہ متعارف ہے رہن کا معاملہ قرار

پاتا ہے اسواسطے کہ معاملات مین مقصود پر لحاظ ہوتا ہے الفاظ کی جانب لحاظ نہین ہوتا ہی اور دوسری صورت مین بیع کا فسخ آیندہ واجب ہونا ثابت نہین اور ظاہر ہے کہ بیع وفا کو جائز قرار دینا اصول کے خلاف ہے البتہ خیار بیع حدیث سے ثابت ہے اور اُسکے لیے تین دن وقت مقرر ہے اور بعضے کے نزدیک ایک مہینہ ہے اور بیع کے رد کی شرط اگر اعتبار کیجاوے تو یہ بیع اس شرط کے ساتھ ہوگی اور اسوجہ سے بھی بیع فاسد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ بیع وفا کے جواز کی نہ کوئی سند قابل اعتبار ہے اور نہ اُسکے لیے کوئی صحیح وجہ ہے

مسائل رہن

مسائل رہن

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنا باغ بکر کے پاس رہن رکھا اور اُس باغ کا پھل ہر سال بیس روپیہ خواہ پندرہ روپیہ پر فروخت ہوتا ہے بکر نے زید سے پہلے کہا کہ اس باغ کا پھل مجھکو بخشدو تو میں روپیہ تمکو دون جب تم روپیہ ادا کردوگے تو باغ چھوڑ دونگا تو بیچارہ زید نے اپنی غرض سے کہا کہ مین نے بخشدیا تو یہ بخشش کرنا جائز ہے یا نہین یا مثلاً بکر نے کہا کہ زر رہن سے ایک روپیہ زیادہ تم لو اور اُس باغ کا پھل میرے ہاتھ فروخت کرو جب تمہارا ارادہ ہوگا چاہے کسیقدر زمانہ گذر جاوے اصل زر رہن دیدینا باغ چھوڑ دیا جاویگا تو پھل کی یہ بیع درست ہے یا نہین بینوا توجروا۔

جواب۔ ایسی صورت مین جب راہن اجازت دیدیوے کہ مرتہن اپنے تصرف مین پھل لے آوے تو مرتہن پھل کے مواخذہ سے بری ہوجاتا ہے مگر مرتہن کے حق مین مکروہ ہے کہ وہ پھل تصرف مین لے آوے اور اسی پر فتوے ہے چنانچہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے اَبَاحَ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ الثِّمَارَ اَوْ سُكْنَى الدَّارِ اَوْ لَبَنَ الشَّاةِ الْمَرْهُوْنَةِ فَاَكَلَهَا لَمْ يَضْمِنْ وَلَهٗ مَنْعٌ ثُمَّ اَفَادَ فِي الْاَشْبَاهِ اَنَّهٗ يُكْرَهُ لِلْمُرْتَهِنِ الْاِنْتِفَاعُ

بذالك في المضمرات لو اذن في ثمرة البستان فصار اكله كاهل الراهن
ثم نقل عن التهذيب انه يكره للمرتهن ان ينتفع بالرهن وان اذن له الراهن
یعنی راہن نے مرتہن کے لیے پھل مباح کر دیا یعنی اجازت دیدی کہ وہ پھل اپنے
تصرف مین لاوے یا مثلاً اجازت دیدی کہ مرتہن مکان مرہونہ مین رہے یا اجازت
دے کہ بکری مرہونہ کا دودھ راہن اپنے تصرف مین لے آوے اور اس اجازت کی وجہ
سے مرتہن اُس بکری کا دودھ اپنے تصرف مین لے آیا تو مرتہن پر تاوان عائد نہو گا
اور راہن کو اختیار ہے کہ پھر منع کر دیوے پھر اشباہ مین لکھا ہے کہ مرتہن کے حق مین مکروہ
ہے کہ رہن سے منتفع بہ ہووے اگرچہ راہن اجازت بھی دیدیوے۔ درمختار۔ توجب
انتفاع مکروہ ہے توجب معاملہ کے قبل شرط قرار پاوے کہ راہن باغ مرہونہ کا پھل مرتہن
کے ہاتھ فروخت کر دیگا اور بعد معاملہ کے ایسا ہی وقوع مین آوے تو یہ بھی مکروہ ہوا اور
بصورت عدم بیع اور عدم اجازت کے اسکا پھل مرتہن کے حق مین حرام ہے
في الدر ولا الانتفاع به مطلقا لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس ولا اجارة سواء
كان من راهن او مرتهن الا باذن كل للاخر یعنی شے مرہونہ سے منتفع بہ ہونا
مرتہن کے حق مین جائز نہین نہ شے مرہونہ سے کچھ کام لینا جائز ہے اور نہ اُسمین رہنا
جائز ہے اور نہ اُسکو پہننا جائز ہے اور نہ بطور اجارہ کے اُسکو دینا جائز ہے خواہ راہن
کی طرف سے ہووے یا مرتہن کی طرف سے ہووے البتہ راہن کی اجازت سے جائز
ہے یعنی جب راہن خوشی سے اجازت دیدیوے اور وہ اجازت معاملہ رہن کی
وجہ سے نہووے تو جائز ہے کہ مرتہن شے مرہونہ سے منتفع ہووے۔

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ عمرو نے
اپنا موضع کہ اُسکی زمینداری ہے زید کے پاس رہن رکھا اور زید اُس موضع پر
قابض ہوا اور زید وہان کاشت کرتا ہے اور کاشت کی لگان تحصیل کرتا ہے اور

اُسکی آمدنی لیتا ہے اور وہ آمدنی زر رہن مین مجرا نہین دیتا ہے اور کہتا ہے کہ حق التحصیل کے عوض منتفع بہ ہوتا ہون اور اپنا زر محنتانہ لیتا ہون جب عمرو اصل زر رہن مجھکو دیدیگا تو موضع چھوڑ دیا جاویگا اور جب زید سے کہا جاتا ہے کہ یہ زر منافع کہ لیتے ہو سود ہے مسلمان کو نہ لینا چاہیے تو زید کہتا ہے کہ یہ سود مین داخل نہین ہین اپنا حق المحنت لیتا ہون تو شرعاً وہ زر منافع سود مین داخل ہے یا نہین اور اگر سود مین داخل ہے تو زید گنہگار ہوا یا نہین بینوا توجروا۔

جواب مکروہ تحریمی ہے کہ رہن سے مرتہن منتفع بہ ہووے یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرھن وان اذن لہ الراھن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ درمختار یعنی مکروہ ہے مرتہن کے حق مین کہ رہن سے منتفع بہ ہووے اگرچہ راہن اُسکو اجازت دیدیوے کہا مصنف نے اور اسی پر محمول ہے روایت محمد بن اسلم کی کہ یہ مرتہن کے لیے حلال نہین اگرچہ راہن کی اجازت بھی ہوجاوے اسواسطے کہ یہ سود ہے تو کہتا ہون کہ اُسکی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یہ دُرمختار کی عبارت کا ترجمہ ہے اور مکروہ تحریمی کا مرتکب گنہگار ہوتا ہے چنانچہ درمختار مین لکھا ہے ویاثم بارتکابہ کما یاثم بترک الواجب یعنی مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے گنہگار ہوتا ہے جیسا واجب کے ترک سے گنہگار ہوتا ہے واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ اجارہ

سوال کسی نے انبہ اور میوہ وغیرہ کے درخت کا پھل کسی کو اجارہ پر دیا اور اجارہ کے وقت درختون پر پھل نہ تھا یا پھل تھا مگر پختہ نہوا تھا یا پختہ بھی ہوگیا تھا مگر اُسکی مقدار مجہول تھی یعنے نامعلوم تھی اسواسطے کہ ابھی پھل درخت پر تھا اور اجارہ کی مدت اُسوقت

تک قرار پائی کہ درخت پر پھل رہے اور اُسکے عوض کچھ روپیہ مقرر کیا تھا یا صورت ہووے کہ اُن درختونکا پھل تین یا چار سال کے لیے کسی کو اجارہ پر دیا اور اُسکے عوض کچھ روپیہ سالانہ مقرر کیا اور سال بسال روپیہ سالانہ مستاجر سے لیتا ہے خواہ درختون مین پھل لگے یا نہ لگے تو ان دونون صورتون مین اجارہ شرعاً جائز ہے یا نہین اور ایسا ہی جب مہوہ وغیرہ کا خوشہ نکلتا ہے تو اُسکا پھل اجارہ پر دیتے ہین اور اُس سے مقرر کر لیتے ہین کہ اسقدر پھل اور مہوہ کا پھول ہم لینگے اور بعد فصل کے خواہ اُسکو منافع ہووے یا خسارہ ہو اپنا مقدار معینہ اُس سے لیتے ہین تو اس صورت مین کیا حکم ہے

جواب دونون طرح کا اجارہ شرعاً جائز نہین اسواسطے کہ دونون صورت مین نفع معلوم نہین اور درمختار مین لکھا ہے وَشَرْطُهَا كَوْنُ الْأُجْرَةِ وَالْمَنْفَعَةِ مَعْلُومَتَيْنِ لِأَنَّ جَهَالَتَهُمَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ یعنی اجارہ کے جواز کے لیے شرط ہے کہ اُجرت اور نفع دونون معلوم ہووے اسواسطے ان دونون کے نامعلوم ہونے سے نزاع کی صورت ہوگی۔

صورت فاسد بیع سلم مین

سوال کیا فرماتے ہین علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید نے دو مہینہ خواہ چار مہینہ قبل روپیہ دیا اور یہ اقرار ہوا کہ جب فصل خریف یا فصل ربیع تیار ہوگی اور نیا غلہ فروخت کیا جاویگا تو اُسوقت زیادہ سے زیادہ جو نرخ ہوگا اُسی نرخ سے جو یا گیہون جو قرار پایا ہو لیا جاویگا اور زید نے وقت اور وزن کی قید نہ لگائی کہ اسی طور پر مذکور ہوا ہے دونون آدمی مین قرار پایا تو یہ صورت بیع سلم کی ہے یا نہین اور بیع شرعاً درست ہے یا نہین۔

جواب یہ صورت بیع سلم کی نہین بیع سلم مین امام اعظمؒ کے نزدیک سات شرطین لازمی اور ضروری ہین چنانچہ ہدایہ مین لکھا ہے وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِلَّا بِسَبْعِ

شَرَائِطِ جِنْسٍ مَعْلُوْمٍ وَنَوْعٍ مَعْلُوْمٍ وَصِفَةٍ مَعْلُوْمَةٍ وَمِقْدَارٍ مَعْلُوْمٍ وَاَجَلٍ مَعْلُوْمٍ وَمَعْرِفَةِ مِقْدَارِهٖ كَالْمَكِيْلِ وَالْمَوْزُوْنِ وَالْمَعْدُوْدِ وَتَسْمِيَةِ الْمَكَانِ الَّذِيْ يُوْفِيْهِ فِيْهِ اِذَا كَانَ لَهٗ حَمْلٌ وَمَؤُنَةٌ یعنی نہین صحیح ہے بیع سلم امام ابوحنیفہ کے نزدیک مگر اسوقت کہ سات شرطین پائی جاوین یعنی جنس معلوم ہووے کہ کون چیز لیجاویگی اور نوع اسکی معلوم ہووے کہ کس قسم کی چیز لیجاویگی اور صفت اسکی معلوم ہووے کہ کسطرح کی وہ چیز لیجاویگی اور مقدار معلوم ہووے کہ کسقدر وہ چیز لیجاویگی اور وقت معلوم ہووے کہ کس تاریخ کو اور کسوقت وہ چیز لیجاویگی اور اسکے اندازہ کرنے کا طریقہ معلوم ہووے کہ پیمانہ سے ناپ کر لیجاویگی یا وزن کرکے لیجاویگی یا شمار کرکے وہ چیز لیجاویگی اور وہ جگہ معلوم ہووے کہ کس جگہ وہ چیز لیجاویگی جب ایسی چیز ہووے کہ اسکے لیے باربرداری کی ضرورت ہووے یہ ہدایہ کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور جب شرط فوت ہوتی ہے تو مشروط بھی فوت ہوتا ہے اسواسطے سوال مین جو صورت بیع کی لکھی ہے وہ درست نہین —

حکم اراضی مدد معاش کا

سوال — اراضی مدد معاش کہ ہندوستان مین اسکو ملک کہتے ہین اسکی خرید و فروخت کے بارہ مین شرعاً کیا حکم ہے —

جواب — اراضی خراجیہ مین عشر واجب نہین چنانچہ فتاوے عالمگیری مین لکھا ہے وَالنَّوْعُ الثَّانِيْ مِنْ شَرَائِطِ وُجُوْبِ الْعُشْرِ شَرْطُ الْمَحَلِّيَّةِ وَهُوَ اَنْ تَكُوْنَ الْاَرْضُ عُشْرِيَّةً فَلَا عُشْرَ فِي الْخَارِجِ مِنْ اَرْضِ الْخَرَاجِ هٰكَذَا فِيْ بَحْرِ الرَّائِقِ یعنی نوع ثانی شرائط وجوب عشر کی یہ شرط ہے کہ محل قابل وجوب عشر کے ہو اور اس سے مراد یہ ہے کہ زمین عشری ہووے تو خراجی زمین کے پیداوار مین عشر واجب نہین ایسا ہی بحرالرائق مین لکھا ہے یہ عالمگیری کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور ملکیت

اور باغ کہ لوگون کو حکام کی طرف سے ملتا ہے تو اُس زمین کے رقبہ کے بارہ مین اُنکی ملکیت ثابت نہین ہوتی بلکہ حکام اُس زمین کی آمدنی اُن لوگون کو دیتے ہین اور اُس زمین کا رقبہ مالک کی ملکیت مین رہتا ہے اور زمین کے رقبہ کے بارہ مین اکثر بلاد ہند مین علما مین اختلاف ہے علماء متقدمین کے نزدیک ثابت ہے کہ زمین کے رقبہ کے مالک ہند کی آراضی مین زمیندار ہین کہ اپنے کو بسوہ دار کہتے ہین اور حضرت شیخ جلال تھانیسری قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک سالہ ہند کی آراضی کے بارہ مین تحریر فرمایا ہے اُس رسالہ مین یہ مذہب اکثر ثبوت اور دلائل سے باطل فرمایا ہے اور یہ تحقیق لکھی ہے کہ ہند کی آراضی سواد عراق کی اراضی کی طرح عامہ مسلمانون کے حق مین بلا تخصیص وقف ہے یعنی بیت المال کی ملک ہے اور زمیندارون کو سوا اسکے اور کچھ دخل نہین کہ مہتمم آراضی کے رہین اور قاضی محمد تھانوی علیہ الرحمۃ نے بھی اس بارہ مین رسالہ لکھا ہے اور اسی مسلک کو ترجیح دی ہے تو اگر بالفرض ہند کی آراضی کے مالک زمیندار ہون اور بادشاہ کی طرف سے خراج معاف ہوے تو اس صورت مین بھی عشر واجب نہین اسواسطے کہ جو زمین خراجی ہے وہ عشری نہین تو اور دوسری شق کا کیا ذکر ہے۔

مسائل ہبہ

سوال ہبہ بلا لفظ وَهَبْتُ یا نَحَلْتُ کے درست ہوتا ہے یا نہین اور حق یہ ہے کہ بلا اسکے بھی بعض صورتین ہبہ کی ہین چنانچہ فتاوے برہنہ مین لکھا ہے کہ ہبہ عبارت است از تملیک عین بے ذکر عوض ولو مزاحا یعنی ہبہ سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کا کوئی شخص مالک بنا دیا جاوے اور عوض کا ذکر نہووے اگرچہ امر بطور مزاح کے ہووے پھر اُسی فتاوے مین یہ بھی ہے کہ واین یعنی ہبہ بتعاطی رواست انتہے یعنی اور ہبہ اسطرح بھی درست

(ہبہ کیا میں نے ۱۲ — عطیہ دیا مین نے ۱۲)

ہے کہ کسی شخص کو کوئی چیز اٹھا کر دیدیجاوے اور فتاوی برہنہ مین یہ بھی لکھا ہے کہ تمام میشود ہبہ بقبض لے بحکایت اولیس بحلت قبض نباشد اما تملیک رواست اگرچہ تسلیم نباشد بقول اکثر وعلیہ الفتوی والعمل کما فی المعدن و تصحیح در ہبہ لازم نے تا اگر مال در راہ نہند بلکہ ارفع باشد روا بود انتہے کلامہ یعنی ہبہ قبضہ ہو جانے سے کامل ہو جاتا ہے یعنی جب موہوب لہ کی نگہبانی مین شے موہوبہ آجاوے تو اسوقت ہبہ کامل ہو گا تو صرف موہوب لہ کے لیے حلال کر دینے سے اُسکا قبضہ ثابت نہوگا البتہ کسی کو کسی چیز کا مالک بنا دینا جائز ہے اگرچہ وہ چیز اُس شخص کو حوالہ نہ کیجاوے اور اکثر علما کا یہی قول ہے اور اسی پر فتوے اور عمل ہے ایسا ہی معدن مین لکھا ہے اور تصحیح ہبہ مین ضرور نہین جیسے کہ اگر مال راہ مین رکھدیوین یا کسی بلند جگہ پر رکھدیوین کہ جو چاہے لے لیوے تو جائز ہے کہ جو چاہے وہ مال لے لیوے یہ مضمون فتاوی برہنہ کی عبارت مذکورہ کا ہے تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ ہبہ اور تملیک کا معاملہ بلا لفظ ہبہ کے بھی درست ہو جاتا ہے اور یہ جو علما نے کہا ہے کہ ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے تو یہ اس بنا پر ہے کہ اکثر اور اغلب ایسا ہی ہوتا ہے چنانچہ بیع مین بھی ایسا ذکر کرتے ہین حالانکہ بیع بھی اسطرح جائز ہے کہ بلا ایجاب و قبول کے بائع قیمت لے لیوے اور خریدار شے مبیعہ اٹھا لیوے اور یہ نفیس اور خسیس ہر چیز کی بیع مین جائز ہے واللہ اعلم۔

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ مسمیان زید اور عمرو نے مثلاً کسی سردار کی خیرخواہی مین نہایت مشقت اور جانفشانی کی اور اسوجہ سے عہدہ داران سرکار کی طرف سے جانفشانی اور حقوق کے صلہ مین کوئی موضع بطور انعام کے پایا اور اُس انعام کی سند مین باہمی اتفاق سے صرف زید کا نام مندرج ہوا اور زید نے باہمی اتفاق سے اور عمرو کی جانفشانی اور اُسکے حقوق کے لحاظ سے ایک دستاویز بنام عمرو اس مضمون کی لکھدی کہ مین نے اور مسمی عمرو نے فلان سردار کے یہان سے محنت اور

جانفشانی کرکے یہ موضع حاصل کیا ہے اور عمرو نے باہمی اتفاق اور عدم مغایرت
کی وجہ سے اپنا نام سند مین داخل نہین کرایا ہے اس غرض سے کہ دوسرے بھائی اسکی
ہوس کرینگے لیکن ہملوگون مین باہم اسکی تقسیم اس طور پر ہوئی ہے کہ فلان قطعہ زمین
عمرو کی ہے اور باقی موضع میرا ہے اور قطعہ مذکور کے بارہ مین میرا کچھ دعوے نہین
جسطرح میرے بعد باقی دیہہ علاوہ اُس قطعۂ مذکور کے میری وارثون کے تصرف مین رہیگا
اُسیطرح عمرو کے بعد قطعۂ مذکور بھی اُسکے وارثونکے تصرف مین رہیگا اُسکے بعد
مسمی زید فوت ہوا اور اپنا وارث مسمی خالد کو چھوڑا مسمی خالد نے ایک دستاویز
بنام عمرو کے اس مضمون کی لکھدی کہ میرے مورث زید نے اور مسمی عمرو نے فلان
سردار کی سرکار سے فلان دیہہ یعنی فلان موضع محنت و مشقت سے حاصل کیا اس سے
مصارف ذات و ملازم و مخارج و مداخل شامل حال رہی گا اگرچہ مسمیان زید اور عمرو
مین طے پایا تھا کہ فلان قطعہ زمین عمرو کی ہے اور باقی دیہہ میرے مورث زید کا ہے اور
ایسا ہی وہ دونون سمجھتے رہے لیکن باہمی اتفاق کے سبب سے مغایرت کا حرف
درمیان مین نہ آیا انشاء اللہ اب بھی بدستور اُسی طرح باہمی معاملہ رہیگا اور مین مسمی عمرو
کی صلاح کی اتباع سے باہر نہین ہون فقط اس صورت مین کہ مسمی زید نے خود اقرار کیا کہ
مسمی عمرو کا استحقاق دیہہ انعامی مین ہے اور دیہہ مذکور کی تقسیم کی سند لکھدی اور
اُسکے وارث مسمی خالد نے بھی اسطرح لکھدیا کہ جسطرح مسمیان زید اور عمرو دیہہ مذکور کی
تقسیم آپس مین سمجھتے تھے اب بھی میری طرف سے اُسی طرح عمل مین آویگا تو اب اگر مسمی خالد
انکار کرے کہ قطعہ مذکور مسمی عمرو کو نہ دینگے اور ظاہر کرے کہ جو کچھ اس بارہ مین لکھا گیا
اُس سے یہ مقصود نہ تھا کہ اُسپر عمل بھی کیا جاوے بلکہ معاملہ واحد ہونے کی وجہ سے
لکھا گیا تھا تو خالد کا انکار شرعًا قابل سماعت ہے یا نہین اور مسمی عمرو کا دعوے قطعۂ
مذکور کے بارے مین شرعًا اسوجہ سے ہو سکتا ہے یا نہین کہ مسمی زید اور مسمی خالد

نے دستاویز مذکور لکھی تھی تو صورت مذکورہ مین جو روایت راجح ہو اور اسپر فتوے ہو
استفتا کے جواب مین مع نشان فتاوی کے تحریر فرما دین بینوا توجروا۔

جواب مسمی زید نے جو دستاویز لکھی تھی اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسمی زید نے خیال
کیا کہ عمرو اُس خیر خواہی اور رفاقت اور محنت اور جانفشانی مین شریک تھا کہ اُسکی
وجہ سے یہ انعام سردار سے ملا ہے اور اسوجہ سے زید نے عمرو کو اپنا شریک سمجھا یا
شریک قرار دیا اور فلان قطعۂ زمین اُسکے واسطے معین کر دیا اور باقی زمین اپنے
واسطے رکھی تو یہ دستاویز اگر گواہون کی شہادت سے ثابت ہو جاوے تو بموجب اُس
دستاویز کے شرعًا فلان قطعہ زمین عمرو کی قرار پائی یہ فقہ کی معتبر روایات سے ثابت ہے
چنانچہ فتاوی قاعدی مین لکھا ہے قَالَ قَوْلُهُ جَعَلْتُ هٰذَا بِاسْمِ ابْنِي هِبَةٌ هُوَ الصَّحِيحُ
ذَكَرَهُ فِي أَوَائِلِ الْهِبَةِ مِنَ الْوَاقِعَاتِ انتہی یعنی اگر کوئی شخص کہے کہ یہ چیز اپنے لڑکے
کے نام سے کر دی تو یہ ہبہ ہو جاویگا اور یہی صحیح ہے یہ واقعات کے اوائل ہبہ مین مذکور ہے
یہ فتاوی قاعدی کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے مگر یہ ہبہ دو شرط سے ثابت ہو سکتا ہے
اول یہ کہ یہ دستاویز معتبر گواہون کے بیان سے ثابت ہووے صرف خط اور مہر کا اعتبار
نہین اسواسطے کہ جعل اور فریب ان دونون امر مین اکثر ہوتا ہے اور فصول عمادی مین
لکھا ہے لَيْسَ لِلْقَاضِي أَنْ يَقْضِيَ بِالصَّكِّ إِنَّمَا يَقْضِي بِالْحُجَّةِ وَهِيَ الْبَيِّنَةُ أَوِ
الْإِقْرَارُ وَأَمَّا الصَّكُّ فَلَا يَصْلُحُ حُجَّةً لِأَنَّ الْخَطَّ مِمَّا يُشْبِهُ وَيُفْتَعَلُ انتہی یعنی
قاضی کے لیے جائز نہین کہ دستاویز قبالہ کے موافق حکم دیوے بلکہ چاہیے کہ شرعی حجت کے
موافق حکم دیوے اور شرعی حجت گواہ یا اقرار ہے اور قبالہ حجت کے قابل نہین اسواسطے کہ ایک
شخص کا خط کبھی دوسرے خط کے مشابہ ہوتا ہے اور خط مین جعل کیا جاتا ہے اور فتاوی
کامل مین لکھا ہے لَا يَثْبُتُ بِمُجَرَّدِ الْخَطِّ شَيْءٌ لِأَنَّ الْخَطَّ يُشْبِهُ الْخَطَّ
یعنی کوئی چیز صرف خط کی بنا پر ثابت نہین ہو سکتی ہے اسواسطے کہ خط مشابہ خط کے ہوتا ہے

یہ فتاوے کامل کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور دوسری شرط ہبہ ثابت ہونے کے
لیے یہ ہے کہ مسمی عمرو اُس قطعۂ زمین پر بالاستقلال قابض اور متصرف رہا ہو بطور نائب
اور مختار کے قابض نہ رہا ہو چنانچہ شرح وقایہ مین لکھا ہے وَتَتِمُّ بِالْقَبْضِ الْكَامِلِ
أَيْ تَتِمُّ الْهِبَةُ بِالْقَبْضِ الْكَامِلِ الْمُمْكِنِ فِي الْمَوْهُوبِ لِلْمَوْهُوبِ لَهُ فَالْقَبْضُ
الْكَامِلُ فِي الْمَوْهُوبِ الْمَنْقُولِ مَا يُنَاسِبُهُ وَفِي الْعَقَارِ مَا يُنَاسِبُهُ فَقَبْضُ
مِفْتَاحِ الدَّارِ قَبْضٌ لَهَا وَالْقَبْضُ الْكَامِلُ فِيمَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ بِالْقِسْمَةِ حَتَّى
يَقَعَ الْقَبْضُ عَلَى الْمَوْهُوبِ بِطَرِيقِ الْأَصَالَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ تَكُونَ الْقَبْضُ بِتَبَعِيَّةِ قَبْضِ
الْكُلِّ وَفِيمَا لَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ بِتَبَعِيَّةِ الْكُلِّ انتہی یعنی پورا ہوتا ہے ہبہ کامل طور پر قبضہ
ہونے سے یعنی ہبہ کامل ہوتا ہے اُسوقت کہ موہوب لہ کا کامل قبضہ شے موہوب پر
ثابت ہوجاوے تو جب مال منقولہ ہبہ کیا جاوے تو اُسپر کامل قبضہ ہونا اُسوقت متصور
ہوگا کہ اُسکے مناسب اُسپر کامل طور پر قبضہ ہوجاوے اور اگر مکان ہبہ کیا جاوے
تو اُسکے مناسب اُسپر قبضہ ہونا چاہیے تو جب مکان کی کنجی قبضہ مین آجاویگی تو اُسوقت
شرعًا متصور ہوگا کہ اُس مکان پر قبضہ ہوگیا اور جو چیز تقسیم کے قابل ہے جب وہ چیز
ہبہ کیجاوے تو اُسپر قبضہ اسطرح ہونا چاہیے کہ وہ تقسیم کردی جاوے تا موہوب لہ اپنی حصہ
پر مستقل طور پر اصالۃً قابض ہوجاوے اور ایسا نہو کہ صرف بہ تبعیت قبضۂ کل کے
اپنے حصہ پر قابض ہو اور جو چیز تقسیم کرنے کے قابل نہین جب وہ ہبہ کیجاوے تو اُسپر بتبعیت
کل کے قبضہ ہونا کافی ہے یہ شرح وقایہ کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور زید کے
وارث خالد نے کہ اپنے مورث کی دستاویز کے مطابق دستاویز لکھکر دی اُس سے
ثابت ہوتا ہے کہ خالد نے شراکت کا اقرار کیا اور شراکت کو تسلیم کیا لیکن قطعۂ زمین
مذکورہ کی تعیین مین جو سمجھنے کا لفظ لکھا ہے اُس سے ظاہرا قبضہ کا اقرار ثابت
نہین ہوتا ہے تو خالد سے پوچھنا چاہیے اگر عمرو کے قبضہ سے انکار کرے تو عمرو کا

قبضہ ثابت کرنا چاہیے اور اگر قبضہ ثابت نہووے تو تقسیم کرکے عمرو کا حصہ عمرو کو دیدینا چاہیے
اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ زید کا صرف ایک وارث خالد ہو اور دوسرا کوئی وارث
نہو اور اگر دوسرا وارث بھی ہو تو اُس سے بھی پوچھنا چاہیے کہ زید کی دستاویز کو وہ صحیح
تسلیم کرتا ہی یا نہین اگر تسلیم کرے تو عمرو کا مدعی ثابت ہوگا اور اگر انکار اور تکذیب کرے
تو اُس اصل کے مطابق عمل کیا جاویگا کہ ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے اور جب مدعی
کے پاس ثبوت نہو تو منکر کو قسم دیجاویگی اور اُسکی قسم کی بنا پر حکم دیا جاویگا ایسا ہی
اگر اور بھی زید کے وارث ہوویں تو سب کے بارے مین اسی طرح عمل کیا جاویگا اور
اگر زید کا وارث خالد اس معاملہ سے انکار کرے اور کہے کہ اس لکھنے سے یہ مقصود نہ تھا
کہ اسکے موافق عمل بھی کیا جاوے بلکہ صرف اسوجہ سے لکھا گیا کہ معاملہ واحد تھا تو
خالد سے پوچھنا چاہیے کہ یہ استہزا اور کھیل کے طور پر لکھا گیا تھا تو اگر خالد کہے کہ فی الواقع
اسی طور پر لکھا گیا تھا تو خالد کی تصدیق نہ کرنی چاہیے اور نہ اُسکا قول قابل سماعت
کے ہوگا چنانچہ درمختار مین کتاب الاقرار مین لکھا ہے اَمَّا لَوِ ادَّعَى الْاِسْتِهْزَاءَ
لَمْ يُصَدَّقْ یعنی اگر استہزاء کا دعوے کرے تو اُس دعوے کی تصدیق نہ کیجاویگی اور
اگر خالد کہے کہ مین نے مصلحۃً یہ جھوٹ اقرار کیا تھا تو عمرو کو اُس پر قسم دینا چاہیے کہ خالد
نے جھوٹ اقرار نہ کیا تھا تو اگر عمرو اسپر قسم کھاوے تو اُسکے موافق حکم دینا چاہیے
اور یہ حکم امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے موافق ہے اور اکثر معتبر کتابون مین اسی
قول پر فتوے ہی اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس بارے مین یہ حکم ہی کہ خالد کی یہ بات
نہ سُنی جاوے اور باعتبار دلیل کے یہی قول ارجح ہے چنانچہ شرح تنویر الابصار مین کہ
یہ شرح بھی تنویر الابصار کے مصنف کی ہے لکھا ہے اَقَرَّ ثُمَّ ادَّعَى الْمُقِرُّ اَنَّهٗ كَاذِبٌ
فِي الْاِقْرَارِ يُحَلَّفُ الْمُقَرُّ لَهٗ اَنَّ الْمُقِرَّ لَمْ يَكُنْ كَاذِبًا فِيْ اِقْرَارِهٖ هٰذَا عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ
وَبِهٖ يُفْتٰى كَمَا فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمُعْتَبَرَاتِ وَعِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ لَا يُلْتَفَتُ اِلٰى قَوْلِهٖ انتہی

یعنی کسی شخص نے کسی امر کا اقرار کیا پھر اُسنے دعوے کیا کہ مین نے جھوٹا اقرار کیا تھا تو جسکے حق کے بارہ مین اقرار کیا تھا اُسکو قسم دیجاویگی کہ وہ قسم کھاوے کہ مقر نے جھوٹا اقرار نہ کیا تھا یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہی اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حکم یہ ہو کہ اُسکی بات نہ سُنی جاویگی یہ شرح تنویر الابصار کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

تفسیر آیات وحدانیت

سوال وہ آیات تحریر فرماوین کہ اُنمین اللہ تعالی کی وحدانیت کا بیان ہی۔

جواب اللہ تعالی کی وحدانیت کے دو معنے ہین علماء ظاہر کے نزدیک وحدانیت کے معنی یہ ہین کہ یہ جاننا چاہیے کہ معبود صرف ایک ہے دوسرا کوئی معبود نہین اور حضرات صوفیہ کے نزدیک وحدانیت کے یہ معنی ہین کہ یہ جاننا چاہیے کہ موجود صرف ایک ہی دوسرا کوئی موجود نہین اور معلوم نہین کہ جناب کو کس وحدانیت کی تحقیق منظور ہی تعیین فرماکر تحریر فرماوین تا اُسکے موافق جواب لکھا جاوے آیات قرآنی مین دونون وحدانیت کے ذکر مین بطور نمونہ دونون طرح کی چند آیات لکھی جاتی ہین آیات وحدانیت جسمین ارشاد ہوا ہے کہ ایک معبود جاننا چاہیے منجملہ اُن آیات کے ایک آیت پارہ سیقول مین ہی وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اور معبود تمھارا ایک معبود ہی نہین کوئی دوسرا معبود سوا اُسکے وہ بخشش کرنے والا مہربان ہی تحقیق کہ پیدا کیے جاتے مین آسمان و

زمین کے اور آنے جانے مین رات اور دن کے اور کشتیون مین کہ چلتی ہین دریا مین
ساتھ اُس چیز کے کہ نفع دیتی ہی لوگونکو اور اسمین کہ نازل کیا اللہ نے آسمان سے پانی تو زندہ
کیا زمین کو بعد اُسکی موت کے یعنی آباد کیا زمین کو بعد اُسکے غیر آباد ہونے کے اور منتشر
کیا یعنی پھیلا دیا اُسپر ہر طرح کا جانور اور ہوا اور بادلون کے چلانے مین کہ مسخر
ہین درمیان آسمان اور زمین کے البتہ نشانیان ہین واسطے اُس قوم کے کہ عقلمند ہین
اور دوسری آیت پارہ تلک الرسل سورہ آل عمران مین ہے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
یعنی گواہی دی اللہ نے یہ کہ نہین ہی کوئی معبود سوا اُسکے اور گواہی دی فرشتون نے
اور صاحبان علم نے در انحالیکہ اللہ قائم ہو ساتھ انصاف کے نہین کوئی معبود سوا اُسکے
اور وہ غالب ہی حکمت والا اور تیسری آیت پارہ لن تنالوا البر مین ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ
اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا
مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا یعنی تحقیق کہ پیدا کیے جانے مین آسمان اور زمین کے اور یکے بعد دیگرے آنے مین
رات اور دن کے البتہ نشانیان ہین واسطے عقلمندونکے وہ لوگ کہ یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور
بیٹھے اور لیٹے ہوے اپنے پہلو پر اور فکر و غور کرتے ہین پیدا کیے جانے مین آسمانون اور
زمین کے اے پروردگار ہمارے نہین پیدا کیا تو نے یہ باطل اور چوتھی آیت پارہ
سبحان الذی مین ہی قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ
سَبِیْلًا یعنی اگر ہوتے ساتھ اللہ کے دوسرے معبود جیسا کفار کہتے ہین تو البتہ تلاش کرتے
وہ عرش کے مالک کی راہ یعنی اللہ سے وہ نزاع کرتے اور پانچوین آیت پارہ اقترب للناس
مین ہے لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر ہوتے آسمان اور زمین مین
معبود سوا اللہ کے تو آسمان اور زمین فاسد ہو جاتے یعنی خراب ہو جاتے اور چھٹی

آیت پارہ قد افلح المومنون میں ہی مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا کَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ
اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ
عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ یعنی نہیں اختیار کیا اللہ نے ولد
یعنی لڑکا یا لڑکی اپنے واسطے اور نہیں ہی اُسکے ساتھہ کوئی معبود اور اُسوقت البتہ
لیجاتا ہر معبود جو چیز وہ پیدا کیے ہوتا اور ضرور حملہ کرتے بعض معبود بعض معبود پر
پاک ہی اللہ اُس سے کہ کفار بیان کرتے ہیں جاننے والا ہی غیب اور حاضر کا پس برتر ہی
اُس سے کہ کفار اُسکا شریک گردانتے ہیں اور آیات وحدانیت جس سے ثابت
ہوتا ہی کہ جاننا چاہیے کہ صرف ایک موجود ہی منجملہ اُن آیات کے ایک آیت پارہ الٓمٓ
میں ہے فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ یعنی پس
جسطرف رُخ کرو وہیں اللہ کا منھہ ہی یعنی اُسکی ذات ہی تحقیق کہ اللہ صاحب وسعت
اور صاحب علم ہی اور دوسری آیت پارہ قال الملأ میں ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنی اور تیر نہ چلایا آپ نے جب تیر چلایا لیکن اللہ تعالی نے تیر چلایا
اور تیسری آیت امن خلق السمٰوات میں ہی كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ یعنی ہر چیز
ہلاک ہونے والی ہے اللہ کی ذات کے سوا اور چوتھی آیت پارہ قد افلح المومنون میں ہے
اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ
زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ
یعنی اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا مثال اُسکے نور کی مانند طاق کے ہی کہ گویا
اُسمیں چراغ ہی اور وہ چراغ شیشہ کی قندیل میں ہی اور شیشہ کی وہ قندیل ایسی ہی
کہ گویا وہ ستارہ ہی چمکتا ہوا روشن کیا جاتا ہے وہ چراغ زیتون کے مبارک درخت
سے کہ نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کیطرف ہے قریب ہے اُسکا تیل کہ روشن

ہوجاوی اور اگرچہ اُسکے پاس آگ نہ پہونچے اور پانچوین آیت پارہ قال فما خطبکم
مین ہی کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ؀
یعنی جو زمین پر ہے سب فانی ہی اور باقی رہیگی آپ کے پروردگار کی ذات کہ صاحب
عظمت ہی اور صاحب اکرام ہی اور چھٹی آیت پارہ الیہ یرد مین ہی سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا
فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
شَهِیْدٌ ؀ اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ؀ یعنی جلد دکھلاوینگے
ہم کفار کو اپنی نشانیان ملکون مین اور اُنکی ذاتون مین حتی کہ ظاہر ہوجاویگا اُنپر کہ یہ حق
ہے کیا کافی نہین آپ کے پروردگار کو یہ کہ وہ ہر چیز کے پاس حاضر ہے آگاہ رہیے
کہ وہ شک مین ہین اپنے پروردگار سے ملنے مین آگاہ ہوجائے کہ تحقیق اللہ ہر چیز پر محیط
ہی اور ساتوین آیت پارہ قال فما خطبکم مین ہے هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
یعنی وہی اللہ اول ہی اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہی اور آٹھوین آیت پارہ
مذکور سورہ واقعہ مین ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ یعنی
اور ہم بہت نزدیک ہین تمھاری جان کے تمسے لیکن تم نہین دیکھتے ہو اور نوین آیت بھی
پارہ مذکور مین ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ یعنی اور اللہ تمھاری ساتھ ہی جہان تم رہو
اور دسوین آیت پارہ حم سورہ قاف مین ہی وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ
یعنی اور ہم انسان کے بہت نزدیک ہین جان کی رگ سے اور گیارھوین آیت بھی پارہ
مذکور مین ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ
یعنی تحقیق وہ لوگ کہ بیعت کرتے ہین آپ سے سوا اسکے دوسرا امر نہین کہ بیعت کرتے
ہین اللہ سے اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھون پر ہی اور بارھوین آیت پارہ ومالی لا اعبد الذی
مین ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ یعنی کفار نے کہا کہ کیا
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سب معبودون کو ایک کر دیا تحقیق کہ یہ ایک عجیب چیز ہے اور

تیرہوین آیت پارہ قد سمع اللہ مین ہے مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا
خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا
یعنی اور نہین ہوتا ہے مشورہ تین شخصون مین مگر چوتھا اللہ تعالے رہتا ہے اور نہ مشورہ
ہوتا ہے پانچ شخصون مین مگر وہ چھٹا رہتا ہے اور خواہ کم لوگ ہون یا زیادہ لوگ
ہون اللہ اُنکے ساتھ ضرور رہتا ہے جہان وہ رہین۔

سوال اللہ تعالے کا کلام پاک ہے قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ
يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا
أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ یعنی کہدیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ نہین پاتا ہون اُسمین کہ
وحی نازل کی گئی ہے ہماری طرف کہ حرام کیا گیا ہو کسی کھانے والے پر کہ کھاوے
اُسکو مگر البتہ یہ حرام ہے کہ مردار ہو یا جاری خون ہو یا سور کا گوشت ہو اسواسطے کہ
یہ ناپاک ہے یا از روے فسق کے کسی جانور پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو
یعنے ایسا جانور بھی حرام ہے اور اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہے کہ مراد حصر اضافی ہے
بنسبت خانگی چارپایون کے کہ اُنکی آٹھ قسم مذکورہ ہین اور کُتا اور شیر وغیرہ بھی
اگرچہ حرام ہے مگر یہ خانگی چارپایون سے نہین اور لوگون کو اس سے بحث نہ تھی تو اس سے
مفہوم ہوتا ہے کہ خنزیر بھی بہیمۃ الانعام یعنی خانگی چارپایون مین داخل ہے ورنہ
استثنا صحیح نہ ہوگا۔ سورۂ انعام

جواب خنزیر کے بارہ مین اس امر مین اختلاف ہے کہ بہیمۃ الانعام یعنی خانگی
چارپایون مین داخل ہے یا نہیں تو بعض مفسرین کے نزدیک خانگی چارپایون مین
داخل ہے اسواسطے کہ بہیمہ لغت مین اُسکو کہتے ہین کہ وہ مبہم ہو تو یہ امر سب حیوان
مین پایا جاتا ہے لیکن عرف مین صرف چارپایہ کو کہتے ہین اور انعام ماخوذ ہے
نعمت سے کہ ساتھ کسرہ نون کے ہے اور انعام خانگی چارپایہ کو کہتے ہین کہ اُسکو

اس غرض سے پالتے ہین کہ اُسکا دودھ مصرف مین آوے اور اُسکا بچہ ہووے
اور اُسکا بال کام مین آوے اور اُسکا گوشت کھایا جاوے اور اُسکے چمڑے سے
فائدہ ہووے اور اسوجہ سے ان جانوروں کو انعام کہتے ہین کہ اُنکے ذریعہ سے زیادہ
نعمت حاصل ہوتی ہے اور انعام یا ماخوذ ہے نعمت سے کہ ساتھ فتحہ نون کے ہے اور
نعومتہ کے معنی مین ہے کہ اُسکے معنی نرمی بدن کے ہین تو اس معنی کے لحاظ سے اسوجہ
سے ان چارپایوں کو انعام کہتے ہین کہ اُنکے بدن مین نرمی ہوتی ہے بخلاف وحشی
چارپایوں کے کہ اُنکے بدن مین خانگی چارپایوں کے مانند نرمی نہین ہوتی ہے اور
بہرحال یہ دونوں وجہ خانگی خنزیر مین پائی جاتی ہین اور بعضے علما کے نزدیک خانگی
چارپایوں مین خنزیر داخل نہین اسواسطے کہ عرف مین اُسکو خانگی چارپایہ نہین کہتے
ہین لیکن یہ بہیمۃ الانعام یعنی خانگی چارپایوں مین تغلیباً داخل ہے اس واسطے کہ
نصاریٰ وغیرہ بعض قوم خانگی چارپایوں کی طرح خنزیر بھی پالتے ہین اور اُسکے گوشت
اور چمڑے سے اور اُسکے بال اور دودھ سے فائدہ اُٹھاتے ہین چنانچہ یہ امر ہمارے
دیار کے دیہاتوں مین دیکھا جاتا ہے جیسے ابلیس ملائکہ سے نہ تھا بلکہ اصح قول یہ ہے
کہ جن سے تھا لیکن ملائکہ سے تغلیباً شمار کیا گیا اسواسطے ملائکہ کو جو خطاب ہوا کہ حضرت
آدم علیہ السلام کو سجدہ کرین تو اُس خطاب مین یہ بھی داخل تھا اور بطریق استثناء
متصل کے ملائکہ سے مستثنےٰ کیا گیا اسواسطے کہ وہ بھی ملائکہ مین شامل تھا اور تسبیح
و عبادت اور تقدیس مین اُنکے ساتھ شریک تھا واللہ اعلم۔

سورۂ مائدہ

سوال قرآن شریف مین ہے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ یعنی سوا اسکے دوسرا امر نہین کہ اے
مومنین دوست تمھارا اللہ ہے اور اُسکا رسول ہے اور وہ لوگ ہین کہ ایمان لائے
اور وہ لوگ ایسے ہین کہ نماز کو قائم کرتے ہین اور زکوٰۃ دیتے ہین اور وہ رکوع کرنیوالے

ہین اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہو کہ انگوٹھی بخشش کرنے کی روایت تنہا ثعلبی نے کی ہو حالانکہ امامیہ مذہب کی کتابون مین لکھا ہو کہ حمید طویل اور سعید بن جبیر وغیرہ بعض علماء اہل سنت نے بھی یہ روایت کی ہے۔

جواب صاحب من تحفہ اثنا عشریہ مین جو لکھا ہو کہ تنہا ثعلبی نے یہ روایت کی ہے تو اسکا مطلب یہ ہو کہ منجملہ مفسرین محدثین کے مثلاً منجملہ بخاری اور ترمذی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم وغیرہ کی کسی نے نہین کہا ہو کہ یہ آیت خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین ہو اور نہ یہ کہا ہے کہ انگوٹھی بخشش کرنے کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ آیت عام نہین بلکہ خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین ہو مگر ثعلبی اور دوسرون نے کہا ہو کہ یہ آیت خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین ہے اور یہ قصہ بعضے دوسرون نے بھی روایت کیا ہے چنانچہ طبرانی نے سند مجہول سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رکوع کی حالت مین کسی سائل کو انگوٹھی بخشش فرمائی تھی اور اس آیت مین اس قصہ کی طرف اشارہ ہو اور یہ مراد نہین کہ یہ آیت صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق مین ہو اور نہ یہ مراد ہو کہ اس قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین ہو اور اہل سنت کی کتابون سے کسی کتاب مین مذکور نہین کہ یہ روایت حمید طویل کی ہو اور ایسا ہی سعید بن جبیر نے بھی یہ قصہ نقل نہ کیا ہے البتہ علی بن طلحہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس سے یہ قصہ روایت کیا ہو لیکن جو لوگ اس اسناد مین علی بن طلحہ سے اسطرف ہین اُنکا حال معلوم نہین اور اس امر کی تفصیل یہ ہی کہ سعید بن جبیر اور حمید طویل اُس طبقہ سے نہین کہ خود کوئی کتاب تصنیف کی ہو یا کوئی تفسیر تالیف کی ہو تا اُنکی روایات منضبط ہون اور صحت اور سقم انکا معلوم کیا جاوے بلکہ طبقہ موخرین مین مثلاً بخاری اور ترمذی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم

اور ابن مردویہ وغیرہ نے تفاسیر تالیف کی ہین اور آیات کے متعلق روایات جمع کی
ہین اور اُن روایات کی ترتیب دی ہی اور ثعلبی بھی اسی جماعت متاخرین سے ہین مگر اُن
سب لوگون سے متاخر ہین اور متقدمین نے اس آیت کی تخصیص حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے ساتھ نہی کی ہی صرف ثعلبی نے یہ روایت کی ہی تو وہ قابل اعتبار نہین اور اگرچہ ثعلبی
نے اس تفسیر کی نسبت حضرات ابوذر اور ابن عباس اور ابو رافع وغیرہ کی طرف کی ہے
لیکن اُسکی سند ان بزرگان کے ساتھ قابل اعتبار نہین تو دار و مدار اس تفسیر کا ثعلبی اور کلبی
اور سدی اور اُن لوگون پر ہی جو انکے مانند ہین اور تحفۂ اثنا عشریہ مین اس مقام مین
لکھا ہی کہ صرف ثعلبی نے روایت کی ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو حالت رکوع
مین انگوٹھی سائل کو بطور صدقہ کے دی تھی اسی بارہ مین یہ آیت خاص حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کے حق مین نازل ہوئی اور محدثین اہل سنت ثعلبی کو اور اسکی
روایت کو ایک جو کے برابر بھی نہین سمجھتے ہین تو معلوم ہوا کہ اگرچہ ثعلبی نے یہ تفسیر
متقدمین سے روایت کی ہی لیکن اُسکی روایت معتبر نہین اور تفسیر کبیر مین اس آیت
کی تفسیر مین مرقوم ہی اَکْثَرُ الْمُفَسِّرِیْنَ عَلٰی اَنَّہَا نَزَلَتْ فِیْ حَقِّ عَامَّۃِ الْمُؤْمِنِیْنَ
یعنی اکثر مفسرین کے نزدیک ثابت ہی کہ یہ آیت عام طور پر سب مؤمنین کے حق
مین نازل ہوئی ہے۔

سوال یہ جو آیت ہی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ الخ تو باعتبار اعراب
کے وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ مبتدا ہے اور اُسکے بعد مبتدا کی خبرین ہین اور یہ آیت صحابہ کی مدح
مین نازل ہوئی اور بعضے مفسرین نے لکھا ہی کہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ حضرت ابوبکر رضی اللہ
عنہ کے حق مین ہے اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق مین ہی
اور رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق مین ہی اور تَرٰہُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق مین ہی اور باعتبار علم اعراب کے یہ معنی مخدوش ہین

چنانچہ بعضے مخالفین نے اس تفسیر پر طعن کی ہے اور یہ جو آیات قرآن شریف میں ہیں یعنی
وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ
کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا ہُمْ یَغْفِرُوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّہِمْ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوۃَ وَاَمْرُہُمْ شُوْرٰی بَیْنَہُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَہُمُ الْبَغْیُ
ہُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُہَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ۚ
اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْہِمْ مِّنْ
سَبِیْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ۚ
اُولٰٓئِکَ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

یعنی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہی بہت بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہی اُن لوگون کے واسطے کہ ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہین اور وہ بچتے ہین بڑی گناہون سے اور بیحیائیون سے اور جب غصہ ہوتے ہین تو بخشدیتے ہین اور اُنھون نے قبول کیا حکم اپنے رب کا اور نماز قائم کی اور اُنکا کام باہم مشورہ کرنا ہے اور اُس چیز سے کہ دی ہی ہمنے اُنکو خرچ کرتے ہین اور اُنپر جب کفار سے کوئی حملہ کرتا ہے تو اُسکا بدلہ لیتے ہین اور بدلہ بُرائی کا بُرائی ہے پس جس شخص نے معاف کیا اور صلح کی تو اُسکا ثواب اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہوا تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نہین دوست رکھتا ہے ظالمون کو اور البتہ جن لوگون نے بدلہ لیا اپنے مظلوم ہونے کے بعد تو اُن لوگون پر ملامت کرنے کی راہ نہین سوا اسکے دوسرا امر نہین کہ ملامت کرنے کی سبیل صرف اُن لوگون کے حق مین ہے کہ لوگون پر ظلم کرتے ہین اور ناحق زمین پر سرکشی کرتے ہین اُنکے واسطے درد دینے والا عذاب ہے اور البتہ جسنے صبر کیا اور بخشدیا تو تحقیق کہ یہ ہمت کے کامون سے ہے یہ ترجمہ آیات مذکورہ کا ہی ان آیات کی بارہ مین مہدی نے فوائح مین اور عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید مین لکھا ہے کہ یہ آیات

سورۂ شوریٰ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں یا حضرت امام زین العابدین کے حق میں نازل ہیں اور یہ آیات ان دونوں حضرات سے ہر ایک کے حق میں زیادہ موافق ہیں اور نہایت مناسب ہیں اور اعراب کے اعتبار سے بھی یہ مضمون درست ہوتا ہے۔

جواب حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد وغیرہ سے روایت ہے کہ آیت وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ میں خلفاء اربعہ سے ہر ایک خلیفہ کی ایک ایک صفت مذکور ہے اور اس سے زیادہ عجیب تفسیر ان آیات کی ہے یعنی اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ سے اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ تک ان آیات کی تفسیر بعضے تابعین سے منقول ہے کہ ہر ہر جملہ کو حضرت صدیقؓ سے حضرت امام زین العابدینؒ تک اس سلسلہ میں جو حضرات ہوئے ہیں انپر منطبق کیا ہے اور اس تفسیر پر مخالفین نہایت طعن کرتے ہیں اور اپنے خیال کے لوگوں کو بھی حیرت ہوتی ہے لیکن تحقیق اس تفسیر کی یہ ہے کہ ان بزرگان کی یہ غرض نہیں کہ ہر ہر کلمہ جداگانہ ان حضرات سے ہر ایک کی طرف اشارہ ہے کہ عربیت کے موافق اسمیں فساد لازم آتا ہو بلکہ یہ بزرگان جانتے ہیں کہ مجموعہ ان صفات کا ان سب حضرات پر منطبق ہے البتہ تطبیق صفات میں ہر ایک بزرگ میں جو صفت باعتبار انکے حال و مقال کے غالب تھی وہ انپر منطبق کرنا چاہیے مثلاً کوئی شخص کہے کہ سات آسمان میں قمر اور عطارد اور زہرہ اور شمس اور مریخ اور مشتری اور زحل ہے تو جو شخص اس سے واقف ہے وہ سمجھے گا کہ قمر پہلے آسمان میں ہے اور عطارد دوسرے آسمان میں ہے اور زہرہ تیسرے آسمان میں ہے اور شمس چوتھے آسمان میں ہے اور مریخ پانچویں آسمان میں ہے اور مشتری چھٹے آسمان میں ہے اور زحل ساتویں آسمان میں ہے یا مثلاً کوئی شخص کہے کہ عناصر اربعہ میں کیفیات اربعہ ہیں یعنی حرارت اور یبوست اور برودت اور رطوبت تو فن طبیعی کا عالم اپنے علم کے موافق معلوم

کریگا کہ فلان عنصر مین فلان کیفیت ہی اور ظاہر ہی ایسا کلام عرف مین رائج ہی اور لغت کے قاعدے کے خلاف نہین البتہ ایسے محل مین صرف لغوی معنی کافی نہین کہ اُس سے یہ ترتیب مفہوم ہووی بلکہ قرینہ اور اپنے علم کو اسمین دخل ہی اور عربیت کے قاعدے کے خلاف ہونا اُسوقت لازم آتا ہے کہ ہر کلمہ کو دوسرے کلمہ سے جدا کہین تو اُس صورت مین الفاظ قرآنی کا حمل اُسکے معنے پر ہوگا بلکہ دوسرے معنے پر ہوگا جیسا شیعہ اپنی تفاسیر مین کرتے ہین اور بلا دلالت لغویہ کے صرف اپنے وہم سے الفاظ قرآنی کو پنجتن پاک اور ایمہ اثنا عشر پر حمل کرتے ہین اور اس مقام مین یقیناً معلوم ہی کہ صحابہ کبار کی یہ سب صفات بلا شبہہ ہین اور باوجود اسکے ہر صفت اشارہ اُس صحابی کی طرف ہی کہ وہ اُنمین غالب ہی اور علماء مخالفین کہ اپنی تفاسیر واہیہ سے چشم پوشی کرتے ہین اور اس تفسیر وغیرہ مین طعن کرتے ہین منجملہ اُن علما کے ایک عالم سے فقیر کو گفتگو کا اتفاق ہوا مین نے کہا کہ تمھاری تفاسیر مین مرقوم ہی کہ یہ جو آیت ہی وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ یعنی اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے رات اور دن بنایا تا اُسمین تم آرام کرو اور تلاش کرو اُسکا فضل یعنی روزی اور تا شکر کرو تو اس آیت مین لف و نشر مرتب ہی تو کہو کہ کسطرح عربیت کے قاعدے کے موافق ہوتا ہے کہ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ منطبق رات پر ہے اور لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ دن پر منطبق ہی اور لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ دونون پر منطبق ہی اور جو کچھ تم یہان کہوگے کہ فعل کی استعانت سے یا کسی دوسری امر سے یہ معنی منطبق ہوتی ہین تو وہی جواب ہمارا بھی ان آیات کے بارے مین ہوگا اور ایسی ہی جو یہ آیت ہی وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ تو اس آیت مین کون دلیل لفظی ہی کہ اُس سے مفہوم ہوتا ہی مَنْ كَانَ هُوْدًا یہود کا قول ہی اور مَنْ كَانَ نَصٰرٰی نصاری کا قول ہی اور ایسی ہی یہ آیت بھی ہے وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی اور فردوسی کے شعر مین بھی یہ مضمون ہے

اور فردوسی شعراء زمانہ مین کمال بلاغت کے ساتھ موصوف ہے اور فردوسی کا یہ شعر کمال حسن مین مشہور و معروف ہے **بیت** بروز نبرد آن یل زورمند۔ بشمشیر و خنجر بگرز و کمند۔ برید و درید و شکست و ببست۔ یلان را سر و سینہ و پا و دست۔ یعنی لڑائی کے دن اُس پہلوان زورمند نے تلوار اور خنجر اور گرز و کمند سے کاٹا اور چاک کیا اور توڑا اور باندھا پہلوانون کا سر اور سینہ اور پاؤن اور ہاتھ تو کسطرح تعیین کیجاتی ہے کہ تلوار سے سر کاٹا اور خنجر سے سینہ چاک کیا اور گرز سے پاؤن توڑا اور کمند سے ہاتھ باندھا تو جب تک عقل کو دخل نہ دیوین یہ معنی کسطرح کہہ سکتے ہین تو وہ عالم متحیر ہوا اور سکوت کے سوا کچھ جواب نہ دیا حالانکہ اس مثال مین ہر چیز کی خصوصیت اپنے مناسب کے ساتھ حقیقۃً خصوصیت ہے یعنی اس معنی کے اعتبار سے وہ خصوصیت اُس چیز کی خصوصیت ہونا ثابت ہے کہ جسمین وہ خصوصیت پائی جاتی ہے اسواسطے کہ اسکے سوا دوسرے مین وہ خصوصیت پائی نہین جاتی ہے اور آیات مذکورہ مین اسطرح کی خصوصیت کا کوئی دعوے نہین کرتا ہے بلکہ ہم سب صفات کو سب حضرات مین بالاشتراک جانتے ہین البتہ بعض صفت بعض بزرگ مین غالب ہے اسوجہ سے سمجھتے ہین کہ وہ صفت اُن بزرگ کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ صرف اشتراک یا وہ بعید قیاس سے نہین۔

سورۂ المؤمن

حضرت عمار کے قاتل کا بیان حضرت عمار کا قاتل بلاشبہ اہل بدر سے نہ تھا بلکہ محققین کے نزدیک ثابت ہے کہ اہل بیعت رضوان سے بھی نہ تھا البتہ صحابۂ صغار سے تھا اور اُسکا نام استیعاب مین مذکور ہے **تفسیر آیۂ انا لننصر الآیۃ** مین اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْہَادُ یعنی تحقیق کہ ہم مدد کرتے ہین اپنے پیغمبرون کی اور مومنین کی دنیا کی زندگی مین اور مدد کرینگے اُن لوگون کی اُس دن کہ گواہ قائم ہونگے یعنی دنیا کی زندگی

ہین اسطرح مدد کرتے ہین کہ انکے دشمنون کو یعنی کافرونکو ہلاک کرتے ہین اگرچہ پہلے
بعضے پیغمبر اور مومنین شہید ہوے ہین جیسا حضرت زکریا علیہ السلام اور یحیی علیہ السلام
کے حق مین وقوع مین آیا اسواسطے کہ اللہ تعالی نے اُن حضرات کے شہید ہونے
کے بعد بنی اسرائیل سے انتقام لیا حتی کہ بنی اسرائیل سے ستر ہزار آدمی قتل کیے گئے
اور یہ امر اسطرح ثابت ہوتا ہی کہ کسی طرح کی مدد کرنا اسطرح ہوتا ہے کہ اُسکے دشمن
ہلاک کیے جاوین اور اُسکا کلمہ یعنی اُسکا دعوے ظاہر اور ثابت کیا جاوے اور
اس مدد کی منافی نہین کہ خود وہ شخص قتل کیا جاوی یا بعض وقت زخمی کیا جاوی
یا مغلوب ہوجاوی جیسا کہا جاتا ہے کہ فلان بادشاہ منصور ہی یعنی اُسکو غلبہ
دیا گیا ہے اگرچہ اتفاقاً وہ کسی لڑائی مین قتل کیا جاوے یا مجروح ہووی اسواسطے
کہ ایسی صورتون مین انجام پر نظر کیجاتی ہی کہ انجام یہ ہوا کہ فلان شخص کا غلبہ ہوا
اور اُسکا وہ قول غالب ہوا کہ اُسنے اُسکا دعوے اپنے گروہ مین کیا تھا اور مولانا
یعقوب اسفرائینی نے اس آیت کی تفسیر مین ایک رسالہ تالیف کیا ہے اور
یہ اشکال دفع کیا ہے کہ کیا وجہ ہی کہ بعضے انبیا شہید ہوے اور بعضے انبیا زخمی ہوے
اور اُنکو تکلیف پہونچی تو بعض مقام مین یہ اشکال اسطرح دفع کیا ہی کہ کہا ہے کہ
نبی بہ نسبت رسول کے عام ہے اور اس آیت مین خاص رسول کو مدد دینے کا ذکر
ہے اور باقی انبیاء کی مدد کرنے کا ذکر نہین اور اس توجیہ پر نقض ہوتا ہے کہ اُحد کا
واقعہ کیون وقوع مین آیا کہ وہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح نہوئی حالانکہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب رسولون مین سردار ہین اور افضل ہین اور بعض مقام
مین یہ اشکال اسطرح دفع کیا ہی کہ اہل عربیت سے نقل کی ہی اور اس توجیہ پر فخر کیا ہی
اور وہ توجیہ یہ ہی کہ جب فی کا لفظ ظاہر ہوتا ہے تو اُس سے استیعاب زمانی کی نفی مفہوم
ہوتی ہی اور جب لفظ فی کا مقدر رہتا ہی تو اُس سے استیعاب مفہوم ہوتا ہے اور

اسکی تائید مین فقہ کا یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اَنْتِ
طَالِقٌ فِیْ غَدٍ یعنی تجکو کل کے دن مین طلاق ہی تو طلاق اُسوقت واقع ہوگی کہ جب
وہ کل کا دن گذر جاوے بخلاف اُس صورت کے کہ اُسنے کہا کہ اَنْتِ طَالِقٌ غَدًا یعنے
تجکو کل طلاق ہے تو اس صورت مین اُس کل کے دن بمجرد صبح ہونے کے طلاق
ہوجاویگی اسواسطے کہ اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ غَدٍ کے معنے یہ ہین کہ تجکو طلاق ہوگی کل کے
دن کے کسی جزء مین تو طلاق نہوگی مگر اُسوقت کہ اُسدن کے سب اجزاء گذر جاوین
اور اَنْتِ طَالِقٌ غَدًا کے معنی یہ ہین کہ تو کل کی تمام دن مین مطلقہ ہوئی اور یہ اُسی صورت
مین ہو سکتا ہی کہ اُس دن کے پہلے جزء مین طلاق واقع ہوجاوے اور یہ فرق
صحیح ہی لیکن اس آیت کی تفسیر مین اسکی ضرورت نہین اسواسطے کہ تقریر مندرجہ بالا
مین مذکور ہی کہ کسی کی مدد کرنے کے یہ معنی ہین کہ اُسکے دشمن ہلاک کیے جاوین
اور اُسکا دعوے غالب کیا جاوے اور اس توجیہ پر کوئی نقض نہین ہوتا ہی نہ کسی
رسول اور نہ کسی نبی کی حیات مین یا وفات کے بعد کے واقعہ مین کوئی نقض لازم
آتا ہی چنانچہ انشاء اللہ تعالے سورۂ زخرف مین آویگا فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ
مُنْتَقِمُوْنَ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنَاهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُقْتَدِرُوْنَ یعنی اللہ تعالی فرماتا ہی
کہ پس یا لیجاوینگے ہم آپ کو تو ہم اُنسے انتقام لینے والے ہین یا دکھلاوینگے ہم آپ کو
جو اُن لوگون سے ہمنے وعدہ کیا ہے پس تحقیق کہ ہم اُن لوگون پر قادر ہین یہ آیت
مذکورہ کا ترجمہ ہی اور بعض مقام مین یہ اشکال اسطرح دفع کیا ہی کہ کہا ہی کہ اس آیت
مین جو مذکور ہے کہ دنیا مین اپنے پیغمبرون کی ہم مدد کرتے ہین تو اس سے مراد یہ ہی کہ
دنیا مین اُنکے دعوے دلیل قائم کر دیتے ہین اور یہ مراد نہین کہ اُس امر مین مدد کرتے
ہین کہ تلوار اور نیزہ مین وہ غالب رہین اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ یہ معنے قیاس سے
بعید ہین۔

سورۂ [illegible]

تفسیر قوله تعالیٰ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الاٰية

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ مقدر فرمایا ہی موت اور مصیبت سے وہ سب ضرور ہونے والا ہی تو اُس سے محفوظ رہنے کی تدبیر کرنے مین کچھ فائدہ نہین اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اصل علاج ان امراض نفسانیہ کا یہ ہے کہ تقدیر پر کامل یقین رکھے تا یہ کوشش کم ہوجاوے کہ دنیاوی اسباب کے ذریعہ سے نفع حاصل کیا جاوے اور تدبیر کے ذریعہ سے نقصان دور کیا جاوے اور تا دل مین صرف اللہ کا خوف ہووے تو یہ خیال کرنے سے بد دل کو شجاعت حاصل ہوگی اور بخیل کو جوانمردی کی توفیق ہوگی اور خسیس خصلت دفع ہوگی اور عمدہ خصلت حاصل ہوگی اور دنیاوی اسباب پر نظر نہوگی اور خیر و شر جو وقوع مین آویگا اُسکے بارے مین تیقن ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہی اور جسکے دل مین نور یقین غالب نہین تو اُسکا دل شک اور شبہہ کے وارد ہونے کی جگہ ہے اور خلق سے شکایت کرنے کا دروازہ اُسکے لیے کھلا ہے تو جب اُسکی بہتری ہوگی مثلاً فتح حاصل ہوگی اور غنیمت کا مال ملیگا تو کہیگا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے جیسا غزوۂ بدر مین وقوع مین آیا اور جب اُسکی شکست ہوگی تو کہیگا کہ یہ اسوجہ سے ہوا ہے کہ امیر کی تدبیر مناسب نہوئی کہ اس واقعہ مین جو امر بہتر تھا وہ نہ کیا جیسا غزوۂ اُحد اور غزوۂ احزاب مین ظہور مین آیا کہ منافقین کہتے تھے کہ ہر غزوہ مین معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر مین خطا ہوتی ہے چنانچہ غزوۂ بدر مین کہتے تھے کہ نامناسب تدبیر ہوئی ہی کہ اس طرف کے لوگ کم ہین اور اس حالت مین مقابلہ کیا جاتا ہے اور جب فتح حاصل ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ فتح نادر طور پر حسن اتفاق سے ہوگئی ہی اور ایسی ہی جنگ اُحد مین بھی منافقین کی رائے نہ تھی کہ مدینہ منورہ سے نکلین بلکہ اُنکی رائے تھی کہ مدینہ منورہ مین رہین تا دشمنون سے محفوظ رہین تو جب شکست ہوئی تو کہنے لگے کہ ہم لوگون کے نزدیک جو

راے بہتر تھی اُسکے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور معاذ اللہ اسی وجہ سے شکست ہوئی اور منافقین غزوۂ احزاب مین بھی کہتے تھے کہ ہم لوگ یہود اور قریش اور بنی اسد اور غطفان کے قبیلے کے ساتھ ایک ہی مرتبہ کسطرح مقابلہ کرینگے اسواسطے کہ وہ لوگ بعضے بعضے سے مدد لیتے ہین اور وہ لوگ مجتمع ہو کر ہم لوگونکے ساتھ لڑائی کرینگے تو ہم لوگونکو دقت ہوگی پھر اُسمین بھی آخر مین وہ لوگ ایسا ہی کہنے لگے کہ شکست نامناسب تدبیر کی وجہ سے ہوئی ہی اور ایسا خیال صرف اسوجہ سے ہوتا ہی کہ کامل یقین نہین ہوتا ہے کہ قادر مطلق اللہ تعالی ہے اور دنیاوی اسباب کی طرف میلان رہتا ہی اور اللہ جل شانہ کی قدرت کی جانب توجہ نہین ہوتی ہی کہ جو چاہتا ہی وہ کرتا ہے اور اصل یہ ہے کہ خیر اور شر اور فتح اور شکست یہ سب اللہ تعالی کی طرف سے ہی وہ نہایت قادر ہے جو چاہتا ہی کرتا ہے اور انبیا کے کلام سے جو ثابت ہی کہ خیر کی نسبت اللہ تعالی کی طرف ہی اور شر کی نسبت بندہ کی طرف ہی تو یہ بھی صحیح ہے اس اعتبار پر کہ بندہ کے نیک عمل اور بدعمل کی وجہ سے اُسکے حق مین کوئی امر ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طَائِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ یعنی قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ نحوس پایا ہمنے تمکو اور اُن لوگون کو کہ تمھارے ساتھ ہین تو حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ تمھاری نحوست اللہ کے نزدیک ہی اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے اَلَا اِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنے آگاہ رہیے کہ قوم فرعون کی نحوست اللہ کے نزدیک ہی لیکن اُنمین سے اکثر نہین جانتے ہین اور اصل یہ ہی کہ صرف اللہ تعالی کے فضل سے بندہ کو نعمت ملتی ہی اسواسطے کہ اگرچہ کسی قدر زیادہ طاعت کیجاوے تب بھی وہ صرف وجود کی نعمت کے صلے کیلیے کافی نہین ہوسکتی ہے تو پھر اور سب زیادہ نعمتونکے صلے کے لیے وہ کسطرح کافی سمجھی جاوے اور جو مصیبت ظہور مین آئی وہ سب عوام سپاہیان کی شامت اعمال کی وجہ سے ہوئی

سورۂ الاعراف سورۂ النمل

معاذ اللہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر نامناسب نہ تھی اور علاوہ اسکے یہ امر بھی ہے
کہ رسول کوئی بادشاہ یا امیر نہین کہ وہ ذمہ دار تدبیر کا ہووے بلکہ رسول کے ذمہ صرف
یہ ہی کہ اللہ تعالے کے احکام کی تبلیغ کرے کہ ہر واقعہ مین حکم الٰہی پہونچاوے تو
معاذ اللہ اگر رسول کی خطا ثابت ہووے تو اللہ کی خطا ثابت ہوگی اور اللہ تعالی قائم
ہی اور حاضر و ناظر ہے رسول کی حفاظت کرتا ہے اور مدد کرتا ہی اور جب یہ امر ثابت
ہے تو ظاہر ہے کہ اطاعت رسول کی امرا اور ملوک کی اطاعت کی طرح نہین اسواسطے
کہ ملوک اور اُمرا کی اطاعت صرف باعتبار مصلحت کے ضرور ہے اور اللہ اور رسول
کی اطاعت بہرحال واجب ہی اور اسمین عقل کو دخل نہین چنانچہ فرمایا اللہ تعالے
نے مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ یعنی آپ کو جو بہتری حاصل ہوتی ہے تو
وہ اللہ کی طرف سے ہے اور یہی قول فیصل اس مسئلے مین ہی اور تشریح اسکی یہ ہے
کہ سبب فاعلی خیر اور شر کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے کہ ایک ہے سب پر
غالب ہی اور خیر بنظر عنایت کلیہ کے ہوتا ہے اور شر بنظر امور جزئیہ کے ہوتا ہی اور ملا اعلے
مین بالکل خیر ہے وہان ہرگز شر نہین اور یہی توحید ہی کہ شرع کی زبان اس سے تجاوز
نہین کرتی ہی اور ہرچند غور کیا جاتا ہے لیکن اسباب کے قابلیت کی بحث شرع مین
مناسب نہین معلوم ہوتی ہی تو شرع از یادہ صحیح یہی ہے کہ کہا جاوے کہ خیر کی قابلیت
استعداد اصلی سے ہی کہ وہ اُس فیض سے ہی کہ اُسمین عباد کے فعل کو دخل نہین اور
نہ عباد کے اختیار کا اُسمین کچھ دخل ہی اور شر کی قابلیت اُس استعداد سے ہوتی ہے
کہ وہ استعداد نفس مین اُسوقت حادث ہوتی ہی کہ نفس مین صفات مذمومہ مکدرہ
ہوں تو اسوقت اسکی ضرورت ہوتی ہی کہ نفس نقصان اور مصیبت اور بلا اور
حوادث مین مبتلا کیا جاوے تا اُن صفات ذمیمہ سے نفس کی صیقل ہووے اور ایسا
نہین کہ رسول کے سبب سے یا کسی دوسرے کے باعث سے بلا مین کوئی مبتلا ہو جاوے چنانچہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ وَصَبٌ وَلَا نَصَبٌ حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا وَحَتَّى الشِّسْعُ الَّذِي يَنْقَطِعُ إِلَّا بِذَنْبِهِ وَمَا يَعْفُو اللهُ أَكْثَرُ یعنے جب کسی مسلمان کو رنج پہونچتا ہی یا کوئی سختی پہونچتی ہی حتی کہ کانٹا جو اُسکے بدن مین چبھتا ہی اور حتی کہ تسمہ جوتے کا کہ ٹوٹ جاتا ہے یہ سب صرف اُسکے گناہ کے باعث سے ہوتا ہی اور جسقدر گناہ اللہ تعالے معاف فرما دیتا ہے وہ بہت زیادہ ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ یعنے جو مصیبت تم لوگون کو پہونچتی ہی وہ صرف اُس سبب سے ہوتی ہی کہ تمھارے ہاتھ کسب کرتے ہین اور بہت گناہ اللہ تعالی معاف فرما دیتا ہے اور اُسکے علاوہ اس مضمون کی اور بھی آیات اور احادیث ہین اور اسوجہ سے کہ تا معلوم ہو جاوے کہ سبب فاعلی اور سبب قابلی مین باعتبار نسبت کے فرق ہی پہلی آیت مین لفظ عند کا اختیار فرمایا ہی کہ وہ موضوع ہے واسطے حضور حسی اور معنوی کے اور دوسری آیت مین لفظ من کا ارشاد فرمایا ہی کہ اُس سے منشا اور مبدا مفہوم ہوتا ہی غرض ان دونون آیات مین اشکال نہین یہ بحث نفیس ہی اور قابل یاد رکھنے کے ہے۔

تفسیر قولہ تعالی ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ یعنی پھر پیدا کیا ہم نے بعد قوم نوح کے دوسرا قرن یہ تفسیر کتاب فتح العزیز سے نقل کی گئی ہی اور وہ تفسیر یہ ہی کہ متقدمین مفسرین مین باہم اختلاف ہی کہ مراد اس قرن سے کون لوگ ہین تو بعضے مفسرین نے کہا ہی کہ اس قرن سے مراد ہود علیہ السلام کی قوم ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی کا معمول قرآن شریف مین ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہی چنانچہ ایسا ہی تقریبًا دس مقام مین گذرا ہے اور یہ قول رد کیا گیا ہے اس طور پر کہ جو عذاب اس قصہ مین مذکور ہے وہ عذاب ہود علیہ السلام کی قوم پر نہوا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ

سورۃ المؤمنون

یعنی پہونچی اُن لوگون کو سخت آواز کہ وہ آواز حق طور پر پہونچائی گئی تھی اور اُسکا
یہ جواب دیا گیا ہی کہ مراد سخت آواز سے مطلق عذاب ہی اسواسطے کہ کسی طرح کا عذاب ہووے
وہ شور و فریاد سے خالی نہین ہوتا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ایسا ہی سورۂ حجر مین بھی قوم سورۂ حجر
لوط علیہ السلام کے ذکر کے بعد ارشاد فرمایا ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ فَجَعَلْنَا
عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ یعنی پس پکڑا اسوقت سورج نکلنے کے ساتھ
قوم لوط کو سخت آواز نے پس کیا ہمنے اوپر اسکے نیچے اُسکے اور برسایا ہمنے پتھر اُنپر کہ کنکر سے تھا
اور بعضے مفسرین نے کہا ہی کہ اس قرن سے مراد حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے
اسواسطے کہ سخت آواز کے عذاب مین وہی لوگ مبتلا کیے گئے تھے اور قوم عاد پر یہ
عذاب نہوا تھا اور یہ کہنا کہ سخت آواز سے مطلق عذاب مراد ہے اُس وقت صحیح
ہوسکتا ہی کہ اُس سخت آواز کی تفسیر اُسکے بعد کسی دوسری طرح کے عذاب کے
ساتھ ہووے جیسے ایسی تفسیر حضرت لوط علیہ السلام کے قصے مین سورۂ حجر مین واقع
ہی اور جب مطلقاً صرف سخت آواز مذکور ہے تو اُس سے متبادر یہی ہوتا ہی کہ حقیقۃً
اُس سے خاص سخت آواز مراد ہو مطلق عذاب مراد نہین اور اسواسطے کہ عذاب
نازل کرنے کی وعید حضرت صالح علیہ السلام کے قصے مین وارد ہوئی ہی چنانچہ سورۂ
ہود مین یہ کلام پاک گذرا ہی تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ سورۂ ہود
یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود سے کہا کہ فائدہ اُٹھالو اپنے گھر مین تین دن یہ
وعدہ جھوٹھ نہین اور یہان فرمایا ہے عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ یعنی اللہ تعالےٰ سورۂ مومنون
نے فرمایا ہی کہ یہ لوگ تھوڑی دیر کے بعد پشیمان ہوجاوینگے اور قوم عاد پر تند ہوا دفعۃً
بھیجی گئی اور انکا گمان تھا کہ یہ رحمت ہی حتی کہ اُن لوگون نے کہا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا
یعنی یہ بادل ہی ہمارے لیے پانی برساویگا یہ سب مفسرین کے اقوال ہین اور اس
فقیر کے نزدیک اخیر قول ترجیح کے قابل ہی اسواسطے کہ زیادہ بہتر اور صحیح یہ ہے کہ سخت

آواز سے اُسکے معنی حقیقی سمجھے جاوین البتہ مجھکو اس امر کی تحقیق مین تشویش تھی کہ اللہ تعالےٰ کا معمول ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ ارشاد فرماتا ہے تو یہان خلاف معمول کیون ہوا ہے تو اللہ تعالےٰ نے اس امر مین ایک سر عظیم سے مجکو آگاہ فرمایا اور اُس سر کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ سب قصہ شروع فرمانے کے قبل اپنا احسان ارشاد فرمایا ہے اس کلام مین کہ وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ سے وَعَلَیْهَا وَعَلَی الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ تک ہی پھر حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ارشاد فرمایا اور اُسمین بیان فرمایا کہ اُنکی اُمت کو کشتی مین سوار کرایا اور اُس طوفان مین غرق کی آفت سے اُنکو نجات دی پھر اُسکے بعد حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ ارشاد فرمایا اسواسطے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ گویا بمنزلہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے تھی کہ وہ ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا بار اُٹھاتی تھی توجب اُن لوگون نے اُس ناقہ کا پانون کاٹ ڈالا تو اپنی نجات کا وسیلہ تلف کیا تو گویا اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہماری نعمتون سے یہ ہے کہ ایسی کشتی کے بنانے کی تم لوگون کو توفیق دی کہ اُسپر تم لوگ سوار ہوے اور اللہ تعالےٰ کے عذاب سے محفوظ رہے اور ایسا ہی ہمنے بعض چارپائے ایسے بنائے کہ وہ تمھارا بار اُٹھاوین اور ہمارے عذاب سے بچاوین تو منجملہ انبیاء علیہم السلام کے صرف حضرت نوح علیہ السلام کو بحری سواری عطا ہوئی اور حضرت صالح علیہ السلام کو بری سواری مرحمت ہوئی اور اس مناسبت کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا اور اس مقام مین ثُمَّ کا لفظ استعمال فرمایا اور اُس سے یہ اشارہ فرمایا کہ ان دونون قرن کے درمیان مین دوسرا قرن بھی گذرا ہے یہ مقام قابل غور ہے۔

تفسیر قولہ تعالےٰ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ

سورۂ الانعام

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ط یعنی اور نہین گرتا ہے کوئی پتہ مگر اللہ تعالے اُسکو جانتا ہے اور نہین گرتا ہی کوئی دانہ زمین کی تاریکی مین اور نہ کوئی تر چیز ہی اور نہ کوئی خشک چیز ہے مگر وہ کتاب مبین مین یعنی کتاب واضح مین ہی اور قراۃ متواترہ مین حَبَّةٍ اور رَطْبٍ اور یَابِسٍ کو جر ہے اور مشاہیر مفسرین نے اسکی بھی ایک توجیہ بیان کی ہی جو آپ نے تحریر فرمائی ہے اور فی الواقع اس توجیہ کے موافق تَسْقُطُ کے معنی سب معطوفات مین بخوبی نہین بنتے ہین اور اِلَّا فِىْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ مین بھی تکلف کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً کہا جاوی کہ اِلَّا يَعْلَمُهَا سے بدل الکل ہی اور کتاب الدر المصئون فی اعراب الکتاب المکنون- اس باری مین عجیب کتاب ہے اسوقت فقیر کے پاس موجود نہین اگر دستیاب ہوئی تو پھر اُسکو فقیر دیکھے گا اگر اسمین کوئی دوسری توجیہ لکھی ہوگی تو اُس سے مطلع کریگا اور تسقط کے معنی صحیح ہونے کے لیے صاحب بحر مواج نے بطریق مثال کے یہ چند کلمے لکھے ہین کہ نہ گرتی ہے کوئی تر چیز مثلاً قطرات آب اور میوہاے تازہ اور برگ درختان اور نہ گرتی ہی کوئی خشک چیز مثلاً قطعات آتش اور سنگہاے کوہ اور خشک ہوکر بار درختان وغیرہ الخ یعنی مگر یہ سب چیزین کتاب مبین مین لکھی ہین اور اس آیت کی ایک توجیہ خاص مین نے اللہ تعالے کی مدد اور توفیق سے کی ہی اور وہ توجیہ یہ ہے کہ وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ معطوف مِنْ وَّرَقَةٍ پر نہین بلکہ وہ ابتدائی کلام ہے اور یہ عطف جملہ کا جملہ پر ہے اور حَبَّةٍ اور رَطْبٍ اور یَابِسٍ جر جوار کی وجہ سے مجرور ہے یعنی اسکا حمل وَرَقَةٍ کے صرف لفظ پر ہے اور اُسکے معنی پر حمل نہین اور یہ سب حقیقۃ مرفوع ہی اس بنا پر کہ کلمۂ لا مشبہ بلیس کا اسم ہی تو اس صورت مین اس آیت کے معنے وہی ہوے جو قراۃ غیر متواترہ کے اعتبار سی اسکے معنے ہوتے ہین کہ قراۃ غیر متواترہ مین حبۃ اور رطب اور یابس کو رفع ہی اور اس توجیہ کی بنا پر تکلف کی ضرورت نہین ہوتی ہے

اس امر مین کہ سقوط کے معنی ان معطوفات مین اعتبار کیا جاوی اور کہا جاوے کہ
اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ بدل ہی استثنار ادلے سے اور اس توجیہ کی بنا پر سیاق نظم
نہایت عمدہ ہوتا ہی اور اللہ تعالے کا شکر ہے کہ اُسنے یہ توجیہ دریافت کرنے کی مجکو
توفیق مرحمت فرمائی البتہ اس توجیہ مین ایک نکتہ ہی اور وہ نکتہ یہ ہی کہ اسکا باعث
کیا ہی کہ اس مقام مین عبارت مین تفنن ہے کہ بعد وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا
ارشاد فرمایا اور ان امور کے بعد کتاب مبین ارشاد فرمایا تو اسکا جواب یہ ہی کہ پتی کا
گرنا اُسکے نمو کے بعد ایسا ہی کہ گویا عدم بعد وجود کے ہے اور دانہ کہ زمین کی تاریکی مین
گرتا ہی اور رطب اور یابس کہ زمین کی تاریکی مین ہوتا ہی یہ سب امور موجودہ ہین
اور علم کا لفظ موجود اور معدوم دونون کو شامل ہی بخلاف کتاب مبین کہ وہ امور
موجودہ کے ساتھ مختص ہے اور اللہ تعالے اپنے بندون کو توفیق دیتا ہی اور اس بنا
پر رطب اور یابس کا ذکر نہایت مناسب ہی بعد ذکر پتی کے کہ زمین پر گرتی ہی باوجود
اُسکے کہ وہ پتی بھی رطب اور یابس مین داخل ہی اسواسطے کہ وہ بھی یا رطب ہوگی یا
یابس ہوگی تو پتی کے ذکر کے بعد رطب اور یابس کا ذکر اسواسطے ہوا کہ مراد رطب اور
یابس سے وہ ہی کہ جو رطب اور یابس موجود ہی اور جو پتی زمین پر گرتی ہی وہ معدوم
کے مانند ہی تو وہ رطب اور یابس مین داخل نہین اسواسطے ضرور ہوا کہ وہ علحدہ
ذکر کی جاوے۔

تفسیر قولہ تعالے كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ
یعنی جب گلجاویگا چمڑا اُن دوزخیون کا تو بدل دینگے ہم اُنکا دوسرا چمڑا تا وہ عذاب
چکھین یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہی اور تفسیر فتح العزیز مین سورۂ نساء کی تفسیر مین اس
آیت کے بیان مین لکھا ہی کہ جاننا چاہیے کہ نفس کی تاثیر آخرت مین اُسکے سب خادمون
مین کہ قویٰ اور آلات ہین سرایت کریگی اور طبیعت مین بیچ تاثیر ہوگی کہ وہ قادر ہوگی اسپر

کہ جب کسی بدن مین کچھ نقصان واقع ہووے تو تا امکان جسقدر جلد ممکن ہو اُس کا
بدل پیدا کرے اور اُس بدل کو بدن کے مشابہ بناوے تو بال اور ناخن کی حالت
جو یہان ہے یہی حالت وہان چمڑے کی ہوگی اور جس طرح یہان جلد مین جب آبلہ وغیرہ
نکلتا ہے تو وہ جلد فاسد ہو جاتی ہے ایسا ہی آخرت مین جب جلد دوزخ کی آگ سے
جلکر فاسد ہو جاویگی تو اُسمین قوت حس اور ذوق کی زیادہ ہو جاویگی اور اسوجہ سے
وقتاً فوقتاً اُنکا عذاب بڑھتا جاویگا اور وہان درخت کی طبیعت کی تاثیر اسقدر
زیادہ ہو جاویگی کہ یہان جس طرح پتی گرنے کے بعد دوسری پتی جلد ہو جاتی ہے
اُسی طرح وہان جب پھل توڑا جاویگا تو اُسکے بعد دوسرا پھل جلد طیار ہو جاویگا
اور جسطرح یہان درخت مین پتی زیادہ ہوتی ہے تو وہان بمنزلہ یہان کے پتی کے
پھل زیادہ ہوگا اور لحظہ بلحظہ ایک پھل کے بعد دوسرا پھل لگتا جاویگا اور ایسا ہی جب
کسی جنتی کو لڑکے کی خواہش ہوگی تو صرف چند لحظہ مین یہ سب امور ہو جاوینگے کہ
نطفہ قرار پاویگا اور پھر فوراً لڑکا پیدا ہوگا اور فوراً دودھ پیکر دودھ چھوڑ دیگا اور ایسا ہی
حال وہان زراعت کا بھی ہوگا چنانچہ یہان بھی بعضے درندون کی حالت دیکھی جاتی ہے
بلکہ بعضے انسان بھی جو اُنکے مشابہ ہین اُنکی حالت یہ ہے کہ اُنکی غذا جلد ہضم ہو جاتی ہے
اور جلد جلد اُس غذا سے اُنکے اعضا مین فربہی وغیرہ زیادہ ہوتی جاتی ہے اس
بے ثبات دنیا مین یہ حال دیکھکر عقل کو حیرت ہوتی ہے تو پھر دار آخرت کا کیا ذکر ہے کہ
وہان کی زندگی کامل ہے اور اسی طرح وہان وہم و خیال کی تاثیر اسقدر زیادہ ہو جاویگی
کہ جدید صورت اور لباس کا وہم و خیال جلد جلد بدلتا جاویگا اور حاصل کلام یہ ہے کہ
جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ کفار پر آخرت مین ہمیشہ عذاب کیا جاوے اور یہ بھی منظور
ہوا کہ اُنکو وہان تکلیف زیادہ محسوس ہووے تو یہ اُس صورت مین ممکن نہین کہ طبیعت
کی یہی تاثیر کہ یہان ہے وہان بھی باقی رہے بلکہ ضرور ہوا کہ وہان طبیعت نہایت قوی

کردیجاویگا وہان انسان بے تامل زقوم کھاویگا اور جب دوزخ مین چمڑا گلجاوے تو
جسقدر سلسلہ ممکن ہوا اُسی زقوم کی غذا سے دوسرا چمڑا ہوجاویگا تاکہ جلنے کا اثر گوشت اور
اعصاب پر ایسا نہ ہو پہنچے کہ جسم باقی نہ رہے بلکہ ضرور ہے کہ اصل جسم باقی رہے اور ہمیشہ
عذاب مین مبتلا رہے اور تکلیف زیادہ محسوس ہووے اسواسطے کہ نئی جلد مین حس کی
قوت زیادہ ہوتی ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ عذاب بالذات روح پر ہوگا اور ایسا ہی
آرام بھی روح کو ہوگا اور بدن صرف بمنزلہ آلہ کے ہوگا کہ اُسکے ذریعہ سے روح پر
عذاب ہوگا یا روح کو آرام ہوگا البتہ یہ ضرور ہے کہ بدن کو گنہگار کی روح کے ساتھ
خصوصیت ہووے اور اس امر کے لیے ضرور ہے کہ یا جس بدن سے گناہ صادر ہوتا
ہے اُسی بدن کے ذریعہ سے عذاب بھی کیا جاوے یا اُس بدن کے ذریعہ سے عذاب
کیا جاوے کہ وہ بدن گنہگار کی روح کی تاثیر سے پیدا ہووے اور اگر یہ شرط کی جاوے
کہ وہی بدن عذاب کے لیے باقی رہے کہ جس بدن سے گناہ صادر ہوتا ہے تو اس مین
سے مقصود حقیقی بدن یعنی نسمہ ہوگا نہ ظاہری بدن مقصود ہوگا اس واسطے کہ یہ بدن
بمنزلہ لباس اور شکل کے ہے اور جسکو یہ خدشہ ہو کہ جس جلد سے گناہ صادر ہوتا ہے
جب وہ جلد گلجاویگی اور اُسکے عوض دوسری جلد طیار ہوگی کہ اُس سے گناہ صادر
نہوا ہوگا تو وہ جلد عذاب مین کیون مبتلا کیجاوے گی تو کیا اُس شخص کے کان مین یہ
بات نہ پہونچی ہے کہ متواتر احادیث مین مذکور ہے کہ کافر کا بدن آخرت مین جبل اُحد
کے مانند بڑھا کر دیا جاویگا اور اُسکے گوشت اور جلد کے درمیان مین اسقدر دن
کی راہ کا فاصلہ ہوگا اور بھی اسکے علاوہ ایسے مذکور ہین کہ اُنسے معلوم ہوتا ہے
کہ کافر کا بدن وہان بہت بڑا کر دیا جاویگا تو وہ شخص جسکو یہ خدشہ ہے اس بارہ مین
کیا کہیگا کہ اُن زائد اجزا سے گناہ صادر نہوا ہوگا تو وہ کیون عذاب مین مبتلا
کیے جاوینگے اور اس امر کو اسطرح سمجھنا چاہیے کہ مثلاً کسی چور نے اُسوقت چوری کی

کہ وہ لاغر تھا اور پھر جب وہ فربہ ہوا تو اُسوقت گرفتار ہوا اور اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو وہ
چور کہے کہ میرے ان اجزا کو کیون سزا دیگئی کہ یہ چوری کرنے کے بعد ہوئے ایسا ہی
بیچارہ یہ شخص جسکو خدشہ ہولہے جانتا ہے کہ انسان سے مراد صرف جسم ہے اور اُسنے
تعذیب اور تنعیم کا حال نہ سمجھا پھر بیان ایک دوسرا سر بھی ہے کہ نہایت پاکیزہ ہے
اجمالی طور پر اُسکی طرف بھی اشارہ کرنا ضرور ہے تو وہ سر بیان کرتا ہون کہ انسان کے
اعضاء سے جلد وہ چیز ہے کہ ظاہر ہے اور سب بدن پر مشتمل ہے اور اُسکا حال ایسا
ہے کہ جسطرح سب مخلوقات مین انسان ہے کہ وہ مظہر ہے اور جامع ہے سب اسماء اور
صفات کے لیے اور یہ اسطرح ثابت ہے کہ ہر عضو مظہر کسی جہت کا ہے جہات روح
سے کہ روح کی وہ جہت اُس عضو مین ہے جیسے آنکھ اور سر ہے تو جب منظور ہو کہ روح
پر جسمانی عذاب کیا جاوے تو اُسکی کوئی دوسری سبیل اس سے زیادہ آسان اور
مناسب نہین کہ آگ اُس عضو پر مسلط کیجاوے کہ وہ اخیر قائم مقام روح کا ہے اور
مآل اُسکے فیوض کا ہے اور منتہی روح کی تدبیرات کا ہے اور وہ عضو جامع روح کے
جہات کا ہے تو اس صورت مین گویا آگ روح پر بلا واسطہ مسلط ہوگی اور جلد کے
سوا اور جو دوسرا عضو ہے تو وہ یا مشتمل غیر ظاہر ہے جیسے روح حیوانی اور خون ہے اور
یا وہ عضو ظاہر غیر مشتمل ہے جیسے اکثر اعضاء ہین اور جلد مین بہ نسبت اور اعضاء کے
یہ خصوصیت ہے کہ اُسمین یہ دونون جہت پائی جاتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تعذیب
کی بنا اور آگ اور احساس پر ہے کہ کیفیت متضادہ محسوس ہووے اور یہ قوت جلد
مین زیادہ ہے بلکہ علم طب مین ثابت کیا گیا ہے کہ فی الواقع اصل مین حس کی قوت
صرف جلد مین ہے اور باقی اعضاء کا حس جلد کے ذریعہ سے ہے اسواسطے کہ جلد اعصاب
کے لیے حامل ہے اور اعصاب کے ذریعہ سے حس ہوتی ہے واللہ اعلم۔
تفسیر قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ

یعنی تحقیق کہ ہمارا کلمہ یعنی ہمارا حکم پہلے ہی صادر ہوا ہے ہمارے بندگان مرسلین کے
حق مین کہ اُنکی مدد کیجائیگی یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہی اور اسکی تفسیر سورہ والصافات
کی تفسیر مین تفسیر فتح العزیز مین یہ مذکور ہو کہ اگر یہ خدشہ گذرے کہ متواتر طور پر سیر کی
کتابون سے ثابت ہی کہ جنگ اُحد مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شکست ہوئی
حتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے
اور اکثر دوسرے صحابہ بھی شہید ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ
مبارک مجروح ہوا اور دندان مبارک شہید ہوا اور سر مبارک پر خود تھا وہ
توڑا گیا اور چہرہ مبارک ایسا مجروح ہوا کہ اُس سے خون جاری ہوا اور اسی طرح
خندق کے واقعہ مین بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سختی پہونچی حتی کہ اہل اسلام
پر اُسوقت نہایت تردد آیا اور ضیق مین مبتلا ہوے اور یہ واقعات متواتر طور پر ثابت
ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ یعنی رعب کے
ذریعہ سے مجکو مدد دیگئی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تَوَجَّهْ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ یعنے متوجہ
ہو جاؤ جدھر چاہو اسواسطے کہ تم منصور ہو یعنی تمھاری مدد کیجاویگی تو ان واقعات
مین اور ان احادیث مین تطبیق کی کیا صورت ہی تو جواب مین اسکے کہتا ہون کہ پیغمبر
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مین بعضے آثار ظاہر تھے اور بعضے آثار پوشیدہ تھے تو نبوت اور
رسالت کے آثار ظاہر تھے اور ملک اور سلطنت کے آثار پوشیدہ تھے کہ وہ آثار ظاہر ا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم سے اُن لوگون مین تھے کہ اُنکے دل مین دنیا
کی محبت زیادہ تھی اور ریاست کی خواہش بہت تھی اور دنیا کی محبت اور ریاست کی
خواہش کے لوازم سے ہی کہ رسالت کا انکار ہووے اور رسول کے ساتھ نزاع کیجاوے
تو اگر وہ لوگ غزوات مین قتل کر دیے جاتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم
مین ایسا شخص باقی نہ رہتا کہ ریاست اور ملک اور سلطنت کا حامل ہوتا یعنی اسکا دع

کہ کوئی شخص باقی نہ رہتا اور ایسے لوگون سے ابو سفیان اور بعض مشرکین تھے کہ وہ لوگ
ہمیشہ ریاست اور سلطنت مین مصروف رہے اور ایسے لوگون سے بنی عبد مناف سے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جد بھی تھے تو اُن لوگون کا غلبہ گویا بمنزلۂ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے غلبے کی ہوا اور یہ اس قبیل سے ہے کہ کسی شخص کا بعض وصف
اُسکے بعض وصف پر غالب ہو وے اور یہ بمنزلۂ مخالف کے غلبہ کے نہین چنانچہ جو لوگ
جنگ اُحد اور غزوۂ خندق مین تھے اُنکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خلافت
اور ملک اور سلطنت کے متعلق امور مین نہایت دخل تھا ابو سفیان کی اولاد سے
معاویہ رضہ اور یزید نے ملک شام فتح کیا اور اُسکے بلاد مین داخل ہوے حتی کہ معاویہ رضہ نے
روم سے لڑائی کی اور اُنکا ملک فتح کیا اور عکرمہ بن ابی جہل نے روم اور فارس کے
جہاد مین نہایت کوشش اور جانفشانی کی اور خالد بن ولید رضہ تو آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی گویا تلوار تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فوج کے امیر الامرا تھے
اور یہ امر اس سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم سے جسنے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عناد رکھا اور اسلام سے مشرف نہوا اور جہاد مین اور
اسلام کی فتح مین اُس سے کوئی عمدہ کام نہوا تو وہ ہمیشہ ذلیل اور مغلوب رہا اور
اُسی حال مین مر گیا چنانچہ ابو جہل اور امیہ بن خلف کی یہی حالت ہوئی اور حضرت
حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اُس قبیل سے ہے کہ جو واقعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے بعد بنی امیہ کی جانب سے بنی ہاشم کے حق مین وقوع مین آیا
اور باوجود اسکے یہ امر دنیاوی جزا کے اعتبار پر ہوا کہ اسکو شیخ اکبر نے فتوحات مین
ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ دنیاوی جزا اکثر احکام مین دینی جزا کے خلاف ہے اور
اسکا بیان یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جب شراب حرام نہوئی تھی اُسوقت
شراب پی اور دو ناقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی

صاحبزادی کے جہیز مین ملے تھے کہ طعام ولیمہ کے مصرف مین آوین تو حضرت حمزہ رضی اللہ
عنہ نے اُس نشہ کی حالت مین اُن دونون ناقونکا دل اور کلیجہ نکال لیا اور اُس کے
بارہ مین جو کرنا چاہا تھا وہ کیا تو گویا اسکی دنیاوی جزا مین جنگ اُحد مین یہ واقعہ ہوا
کہ آپ شہید ہوے لیکن چونکہ آپ کی شہادت خالصاً للہ ہوئی اس وجہ سے آپ
اجر جمیل اور ثناء جزیل کے مستحق ہوے اور یہی حالت دنیاوی جزا کی ہے کہ جب وہ
جزا خالصاً للہ وقوع مین آوے تو اُس سے اللہ تعالی کی رضامندی اور رحمت ہوتی
ہی اور درجات کی ترقی ہوتی ہے بخلاف اخروی جزا کے کہ وہ ان سب امور مین
دنیاوی جزا کے خلاف ہے تو یہ مضمون سمجھنا چاہیے اور یہ اسرار نا اہل سے ظاہر
نہ کیے جاوین اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہی سر تھا کہ نبوت کی خلافت کا زمانہ
گذر جانے کے بعد ملک اور سلطنت پر بنی امیہ کا غلبہ ہوا اور باوجود اُنکے ظلم اور اُنکی
بدعت کے اُنمین سلطنت باقی رہی اور انشاء اللہ تعالی اسکی مناسب تفصیل سورہ
زخرف کی تفسیر مین ذکر کرونگا اور حاصل کلام یہ کہ جن لوگون کا غلبہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم پر ان واقعات مین ہوا وہ سب لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت
اور لشکر سے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ملک اور سلطنت کے عامل تھے لیکن
وہ لوگ اُسوقت تک اسلام سے مشرف نہوے تھے اور ابھی نبوت اور رسالت کا
اقرار نکیا تھا حتے کہ جب اسلام کے کمال کا زمانہ آیا اور نبوت کے ساتھ ملک اور
سلطنت کا شمول ہوا اور یہ صلح حدیبیہ کے بعد ہوا تو اُسوقت وہ لوگ اسلام مین
داخل ہوے اور دوسری لوگون کے نزدیک بھی ثابت ہوا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ناصر اور محب ہین اور اُن لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین
و رواج دینے مین ضمناً کوشش اور جانفشانی کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی مملکت اور سلطنت بڑھانے مین قصداً کوشش اور جانفشانی کی اور جو لوگ سابق

ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ناصر اور جان نثار تھے اور جو لوگ آخر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ناصر ہوے دونون طرح کے لوگونکا حال اللہ تعالیٰ کو سابق سے ایک ہی طور پر معلوم تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ یعنی ہمنے اُن لوگون کو بھی جانا جو تم لوگون سے سابق مین ہوے اور اُن لوگون کو بھی جانا جو آخر مین ہوے یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہے تو اُن لوگون نے سابق مین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ کیا تو اُسوقت جیسا غیرون پر عذاب ہوا وہ لوگ عذاب مین مبتلا نہ کیے گئے اسواسطے کہ وہ لوگ در حقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لشکر اور ناصرین سے تھے اور اللہ تعالےٰ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سلطنت اور مملکت قائم رکھینگے واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

تفسیر قولہ تعالےٰ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً یعنی اے پروردگار دے ہمکو دنیا مین بہتری تفسیر فتح العزیز مین اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہے کہ اگر یہ خیال ہووے کہ کیا سر ہے اس امر مین کہ قرآن شریف مین جسقدر دعا ہے سب کے شروع مین رَبَّنَا ہے صرف بعض دعا ہی کہ اُسکے شروع مین ربنا نہین مثلاً قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ اور وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ اور قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اور ایسا اُس مقام مین ہے کہ جہان بعض عباد کی دعا نقل کی گئی ہے اور اُس سے بعضے عباد کی تعلیم مقصود ہے ورنہ اصل مین جو دعا مستقل طور پر قرآن شریف مین مذکور ہے اُسکے شروع مین ضرور رَبَّنَا کا لفظ ہے دوسرا لفظ نہین چنانچہ یہ امر اُس شخص پر مخفی نہین کہ اُسنے اس امر کی جستجو کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسمین سر یہ ہے کہ کسی اسم کے ساتھ ندا کیجاوے مقصود بالندا اور اللہ تعالےٰ کے اسماء سے وہی اسم ہوتا ہے کہ وہان تک دعا کرنے والے کی معرفت ہوتی ہے اور اُسکے نزدیک اسمائے الٰہیہ

یہی اسم بمنزلہ رب کے ہوتا ہے تو دعا کرنے والا جب کسی نام سے اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو وہ فی الواقع اللہ تعالے کو اُس اسم سے پکارتا ہے کہ وہاں تک اُسکی معرفت ہوتی ہے چنانچہ مریض جب کہتا ہو کہ اے اللہ مجکو شفا دے تو وہ درحقیقت یہ کہتا ہے کہ اے شافی مجکو شفا دے اور ایسا ہی مسکین جب کہتا ہے کہ اے اللہ مجکو روزی دے تو وہ درحقیقت یہ کہتا ہو کہ اے رزاق مجکو روزی دے اور اسی طرح کی اور بھی صورتین ہین اور ہر نبی اور ولی اور عارف اور محتاج کا طریقہ مختلف ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ اللہ تعالے نے اُن کی تعلیم کے لیے دعا مین ایک اسم یعنی رَبَّنَا اختیار فرمایا تا اُس امر مختلف کے لیے یہ عنوان ہو وے بخلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معرفت مین کمال ہی اور اسماے الٰہی کی سیر مین تبحر ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بصارت اُس اسم تک ہی کہ وہ جامع ہے واسطے جمیع صفات کے اور شامل ہی جمیع اعتبارات کو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا ہے کہ اللہ تعالے کو اللہ کے لفظ سے پکارین اسواسطے کہ یہ اسم دلالت کرتا ہے اُس حقیقت پر کہ وہ جامع ہی واسطے جمیع اسمار اور صفات کے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دعا اپنے حق مین کی یا اپنی امت کے لیے فرمایا اُس مین یہی اسم ذکر کیا اسواسطے کہ سب عرفا کی معرفت اس اسم مین مندرج ہے اور اس سے وہ سر ظاہر ہوا جو اس کلام پاک مین ہے قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ اسواسطے کہ یہ دعا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عارف کامل ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت اقصیٰ غایات تک پہونچی ہے اور اس سے وہ سر بھی معلوم ہوتا ہے جو اس امر مین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مائدہ نازل ہونے کے لیے دعا کی تو اُسکے شروع مین اللہم اور ربنا دونون ہین تو اللہم باعتبار اپنی معرفت تامہ کے کہا اور ربنا باعتبار حوارین کی معرفت کے کہا کہ اُن لوگون نے کہا کہ اللہ تعالے مائدہ نازل فرماوے اور اُن لوگون کی معرفت کامل نہ تھی

ورنہ مائدہ نازل ہونے کے لیے سوال نہ کرتے اور کفار نے جو کہا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ
مِنْ عِنْدِکَ تو انکا یہ قول جہالت کے باعث سے تھا اور اسوجہ سے بطور استہزا کے یہ حکایت
اُن لوگون کی بیان کی گئی ہو اسواسطے کہ کفار نے اس دعا کے شروع مین اللھم کہا اور
دو امر متضاد یعنی طلب فعل اور ترک ایک ہی وقت مین چاہا اسواسطے کہ مقتضے اس اسم
کا جامع ہو درمیان حق اور اُس باطل کے کہ اُسکے لیے کوئی مانع ہو کہ اُس مانع کی
وجہ سے وہ باطل ظہور مین نہ آوے اور اسوجہ سے اللہ تعالے نے سیاق مین اسکے
فرمایا وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ یعنی اور ایسا نہو گا کہ اللہ اُن لوگون پر
عذاب کرے اُس حال مین کہ آپ اُن لوگون مین موجود ہین تو یہ مضمون بغور سمجھنا
چاہیے اسواسطے کہ یہ دقیق مقام ہے۔

سوال قرآن شریف مین ہے وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَمُھْتَدُوْنَ یعنی بنی اسرائیل نے
گاے ذبح کرنے کے معاملہ مین کہا اور تحقیق ہم اگر چاہا خدا نے تو البتہ راہ پانے
والے ہین اس آیت کی تفسیر مین تفسیر مدارک التنزیل مین لکھا ہے کہ اگر وہ لوگ انشاء اللہ
نہ کہتے تو ہرگز اُس طرح کی گاے کا پتہ اُن لوگون کو معلوم نہ ہوتا تو اس حدیث سے معلوم
ہوتا ہے کہ انشاء اللہ کہنے سے ضرور مراد پوری ہوتی ہو اور حضرت موسی علیہ السلام
نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ یعنے
قریب ہو کہ اگر خدا نے چاہا تو آپ مجھکو صابرین سے پاوینگے اور باوجود اسکے کہ حضرت
موسے علیہ السلام نے انشاء اللہ کہا مگر اُنکی یہ مراد پوری نہ ہوئی یعنی صبر نہ کر سکے۔

جواب مدارک التنزیل مین جو یہ حدیث لکھی ہو وہ صحیح ہے اور خاطر مبارک مین جو
خدشہ گذرا ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے انشاء اللہ بمقابلہ
اپنے معلم کے کہا تھا یعنی بمقابلہ حضرت خضر علیہ السلام کے کہا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام
باعتبار علم لدنی کے حضرت موسی علیہ السلام کے اُسوقت معلم تھے اور حضرت خضر

علیہ السلام نے بتاکید فرمایا اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا یعنی تحقیق کہ آپ ہرگز میرے
ساتھ رہنے مین صبر نہ کر سکین گے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قول کے
خلاف اور فرمانبرداری کے منافی کہا کہ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ یعنے
قریب ہے کہ انشاء اللہ آپ مجکو صابرین سے پاوینگے تو چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
اپنے اُستاد اور معلم کے خلاف کہا اور اُس قول مین انشاء اللہ فرمایا اسواسطے اُسکا اثر
مترتب نہوا اور اُسکی برکت میسر نہوئی یعنی آپ کی مراد حاصل نہ ہوئی اور حاصل کلام
یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابتداءً انشاء اللہ نہ فرمایا تا اُسکی تاثیر ہووے بلکہ
حضرت خضر علیہ السلام کی تاکیدی کلام کے رد مین فرمایا اسوجہ سے اُسکی برکت موعود
کا اثر نہوا اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اُسوقت حق تعالے کی توجہ دو پیغمبر کے کلام کی
جانب ہوئی اور حضرت خضر علیہ السلام کے کلام مین صبر کی نفی تحقیقی اور عربیت کے
قاعدے کے موافق وہ کلام تاکیدی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام سے
آیندہ کے لیے صبر کا ثبوت ہوتا تھا اور وہ کلام مشیت الٰہی کے ساتھ مقید تھا اور صبر کی
نفی کی صورت مین حضرت خضر علیہ السلام کی تکذیب نہوتی تھی تو اسوجہ سے اللہ تعالے
کے نزدیک صبر کی نفی ارجح ثابت ہوئی اور حدیث مذکور سے جو مضمون مفہوم ہوتا ہے
وہ اُس صورت مین ہے کہ جس کلام مین انشاء اللہ مذکور ہووے وہ معارض اُس
کلام کا نہو کہ وہ قطعی الصدق ہو مثلاً کوئی کہے کہ انشاء اللہ قیامت نہوگی یا یہ کہو کہ انشاء اللہ
ابولہب کی مغفرت ہوجاویگی اور انشاء اللہ دجال نہ آویگا تو ان صورتون مین انشاء اللہ
کہنا لغو ہے اور لغو کا کچھ اثر نہین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمایا اللہ تعالے نے اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَاِنْ
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ یعنے اگر

تم لوگونکی بہتری ہوتی ہے تو کفار کو بُرا معلوم ہوتا ہے اور اگر تمھاری بُرائی ہوتی ہے تو وہ لوگ خوش ہوتے ہین اور اگر تم لوگ صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو اُن لوگون کے مکر سے تمھارا کچھ نقصان نہو گا تحقیق کہ اللہ جو وہ لوگ کرتے ہین اُسپر محیط ہے تو اس آیت مین بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ قرّاء سبعہ کی قراءۃ مین ہے کہ اُنکی قراءۃ بالاتفاق سب روایات مین متواتر ہے اور اُن ہی کے قول کے موافق منجملہ دس قرّاء کے باقی تین قراء کا بھی قول ہے اور وہ تین قراء وہ ہین کہ اُنکی قراءۃ کے متواتر ہونے مین علما مین اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اُنکی قراءۃ بھی محققین قراء کے نزدیک متواتر ہے اور وہ تین قراء یہ حضرات ہین ابو جعفر بن زید بن قعقاع اور یعقوب بن اسحاق حضرمی اور خلف بن ہشام بزاز اور اُن ہی قراء کی موافقت اُن قراء نے بھی کی ہے کہ اُنکے بارے مین اس امت کا اتفاق ہے کہ اُنکی قراءۃ شاذ ہے جیسے یہ قراء ہوے ہین ابن محیص محمد بن عبد الرحمن مکی اور ترمذی یحییٰ بن مبارک لیکن حسن بصری سے ثابت ہے کہ انھون نے مخاطب کا صیغہ پڑھا ہے یعنی بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ پڑھا ہے اور اُن سے شجاع بن ابی نصر بلخی اور دوری نے روایت کی ہے اور ایسا ہی اعمش سلیمان بن مہران کوفی نے بھی پڑھا ہے اور اُنسے صرف حسن بن سعید مطوعی نے یہ روایت کی ہے اور اتحاف فضلاء البشر بالقراءۃ الاربع عشر قراءۃ اور روایات کی تنقیح مین ایک معتبر کتاب ہے ۱۰۸۲ھ ایک ہزار بیاسی ہجری مین تالیف ہوئی اور اس کتاب کے مصنف نے اسکی تالیف کے وقت اس فن کی سب کتابونکو دیکھا مثلاً کتاب النشر فی قراءۃ العشر اور طیبۃ النشر اور تقریب النشر اور یہ تینون کتابین شیخ حافظ العصر ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف جزری علیہ الرحمۃ کی ہین اور ایسا ہی اتحاف کے مؤلف نے اُسوقت یہ کتابین بھی دیکھین یعنی شرح الطیبہ امام ابو القاسم عقیلی کی اور وہ مشہور نویری ہین اور کتاب لطائف علامہ محقق شہاب احمد

بن محمد بن ابو بکر قسطلانی شارح صحیح بخاری کی اور کتاب مذکور مین یعنی اتحاف مین لکھا ہے
کہ حسن اور مطوعی سے روایت ہی کہ بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ خطاب کے ساتھ ہی اور یہ یا التفات
ہی یا قل لہم یہان مقدر ہے یہ اتحاف کی عبارت کا ترجمہ ہی اور یہی امر فرش الحروف
مین سورۂ آل عمران کی تفسیر مین بھی لکھا ہے اور اُس کتاب کے مقدمہ مین مذکور ہے
کہ باعتبار تواتر اور عدم تواتر کے قراءۃ کی تین قسمین ہین ایک قسم وہ ہی کہ اُسکے تواتر پر
اتفاق ہی اور وہ قراء سبعہ کی قراءۃ ہی اور قراء سبعہ مشہور ہین اور دوسری قسم وہ ہے
کہ اُسکے تواتر مین اختلاف ہی اور راجح اور مذہب مختار یہ ہے کہ وہ قراءۃ بھی متواتر ہی چنانچہ
اوپر مذکور ہوا ہے اور وہ تین قراء کی قراءۃ ہی کہ قراء سبعہ کے بعد ہوئے ہین اور تیسری قسم
وہ ہی کہ اُسکے شاذ ہونے پر اتفاق ہے اور وہ باقی چار قراء کی قراءۃ ہے تو قراء سبعہ
کی قراءۃ سب پر مقدم ہی اور ایسا ہی ابو جعفر کی قراءۃ بھی ہی اور یہ قول بمتابعت کتاب اللطائف
کے کہا گیا ہی اور یہی میری مراد اصل کے لفظ سے ہی تو اگر چار قراء کی موافقت کسی قاری نے
کی ہے تو اُس قراءۃ کے بعد مین نے کہا ہے کہ مثلاً حسن نے اُن لوگون کی موافقت کی
ہے اور اگر اُنکی مخالفت کی ہے تو وہان مین نے کہا ہے کہ مثلاً یہ حسن سے اس طرح
روایت ہے یہ مضمون کتاب مذکور کے مقدمہ کی عبارت کا ہے تو یہ سب جو ہمنے صاحب
اتحاف کا کلام نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ غلبہ کی وہ قراءۃ ہے کہ اُسپر چودہ قراء
کا اتفاق ہے مگر حسن بصری کا اتفاق ایک روایت مین نہین اور مطوعی نے جو اعمش
سے روایت کی ہے تو اُس روایت مین اعمش کا بھی اتفاق نہین اور مین نے یہ کتابین
دیکھی ہین نشر اور طیبۃ النشر اور اُسکی شرح اور شاطبی اور اُسکی شرح کہ ابن قاصح کی ہے
اور اُسکی شرح کہ مولانا علی قاری کی ہے اور اُسکی دوسری بعض شروح تو اُس
لفظ مین ان کتابون مین اختلاف کا ذکر نہین اور یہ قوی دلیل اسکی ہی کہ بِمَا تَعْمَلُونَ
کی قراءۃ شاذ ہے اور قراء عشرہ کی قراءۃ سے خارج ہی تو قراء سبعہ کا کیا ذکر ہے اور اسکی

تائید اس سے بھی ہوتی ہی کہ اکثر قاد غربا حفاظ کا اتفاق اسپر ہے کہ بِمَا يَسْئَلُوْنَ ہے
اور وہ مصاحف جو قرار سبعہ کے سامنے لکھے گئے وہ بھی مین نے دیکھے لیکن کسی مین بِمَا يَعْمَلُوْنَ
نہ پایا اور بیضاوی کی عبارت سے ظاہرا معلوم ہوتا ہو کہ بِمَا تَعْمَلُوْنَ قراءۃ متواترہ ہے
لیکن ہمنے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ کشاف سے منقول ہو اور بلاشک صاحب کشاف
کو اس مقام مین وہم ہو گیا ہو اور اُسی پر بیضاوی نے اعتماد کیا ہے اور اُس سے
نقل کیا ہو اور امام رازی صاحب تفسیر کبیر نے دونون قراءۃ ذکر کی ہین اور عتبہ کی قراءۃ
پہلے ذکر کی ہو تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہو کہ عتبہ کی قراءۃ متواتر ہو مگر تفسیر کبیر مین
یہ مذکور نہین کہ یہ دونون قراءۃ کس کس قاری کی ہین اور ایسا ہی صاحب بشر نے عتبہ
کی قراءۃ سے جو ثابت ہو اُسی کی تفسیر لکھی ہو اور خطاب کے ساتھ جو قراءۃ ہو اُس سے
تعرض نہ کیا ہے اور حاصل کلام یہ کہ وہم کی نسبت صاحب کشاف کی طرف کرنا بہتر ہے
اس سے کہ ان ائمہ کی تحقیق مین شبہہ کیا جاوے کہ اُن حضرات نے اپنی عمر اس
فن مین بسر کی اور وہ اہل اس فن کے ہین اور صاحب کشاف اس فن کے اہل
سے نہین یہ وہ مضمون ہے کہ خود کہا اور اپنے قلم سے لکھا فقیر عبد العزیز دہلوی عمری
عفی اللہ عنہ نے والسلام

سوال اللہ تعالی نے فرمایا ہو يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ (سورۂ احزاب)
الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا یعنی اے
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون سے کہیے کہ اگر تم دنیا کی زندگانی اور اُسکی زینت
چاہتی ہو تو آؤ مین تمکو فائدہ پہونچاؤن اور رخصت کرون تمکو بہتر رخصت کرنے کے طور پر
حافظ عسقلانی نے کہا ہو کہ تخییر کی آیت سنہ ۹ نو ہجری کے اوائل مین نازل ہوئی اور
دمیاطی کا بھی یہی قول ہو اور یہی قول معتبر ہے اور یہ کہا ہو کہ یہ امر اس سے معلوم ہوتا ہی
کہ یہ قصہ حضرت ابن عباس رض نے روایت کیا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ

فتح مکہ کے بعد ہوا اور حافظ ابو الفضل عراقی علیہ کے نزدیک ثابت ہو کہ تخییر کے بعد سنہ ۹ھ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج کے ساتھ ایلار کیا تھا اور اسکے معارض وہ روایت ہو کہ ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن شداد کی روایت ذکر کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکے بعد ام حبیبہ رض اور جویریہ رض کے ساتھ نکاح کیا یہ مضمون اُس روایت کا ہے اور ثابت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جویریہ رض کے ساتھ سنہ ۶ ہجری مین نکاح کیا اور میمونہ رض کے ساتھ عمرۂ قضا مین سنہ ۷ ہجری مین نکاح کیا اور ایسا ہی جب خیبر سے رجوع فرمایا تو سنہ ۷ھ مین صفیہ رض کے ساتھ نکاح کیا تو اب علماء کے نزدیک راجح کیا ہے اور صحیح بخاری مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَتْ سَاقُہٗ وَاٰلٰی مِنْ نِّسَآئِہٖ شَھْرًا فَجَلَسَ فِیْ مَشْرُبَۃٍ لَّہٗ فَاَتَاہُ اَصْحَابُہٗ یَعُوْدُوْنَہٗ فَصَلّٰی بِھِمْ جَالِسًا وَّھُمْ قِیَامٌ الخ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی مین خراش آگیا اور اپنے ازواج کے ساتھ ایک مہینے کے لیے ایلار کیا اور اپنے بالاخانے پر تشریف رکھتے تھے اور وہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب عیادت کے لیے آتے تھے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن لوگون کے شامل بیٹھکر نماز پڑھتے تھے اور وہ لوگ کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے اور اسمین یہ شبہہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے سنہ ۵ھ مین گرے تھے چنانچہ ایسا ہی ایک جماعت نے ابن حبان سے نقل کیا ہو اور ایلار کا قصہ سنہ ۹ھ مین ہوا تھا چنانچہ ایسا ہی اہل سیر کے نزدیک ثابت ہو تو ان دونون قول مین تطبیق کسطرح ہو سکتی ہو مگر ایک صورت ہو کہ کہا جاوے کہ اسطرح تطبیق ان دونون قول مین ہو سکتی ہو کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بالاخانے پر تشریف رکھتے تھے اور وہان اصحاب جاتے تھے

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھکر اُن لوگون کے شامل نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ لوگ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے تو گھوڑے سے گرنے کا واقعہ اور ایلاء کا قصہ دونون دو مرتبہ ہوا اور سنہ ۲ھ مین نہوا اور ایسا نہین کہ دونون واقعے ایک ہی مرتبہ وقوع مین آئے ہون

جواب اُن علماء نے جو لکھا ہے کہ تخییر اور ایلاء کا قصہ سنہ ۹ھ مین ہوا تو اس کا سبب تو امر ہین اوّل امر یہ ہے کہ حافظ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ایک راوی اس قصے کے رواۃ سے ہین اور وہ مدینہ منورہ مین بعد فتح مکہ کے آئے مگر اسمین یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اکثر بطور ارسال کے بھی صحابہ سے روایت کرتے ہین چنانچہ اسی طور پر معراج اور بدر وغیرہ کا قصہ روایت کیا ہے تو کیا عجب ہے کہ یہ قصہ بھی بطور ارسال کے روایت کیا ہوا اور صحابی کی حدیث مرسل حجت ہے اور دوسرا امر یہ ہے کہ ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم کی تفسیر مین اس قصے کی روایت مین یہ وارد ہے اور وہ روایت قتادہؓ اور حسنؓ سے ہے کہ اُسوقت یعنی تخییر کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین نو بیویان تھین پانچ قریش سے تھین یعنی حضرات عائشہؓ اور حفصہؓ اور ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان اور سودہؓ بنت زمعہ اور ام سلمہؓ بنت ابی امیہ اور انکے علاوہ ازواج بھی نکاح مین تھین یعنی صفیہؓ بنت حی خیبریہ اور میمونہؓ بنت حارث ہلالیہ اور زینبؓ بنت جحش اسدیہ اور جویریہؓ بنت حارث کہ بنی مصطلق سے تھین اور تخییر کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اسکے بعد پھر اور یہ قصہ طویل حدیث مین مذکور ہے اور بلاشبہہ ان ازواج کا اجتماع سنہ ۷ھ کے بعد ہوا اور سنہ ۹ھ مین تخییر کا قصہ ہوا اسواسطے کہ مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ زینبؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی وفات سنہ ۸ھ مین ہوئی اور اسپر بھی مورخین کا اتفاق ہے کہ تخییر کا واقعہ اُنکی وفات کے بعد ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ تخییر کا قصہ سنہ ۹ھ مین ہوا اور تیسرا امر یہ ہے کہ ابو بکر نقاش نے آیۃ تخییر کی

شان نزول مین ذکر کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقش بردہ طلب کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت میمونہ رضی نے حلہ یمانیہ طلب کیا اور حضرت زینب رضی نے مخطط کپڑا اور یمن کی چادر طلب کی اور حضرت ام حبیبہ رضی نے سحولی کپڑا طلب کیا اور ایسا ہی ازواج مطہرات مین سے ہر ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز طلب کی سوا حضرت عائشہ رضی کے کہ آپنے کچھ طلب نہ کیا اور حاصل کلام یہ ہی کہ ان قرائن سے معلوم ہوتا ہی کہ جب ان سب ازواج مطہرات کا اجتماع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوگیا تب تخییر کا واقعہ وقوع مین آیا تو اسوجہ سے یہی امر مشاہیر اہل سیر کے نزدیک ثابت ہے کہ اُسکا ذکر اوپر ہوا ہے اور یہ جو سوال مین مذکور ہے کہ اسکے معارض وہ روایت ہے کہ ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن شداد کی روایت ذکر کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تخییر کے واقعہ کے بعد حضرات ام حبیبہ رضی اور جویریہ رضی کے ساتھ نکاح کیا الخ تو شاید یہ کلام اُس شخص کے کلام سے نقل کیا گیا ہے کہ اُسنے ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ورنہ ابن ابی شیبہ کی روایت اسطرح ہی أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ فِي قَوْلِهٖ تَعَالَىٰ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ قَالَ ذٰلِكَ لَوْ طَلَّقَهُنَّ لَمْ يَحِلَّ لَهٗ أَنْ يَسْتَبْدِلَ وَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَنْكِحُ مَا يَشَاءُ بَعْدَ مَا نَزَلَتْ وَتَحْتَهٗ تِسْعُ نِسْوَةٍ وَتَزَوَّجَ بَعْدَهَا أُمَّ حَبِيبَةَ وَجُوَيْرِيَةَ انْتَهٰى بِلَفْظِهٖ یعنی خبر دی مجکو عبید اللہ نے اور انھون نے روایت کی اسرائیل سے اور انھون نے روایت کی سدی سے اور سدی نے روایت کی عبداللہ بن شداد سے اس آیت کی تفسیر مین وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ کہ کہا عبداللہ بن شداد نے کہ اس سے مراد یہ ہی کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے کسی کو طلاق دیوین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہین کہ اُسکے عوض دوسرا نکاح کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جس عورت کے ساتھ چاہتے تھے نکاح کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین نو ازواج مطہرات تھین اور ان کے بعد حضرات ام حبیبہؓ اور جویریہؓ کے ساتھ نکاح کیا یہ روایت مذکورہ کا ترجمہ ہے علماء نے کہا ہے کہ اس روایت مین غور کرنا چاہیے تا مطلب ظاہر ہو جاوے اور معارضہ اور فساد دفع ہو جاوے تو روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ وَتَزَوَّجَ جملہ حالیہ ہے اور قد کا لفظ مقدر ہے اور یہ جملہ معطوف ہے وَتَحْتَهٗ تِسْعُ نِسْوَةٍ پر کہ وہ بھی جملہ حالیہ ہے اسواسطے کہ نو ازواج مطہرات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین ایک وقت مین ہونا تحقق نہین ہوتا ہے بسبب ہونے اُن دونون ازواج مطہرات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین چنانچہ یہ امر مخفی نہین اور زید بن ارقم کی جو روایت سوال مین مذکور ہے تو اگر یہ آپ لکھین کہ وہ کس کتاب مین ہے تو وہ کتاب یہان دیکھی جاوے لیکن یہ قول نہایت معارض ہے اُن علماء کے قول سے کہ اُنکا اوپر ذکر ہوا ہے کہ تخییر کا قصہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور مسند احمد وغیرہ مین اسطرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس آیت تخییر کے موافق اختیار دیا تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تمپر لازم نہین کہ عجلت کرو اُسوقت تک کہ اپنے والدین سے اجازت لے لو یعنی اپنے والدین سے اجازت لیکر تو اس بارہ مین اپنی راے ظاہر کرنا اور صحیح مسلم مین ہے کہ اُسوقت تک کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو یعنی اپنے والدین سے مشورہ کر کے تو اپنی راے ظاہر کرنا اور مسند احمد مین حضرت جابرؓ کی روایت مین ہے کہ اُسوقت تک کہ یہ بات اپنے والدین ابو بکرؓ اور ام رومانؓ سے کہو یعنی اُنسے دریافت کر کے تو اپنی راے ظاہر کرنا اور اسمین شبہہ نہین کہ ام رومانؓ سنہ ۵ پانچ یا چھ ہجری مین فوت ہوئین چنانچہ استیعاب وغیرہ کتب صحابہ مین مذکور ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ تخییر کا واقعہ ام رومانؓ کی وفات کے قبل ہوا اور اسکا جواب قسطلانی نے دیا ہے کہ

ام رومان کی وفات سنہ ۶ ہجری مین نووی اور قسطلانی نے حق تسامحی ابوبکر
کے بیان مین کہا ہے کہ اس سے ظاہر طور پر اسکا قول رد ہو جاتا ہے کہ اس نے
کہا ہے کہ ام رومان کی وفات سنہ ۶ ہجری مین ہوئی اسواسطے کہ تخییر کا واقعہ سنہ ۹
مین ہوا یہ مضمون قسطلانی کے قول کا ہے اور آپ ایسے جید علماء پر مخفی نہین کہ یہ رد
اولے نہین بلکہ اسکے خلاف ثابت ہے اسواسطے کہ ام رومان کی وفات سنہ ۶
مین ہوئی اور اسکے خلاف کسی نے نقل نہین کیا ہے بلکہ واقدی سے منقول ہے کہ اگر
ثابت ہووے کہ ام رومان کی وفات سنہ ۶ کے قبل ہوئی تو لازم آتا ہے کہ تخییر کا واقعہ
سنہ ۵ مین ہوا اور یہ کہا ہے کہ جب اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو
فتح دی اور قریظہ اور نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
ازواج مطہرات نے گمان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہود کے نفائس اور
ذخائر ملے ہین تو ازواج مطہرات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھین اور کہا کہ
یارسول اللہ کسریٰ اور قیصر کی لڑکیان زیور اور حلّے یعنی عمدہ کپڑا پہنتی ہین اور ہمارے
فاقے اور تنگی کی جو حالت ہے وہ ظاہر ہے کہ آپ ملاحظہ فرماتے ہین اور اسکے بعد اور
بھی یہ قصہ ہے اور اسوجہ سے نظم قرآن کے سمجھنے مین دقت لازم آتی ہے کہ قرآن شریف
مین اس تخییر کے واقعہ کا ذکر بعد ذکر فتح قریظہ کے ہے کہ فتح قریظہ کا ذکر اس آیت مین
ہے وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے مالک کر دیا تم لوگونکو
اُن کفار کی زمین اور اُنکے دیار اور اموال کا اور حاصل کلام یہ ہے کہ ایسے اشکالات
وقائع کی تاریخ مین بہت ہین اور نہایت مشکل ہین چنانچہ سیر کی کتابون کے دیکھنے
سے معلوم ہوتا ہے اور علماء نے جو تطبیق کی وجوہ ذکر کی ہین منجملہ اُن وجوہ کے اکثر
وجوہ ناراست ہین اور اسلیے صاحب سیرۃ شامیہ کی ہمتی ہے کہ روایات مختلفہ کی
تطبیق مین نہایت کوشش اور جانفشانی کی ہے اور وہ روایات سے غافل رہے

لیکن فی الحال وہ کتاب یہان موجود نہین اگر آپ کے شہر مین ملجاوے تو یہ مقام
اُسمین دیکھنا چاہیے اُس سے تشفی ہوجاتی ہے اور لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے گھوڑے سے گرنے کی جو حدیث ہے تو اُسمین کچھ اشکال نہین اسواسطے کہ احتمال
ہے کہ دو مرتبہ گھوڑے سے گرنے کا اتفاق ہوا ہو ایک مرتبہ ۵ھ مین اور دوسری مرتبہ
اُسوقت ایسا اتفاق ہوا ہو کہ جب ایلاء کا واقعہ ہوا تھا واللہ اعلم اور ایک دوسرا
قصہ بھی ہے کہ وہ ایلاء کے قصہ کے مشابہ ہے اور وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ
سے روایت ہے کہ اُنھون نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے
پوچھا اُسوقت جبکہ حضرت عمرؓ حج سے واپس تشریف لے آئے اُن دونون ازواج مطہرات
کا حال کہ اُن حضرات نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حجت کی تھی اور
اور یہ قصہ طویل ہے صحیحین وغیرہما مین مذکور ہے اور اُس روایت مین ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو چند دن کے لیے ترک فرمایا تھا اور ایک
روایت مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کنارہ کشی کی اور اپنے بالاخانے پر
بیٹھے اور لوگون مین مشہور ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے
اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے اجازت چاہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
کے بالاخانے پر جاوین اور یہ قصہ طویل ہے اور اسمین شبہہ نہین کہ یہ واقعہ ۹ھ
مین ہوا اسواسطے کہ اس واقعہ کی روایت کے شروع مین ہے کہ اُسوقت ملوک غسان
سے ایک بادشاہ کے آنے کا خوف ہم لوگون کو تھا یہ اسواسطے خبر معلوم ہوئی کہ وہ
ہم لوگون کی طرف آنا چاہتا ہے تو ہم لوگونکا دل اُسکے خوف سے ہولناک تھا
کہ ناگاہ میرے یار انصاری نے دروازہ ٹھونکا کہ آج ایک امر وقوع مین آیا تو مین نے
کہا کہ کیا غسانی آیا تو کہا کہ نہین بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک امر عظیم الشان وقوع

مین آیا ہی پھر آخر قصہ تک اس روایت مین مذکور ہی اور اسمین شبہہ نہین کہ غسانی کی آمد کا خوف ۹ہہ مین ہوا تھا اسکے قبل یہ خوف نہوا تھا لیکن صحاح مین یہ مذکور نہین کہ یہی واقعہ ایلاء کا تھا اور تخییر کی حالت اسکے بعد نازل ہوئی البتہ مسند عبد بن حمید اور صحیح مسلم اور تفسیر ابن مردویہ مین اس قصے کے آخر مین ہے کہ راوی کا بیان ہی کہ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم آپ بالاخانے پر صرف اُنتیس ۲۹ دن رونق افروز رہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ کبھی اُنتیس ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے یہ مضمون اُس روایت کا ہے کہ اُس مین یہ قصہ مذکور ہی تو اگر بعض رواۃ کو وہم نہوا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرا ایلاء تھا اور اس بنا پر تطبیق اسطرح دیجا سکتی ہی کہ سابق ایلاء اُسوقت ہوا تھا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے تھے اور یہ واقعہ ۵ھ مین ہوا تھا اور اُسوقت ام رومان زندہ تھین اور اُسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرات میمونہؓ اور ام حبیبہؓ اور جویریہؓ کے ساتھ نکاح کیا اور اسکے بعد تخییر کی آیت نازل ہوئی اور اس ایلاء کا سبب یہ ہوا تھا کہ ازواج مطہرات نے آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے مال اور دنیا طلب کی تھی اور یہ ایلاء ام رومانؓ کی وفات کے بعد ہوا تھا کہ اُسوقت نو ازواج مطہرات کا اجتماع آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس ہو گیا تھا اور یہ ایلاء اُسوقت نہوا تھا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم گھوڑے سے گرے تھے اور شاید آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے تخییر کی آیت اس ایلاء کے بعد بھی تاکید اً سنائی تھی تو اس سے بعضے لوگونکو گمان ہوا ہے کہ تخییر کا واقعہ ۹ھ مین ہوا تھا بلکہ روایات کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہی کہ جب آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جدید نکاح فرماتے تھے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ازواج مطہرات جمع ہوتی تھین تو تخییر کی آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے تاکہ زوجہ مطہرہ جدیدہ کو تبلیغ

ہوجاوے اور سابق کی ازواج مطہرات کو تاکید ہوجاوے اور اس بیان سے وہ اشکال بھی
دفع ہوجاتا ہے جو صحاح کی دو روایتون مین ہے کہ ایک روایت ابن شہاب کے
طریق سے ہی کہ روایت ہے عروہ بن زبیر رض سے اور انھون نے روایت کی حضرت عائشہ رض
سے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی باقی سب ازواج مطہرات
نے حضرت عائشہ رض کی متابعت کی اس امر مین کہ سب نے آنحضرت صلے اللہ تعالی علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم کو اختیار کیا اور ازواج مطہرات سے کسی نے دنیا اختیار نہ کی اور
دوسری روایت یہ ہے کہ ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ فاطمہ رض بنت ضحاک بن
سفیان کلابی کہ انکے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنہ ہجری مین نکاح
کیا انھون نے دنیا اختیار کی تو انکی عقل جاتی رہی اور بے محل بات کرتی تھین اور
کہتی تھین کہ مین شقی ہون اور ایسا ہی یہ خبر روایت کی ابن سعد نے عمر بن سعید سے
اور انھون نے روایت کی اپنے باپ سے اور انھون نے روایت کی اپنے دادا سے
مگر انھون نے کہا ہے کہ انھون نے اپنی قوم کو اختیار کیا تو پھر وہ کہتی تھین کہ مین شقی
ہون یہ جواب اس سوال کا ہے اور اسوقت بحالت انتشار حواس و اختلال حفظ و
اور اک اسقدر مین لکھہ سکا اور اسمین او نکات باقی ہین کہ آپ ایسے علما پر مخفی نہین
سلمکم اللہ تعالے و ابقاکم والسلام اولاً و آخراً

رفع اشتباہ در آیت وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ یعنی
اللہ تعالے کی وہ ذات ہے کہ اسنے آسمان اور زمین چھہ دن مین پیدا کیے ان ایام سے
وہ ایام مراد نہین کہ ان ایام مین حضرت آدم علیہ السلام بعد عصر کے پیدا کیے گئے
تا یہ ضرورت ہووے کہ کہا جاوے کہ ایام سے مراد اللہ تعالے کے حضور کے یعنی اس جہان
کے ایام مراد ہین بلکہ ایام سے مراد دفعات ہے یعنی چھہ دفعہ کر کے پیدا کیے گئے چنانچہ
ان دفعات کی تفصیل سورہ سجدہ مین مذکور ہے اور تفسیر فتح العزیز مین اسکی شرح

کامل طور پر مذکور ہوئی ہی اسوقت جو اس درست نہین اسوجہ سے ممکن نہین کہ وہ تحقیق مسودہ سے نقل کیجاوے اور یہ جو حدیث ہی خَلَقَ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ الخ یعنی تربت کو شنبہ کے دن پیدا کیا آخر حدیث تک تو اس سے مراد یہ ہی کہ یہ اشیا ران ایام مین پیدا کی گئین اور آسمان اور زمین پیدا کرنے کے بہت زمانے کے بعد یہ اشیا پیدا کی گئین اور یہ جو فرمایا ہے کہ یکشنبہ کو بنانا شروع کیا اور شنبہ کو اُس سے فراغت حاصل ہوئی تو اس سے مراد یہ ہے کہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے مین ایسا اتفاق ہوا اور یہ مراد نہین کہ امور ارضیہ کے پیدا کرنے مین ایسا اتفاق ہوا اور تربت سے مراد اس حدیث مین ارض نہین بلکہ اُس سے اُسقدر زمین مراد ہی کہ وہ زراعت اور نباتات کے قابل ہے اور زمین پیدا کرنے کے بہت دنون کے بعد یہ حصہ علٰحدہ مقرر کیا گیا اور یہ حدیث اگرچہ صحیح مسلم مین ہی مگر ذہبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے بارے مین دل مین خدشہ ہی اور ذہبی نے اپنی بعضی تصانیف مین لکھا ہی کہ صحیحین کی دو حدیث کے بارے مین میرے دل مین خلجان ہی ایک یہ حدیث ہی کہ صحیح مسلم مین ہے اور دوسری یہ حدیث ہی کہ صحیح بخاری مین ہی كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ یعنی مین اُسکا گویا کان تھا کہ اُس سے وہ سُنتا ہی اور بمنزلہ اُسکی آنکھ کے تھا کہ اُس سے وہ دیکھتا ہے۔

تفسیر آیۂ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا یعنے مشرکین نجس ہین تو چاہیے کہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ آوین تفسیر فتح العزیز مین لکھا ہی کہ اس آیت سے مشرک کی نجاست معلوم ہوتی ہی تو اس نجاست کی تحقیق مین علما مین اختلاف ہی ائمہ زیدیہ سے ہادی نے کہا ہے کہ کتے اور خنزیر کے مانند انکا بدن نجس ہے اور اُسکی دلیل یہ بیان کی ہی کہ ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہی کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے

کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَنْ صَافَحَ مُشْرِکًا فَلْيَتَوَضَّأْ اَوْ لِيَغْسِلْ كَفَّيْهِ یعنی جو شخص مشرک سے مصافحہ کرے تو چاہیے کہ وضو کرے یا اپنی دونون ہتھیلی دھو ڈالے اور ابن مردویہ نے ہشام بن عروہ کی روایت بیان کی ہے کہ ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے انھون نے اپنے دادا سے روایت کی کہ انھون نے کہا اِسْتَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جِبْرَائِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَاوَلَهٗ يَدَهٗ فَاَبٰى اَنْ يَّتَنَاوَلَ فَقَالَ يَا جِبْرَئِيْلُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَاْخُذَ بِيَدِيْ قَالَ اِنَّكَ اَخَذْتَ بِيَدِ يَهُوْدِيٍّ فَكَرِهْتُ اَنْ تَمَسَّ يَدِيْ يَدًا قَدْ مَسَّتْهَا يَدُ كَافِرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ فَنَاوَلَهٗ يَدَهٗ فَتَنَاوَلَهَا یعنی رخ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف پس اپنا ہاتھ انکی طرف بڑھایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ہاتھ پکڑنے سے انکار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل کس چیز نے باز رکھا آپ کو میرا ہاتھ پکڑنے سے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے ایک یہودی کا ہاتھ پکڑا ہے تو مجھکو کراہت پیدا ہوئی کہ میرا ہاتھ ایسے ہاتھ کو مس کرے کہ اسکو کافر کے ہاتھ نے مس کیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پانی طلب فرمایا اور وضو کیا اور پھر اپنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وہ ہاتھ مبارک پکڑ لیا تو ظاہر ہے کہ اس استدلال مین تامل ہوتا ہے اسواسطے کہ شرع مین وارد نہین کہ نجس چیز مس کرنے سے وضو واجب ہوتا ہے بلکہ واجب یہ ہے کہ صرف جس جگہ نجاست لگی ہے وہ جگہ دھوئی جاوے تو اگر مشرک نجس العین بھی ہوتا تو اسکو مس کرنے سے وضو لازم آنے کی کوئی وجہ نہین بلکہ اسکی نجاست دوسری طرح کی ہے کہ انشاء اللہ تعالے اسکی تحقیق آیندہ آویگی اور یہ استدلال نہایت واہی ہے کہ مستدل کا گمان ہے فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرک کا بدن نجس ہے اسواسطے کہ یہ حکم اگر

اسوجہ سے ہوتا کہ مشرکین کا بدن نجس ہے تو یہ حکم صرف مسجد حرام کے بارے مین
نہوتا اور یہ امر ظاہر ہے اور علاوہ اسکے مسند عبد الرزاق اور تفسیر ابن جریر و ابن
منذر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابی الشیخ مین مذکور ہے کہ قتادہ کی روایت مسند احمد
مین ہے کہ جابرؓ سے روایت ہے کہ انھون نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے لَا یَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مُشْرِكٌ بَعْدَ عَامِي هٰذَا اَبَدًا اِلَّا اَهْلُ الْعَهْدِ
وَخَدَمُكُمْ یعنی مسجد حرام مین اس سال کے بعد مشرک کبھی داخل نہو دین سوا اُن کفار کے
کہ انکے ساتھ اہل اسلام نے صلح کا عہد کیا ہو اور سوا اُن کفار کے کہ وہ تم لوگون کے
خادم ہون تو اگر مشرک کی نجاست بذاتہ ہوتی تو اہل عہد اور غلام مستثنے کیون
کیے جاتے اور اسی وجہ سے فقہاء اربعہ کا اُسپر اتفاق ہے کہ مشرکین کا بدن طاہر
ہے اور یہ مسئلہ دلیل نقلی اور دلیل عقلی سے ثابت کیا ہے اور دلیل نقلی یہ ہے
کہ زمانہ صحابہؓ سے اب تک برابر شائع اور رائج ہے کہ اہل اسلام مشرکین کے
برتن سے پانی پیتے ہین اور مشرکین اپنے ہاتھ سے پانی لے آتے ہین اور وہ
پانی اہل اسلام پیتے ہین چنانچہ حذیفہ بن یمان نے مداین مین کہ ایک دہقانی تھا اُسکے
ہاتھ کا پانی پیا اور ایسا ہی حضرت عمرؓ نے نصرانی کے گھر کے پانی سے وضو کیا اور اسطرح
کے اور بھی واقعات وقوع مین آئے ہین اور یہ بھی ثابت ہے کہ ہند اور سندھ
اور حبش اور بربر سے اور مجوس فارس کے یہان سے اور خراسان سے کپڑا عرب
مین جاتا تھا اور وہ کپڑا وہان کے اہل اسلام پہنتے تھے اور اُس سے کچھ انکار نہ رکھتے
تھے اور مثلاً شہد اور گھی وغیرہ تر چیز مشرکین کے یہان کی کھاتے تھے تو اگر مشرکین کا بدن
نجس ہوتا تو اہل اسلام ایسا کیون کرتے اور خصوصاً اہل کتاب کہ یہود و نصارے سے
ہین اونکی عورتون کے ساتھ بالاجماع نکاح کرنا جائز ہے اور یہ ظاہر دلیل اس امر کے
لیے ہے کہ مشرکین کا بدن اور پسینا پاک ہے اور عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر مشرکین

کا بدن نجس العین ہوتا تو اسلام قبول کرنے کے بعد اُنکا بدن تبدیل کسطرح ہو جاتا اسواسطے کہ اسلام کی تاثیر اُنکے بدن مین نہین ہوتی ہے بلکہ اسلام کا اثر صرف اُنکی روح مین پہونچتا ہے اور میرے نزدیک اسمین بحث ہے اسواسطے کہ اجماع سے ثابت ہے کہ انقلاب حقیقت سے طہارت حاصل ہوتی ہے چنانچہ علمانے کہا ہے کہ جب گدھا نمک کی کان مین ڈالدیا جاوے اور نمک ہو جاوے تو وہ طاہر ہو جاتا ہے اور ایسی اور بھی صورتین ہین کہ جب کافر اسلام سی مشرف ہوتا ہے تو اُسکے احکام متغیر ہو جاتے ہین کہ اسلام کی وجہ سے معصوم الدم ہو جاتا ہے یعنی اُسکے قتل سے ممانعت ہو جاتی ہے اور وہ شہادت اور کفاءۃ اور ولایۃ وغیرہا کے قابل ہو جاتا ہے تو اُسکی حقیقت حکماً تبدیل ہو جاتی ہے اگرچہ حقیقۃً تبدیل نہین ہوتی ہے مثلاً لڑکا جب بالغ ہو جاوے اور غلام جب آزاد کر دیا جاوے تو اُسکی حقیقت بھی حکماً تبدیل ہو جاتی ہے تو یہ بعید نہین کہ یہ تبدل حقیقۃً انقلاب شمار کیا جاوے اور کہا جاوے کہ بحالت شرک کے اُسکا بدن نجس تھا اور بعد اسلام کے اُسکی طہارت کا حکم ہوا اور اُن علماء کا جو قول یہ ہے کہ اسلام کی تاثیر اُنکے بدن مین نہین ہوتی ہے بلکہ صرف اُنکی روح مین ہوتی ہے تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اگر اُنکی مراد یہ ہے کہ اسلام کی تاثیر بالذات اُنکے بدن مین نہین ہوتی ہے تو یہ مسلم ہے اور اس سے ہمارے مدعا مین ضرر نہین اسواسطے کہ ہم تاثیر ذاتی کے قائل نہین اور نہ اسکی اس امر مین کچھ ضرورت ہے کہ نجاست کی صفت طہارت کے ساتھ منقلب ہو جاوے اور اگر اُنکی مراد یہ ہے کہ اسلام کی مطلقاً تاثیر اُنکے بدن مین نہین ہوتی ہے حتی کہ بالعرض بھی تاثیر نہین ہوتی ہے تو یہ قابل تسلیم نہین اسواسطے کہ اوپر مذکور ہوا ہے کہ اسلام کے بعد وہ معصوم الدم ہو جاتے ہین اور یہ صرف بدن کے احکام سے ہے تو ایسا ہی یہ حکم طہارت کا بھی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ روح اور بدن مین نہایت درجہ کا امتزاج ہے

شرعی نجاست کے طبقات کی تفصیل

کہ ایک کا حکم دوسرے مین سرایت کرتا ہے توجب روح بالذات طاہر ہوئی تو بدن بھی بالعرض طاہر ہوا اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ شرعی نجاست کے چند طبقات ہین اور ہر طبقہ کے لیے علٰحدہ حکم ہے تو طبقۂ اولٰے نجاست جسمیہ ہے اور اُسکی تین قسمین ہین اسواسطے کہ یا ایسی نجاست ہے کہ وہ صرف وہم کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہی عقل کے نزدیک اُسکی نجاست ثابت نہین بلکہ وہ نجاست عقل کے خلاف ہے جیسے ناک کا پانی اور تھوک اور وہ برتن ہے کہ خاص بول و براز کے لیئے بنایا گیا ہو اور ہنوز اُسمین بول و براز نہ لگا ہووے یا بول و براز لگنے کے بعد دھو کر پاک کیا گیا ہو اور اسطرح کی نجاست کو متقذرات کہتے ہین نجاست نہین کہتے اور جو اُس سے پرہیز رکھے اُسکو متنظف کہتے ہین متطہر نہین کہتے اور یہی فرق تنظیف اور تطہیر مین ہے اور شرع مین اسکا اعتبار مساجد اور نماز کے مقام کے بارے مین ہے چنانچہ مسجد مین تھوکنے کے بارے مین وعید وارد ہے اور اونٹ کے رہنے کی جگہ مین اور حمام وغیرہ ایسی جگہون مین نماز پڑھنا منع ہے اور یا وہ نجاست جسمیہ ایسی نجاست ہے کہ وہم اور عقل دونون کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہے اور وہ نجاست حقیقیہ ہے مثلاً بول و براز اور دم مسفوح یعنی جاری خون اور حیوانات کا فضلہ وغیرہ اور جو اسطرح کی چیزین ہین اور اس نجاست کا شرع مین بھی اعتبار ہے چنانچہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہووے تو ایسی نجاست کا دھونا واجب ہے اور بلا اشد ضرورت کے ایسی نجاست بدن اور کپڑے مین لگانا حرام ہے اور وہ نجاست جسمیہ یا ایسی نجاست ہے کہ صرف عقل کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہے اور وہم کو اُسمین دخل نہین اور یہ نجاست چند طرح کی مختلف طور پر ہے بعض ایسی نجاست ہے کہ اُسوقت عقل سے معلوم ہوتی ہے کہ جب عقل شرع کے نور سے منور ہو جاوے اور وہ نجاست حکمیہ ہے مثلاً حدث اور جنابت اور حیض اور نفاس تو سب بدن کا نجس ہو جانا حدث اور منی اور حیض اور

نفاس کا خون نکلنے سے وہم کے ذریعہ سے نہین معلوم ہوتا ہے بلکہ جب عقل شرع کے نور سے منور ہوتی ہے تو اُسوقت عقل کے ذریعہ سے یہ نجاست معلوم ہوتی ہے جو وجد انبات کی حالت سے ہے اور اُسوقت انسان کو اس نجاست سے اُسیقدر نفرت ہوتی ہے کہ جسقدر نجاست حقیقیہ سے نفرت ہوتی ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ متنفر ہوتا ہے اور بعض نجاست ایسی ہے کہ عقل کے ذریعہ سے بھی معلوم نہین ہوتی ہے البتہ جب ملائکہ کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے اور اُنکی مصاحبت کا اتفاق ہوتا ہے تو اُسوقت عقل کے ذریعہ سے وہ نجاست معلوم ہوتی ہے جیسے کذب اور غیبت اور چغلی کی نجاست ہے اور اسی طرح کی نجاست بعضے اخلاق ذمیمہ کی بھی ہے کہ ایسے اخلاق بعضے نفس مین ہوتے ہین چنانچہ صحیح حدیث مین وارد ہے کہ جب بندہ جھوٹھ بولتا ہے تو اُسکی بدبو کی وجہ سے فرشتے اُس شخص کے پاس سے دور چلے جاتے ہین اور اسیطرح کی یہ سب نجاست بھی ہے یعنی شراب اور دیگر مسکرات کی نجاست اور سود کے روپیہ کی نجاست اور زانیہ اور زانی کی نجاست اور نجاست کی یہ قسم درحقیقت طبقہ ثانیہ سے ہے یعنی نجاست روحانیہ ہے لیکن چونکہ اسکی تاثیر اعمال اور اخلاق مین ہوتی ہے اسوجہ سے جب وہ اعمال اور اخلاق بدن کے ساتھ متعلق ہوتے ہین اور ملائکہ کے ساتھ مصاحبت ہوتی ہے تو اسکا اثر بدن مین بھی معلوم ہوتا ہے اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اُس چیز کے تناول فرمانے سے پرہیز فرماتے تھے کہ اُسمین بقولات یعنی لہسن اور پیاز وغیرہ اسطرح کی چیز رہتی تھی اور اپنے ساتھ کے صحابی سے کبھی ایسے محل مین کہ اسطرح کی چیز کھانے کی حاضر کی گئی فرمایا کہ تم کھاؤ اسواسطے کہ مین اُسکے ساتھ مخاطب ہوتا ہون کہ تم اُسکے ساتھ مخاطب نہین ہوتے اور تیسرا طبقہ نجاست کا نجاست روحی ہے کہ اُسکا کچھ بھی اثر بدن مین ظاہر نہین ہوتا ہے اور وہ باطل اعتقاد کی نجاست ہے اور اُسکے انواع

سے زیادہ قبیح شرک ہے اور یہ نجاست کسی طرح عقل کے ذریعہ سے دریافت نہیں ہو سکتی ہے اور چونکہ طبقات نجاست کے مختلف ہین اسوجہ سے ہر طبقہ کے بارے مین حکم بھی علیحدہ ہے تو طبقۂ اولے کی نجاست کے بارے مین حکم یہ ہے کہ سب خاص و عام پر واجب ہے کہ ہر جگہ ہر وقت اُس سے پرہیز کرین البتہ بوقت ضرورت معاف ہے مثلاً رعاف دائم ہووے یا ایسا ہی اور کوئی عذر ہووے اور طبقۂ ثانیہ کی نجاست کے بارہ مین حکم ہے کہ خواص اولیا و صاحبان شرف پر واجب ہے کہ اُس سے پرہیز کرین مثلاً صدقہ کا مال بنی ہاشم کے حق مین حرام ہے دوسرون کے حق مین حرام نہین اور مثلاً روزہ کی حالت مین فساق کے ساتھ اختلاط رکھنا ہے اور اسی قبیل سے روزہ کی حالت مین غیبت اور کذب بھی ہے اور نجاست کے طبقۂ ثالثہ کے بارے مین حکم ہے کہ کسی پر واجب نہین کہ اُس سے پرہیز کرے بلکہ اسکا حکم صرف مسجد حرام کے بارہ مین علیحدہ ہے کہ وہ قبلہ نماز کا ہے اور اللہ تعالے کے ساتھ اسکو خصوصیت ہے اور یہ امام مالکؒ نے باقی سب مساجد کو بھی مسجد حرام پر اس بارہ مین قیاس کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اور سب مساجد مین بھی مشرکین کا جانا منع ہے لیکن جمہور کے نزدیک مسجد حرام اور دوسری مساجد مین فرق ہے اسواسطے کہ اور مساجد بمنزلۂ خلیفہ مسجد حرام کے ہین اور بمنزلہ اسکے ظل کے ہین اور مسجد حرام اس امر مین اصل ہے کہ قبلہ ہے اور اللہ تعالے کے ساتھ اسکو خصوصیت ہے تو مسجد حرام کا خاص مرتبہ ہے کہ وہ مرتبہ دوسری مساجد کا نہین اور اگر اسکی زیادہ توضیح منظور ہووے تو سمجھنا چاہیے کہ سب زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اور اسیوجہ سے شارع نے فرمایا ہے جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْیُصَلِّ یعنی زمین ہمارے لیے سجدہ کی جگہ اور پاک بنائی گئی ہے تو میری امت کے ہر شخص کے لیے حکم ہے کہ جب نماز کا وقت آجاوے تو وہ نماز پڑھے لیکن چونکہ زمین مین بندہ کا دعوی ملکیت کا

ہوتا ہے اسواسطے سب زمین کا خالصًا للہ ہونا محل اشتباہ ہوا تو ضرور ہوا کہ زمین کا بعض حصہ علیحدہ کر دیا جاوے تا وہ خالصًا للہ ہووے اور اللہ تعالے کی عبادت کے لیے مقرر کر دیا جاوے اور اُسی کو مسجد کہتے ہین تو ایسے مواضع اُسکے مالک کی تخصیص کرنے سے خالصًا للہ ہوتے ہین ایسا نہین کہ خاص اللہ تعالے نے وہ مواضع خاص کر دیے ہون کہ خالصًا للہ ہون اور مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کو خاص اللہ تعالے نے مخصوص فرما دیا ہے کہ وہ خالصًا للہ ہے تو جسقدر مواضع کی نسبت اللہ تعالے کے ساتھ ہے اُن سب مین یہ دونون مسجد اشرف ہین اور بلا تشبیہ اُسکی مثال یہ ہے کہ کسی اقلیم کا کوئی بادشاہ ہووے تو کہا جاویگا کہ وہ سب اقلیم اُس بادشاہ کی ہے اور اُس اقلیم کے سب مواضع کی نسبت علی التسویہ اُسکی طرف ہوگی پھر بعض مواضع کی تخصیص اُس بادشاہ کے ساتھ ہو جاوے مثلاً ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر قریہ مین جو جگہ حکام کے اجلاس کے لیے ہو تو گویا اسی طرح اللہ تعالے کے نزدیک عام مساجد ہین اور مثلاً بعض مواضع کو خاص سلطان جداگانہ اپنے لیے مخصوص کر لیوے مثلاً قلعہ کہ دار الخلافت ہووے تو جو لوگ بادشاہ کی طرف متوجہ ہونگے گویا وہ جگہ اُن لوگون کے لیے بمنزلۂ قبلہ کے ہوگی اسی طرح مسجد حرام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور اسیوجہ سے اُسکے گرداگرد حرم قرار پایا کہ وہان منع ہے کہ شکار کیا جاوے یا کوئی دشمن قتل کیا جاوے اور حکم ہے کہ جب وہان جانا چاہے تو زینت اور خوشبو وغیرہ جو اشیاء احرام مین ممنوع ہین اُس سے پرہیز کرے اور سلاطین کا معمول ہے کہ اُنکی رعایا سے جب کوئی شخص جرم کرتا ہے تو اُسکو سزا دیتے ہین اور جب کوئی ایسا جرم عظیم کرتا ہے کہ اُسکا قیاس کسی دوسرے جرم پر نہین ہو سکتا ہے تو اُسکو منع کر دیتے ہین کہ سلطان کے حرم مین یا دربار خاص مین نہ آنے پاوے تو ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشرک ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کی نجاست اُس مین

ہے تو اللہ تعالے نے اسکو منع فرما دیا ہے کہ وہ بیت الحرام مین نہ آوے اسواسطے
کہ بیت الحرام کو اللہ تعالے کے ساتھ خاص خصوصیت ہے کہ وہ خصوصیت اس
بارہ مین مسجد حرام کے مانند دوسری مساجد مین نہین واللہ اعلم بالصواب

فائدہ متعلق آیہ وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى یعنی اللہ تعالے فرماتا ہے
کہ جو شخص میرے ذکر سے اعراض کریگا تو قیامت کے دن اسکو ہم اندھا اٹھاوینگے
اس آیت کی نہایت قوی توجیہ یہی ہے کہ نابینائی سے مراد ظاہری نابینائی ہے
لیکن وہ ظاہری نابینائی تشبیح اور مثال باطنی نابینائی کی ہوگی کہ دنیا مین اس
شخص مین تھی اور آخرت مین حقائق کے معانی اور صور کا تشبیح صور تمثالیہ اور
اشباح متشاکلہ مین ہوگا تو باطنی نابینائی کہ دنیا مین تھی آخرت مین ظاہری نابینائی
کی صورت مین ظاہر ہوگی اور وہ لوگ اپنے کو اندھا پاوینگے تو پوچھین گے کہ
رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا یعنی اے پروردگار تو نے مجھکو اندھا
کیون اٹھایا یعنی یہ ظاہری نابینائی کیون ہے اور دنیا مین تو مجھ مین ظاہری
بینائی تھی یعنی قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کا اعادہ ہوتا ہے تو سابق مین وہ چیز جیسی ہوتی
ہے اسی طرح اسکا اعادہ بھی ہوتا ہے تو انکو جواب دیا جاوے گا کہ تم
مین مطلقاً باطنی بینائی نہ تھی بلکہ تم ایسا ہی ہماری آیات مین غور کرنے کے بارے
مین دل کے نابینا تھے تو وہ باطنی نابینائی یہان ظاہری نابینائی کی صورت مین
ظاہر ہوئی ہے اسواسطے کہ یہان باطنی امور کا ظہور صور ظاہرہ مین ہوا ہے اور
اگر کہا جاوے کہ عمی سے مراد بصیرت مین حیرت ہونا ہے تو یہ مراد سیاق کلام کے
خلاف ہوتی ہے اسواسطے کہ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا کے ساتھ حیران نہین ہوتا ہے اور
اسکے بعد یہ ہے كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى یعنی اللہ تعالے
فرماویگا کہ اور اسی طرح ہماری آیات تمھارے پاس آئین تو تم انکو بھول گئے اور

ایسا ہی آج تم بھلا دیے جاتے ہو تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص دنیا مین جاہل تھا یا قصداً جہالت کا کام کرتا تھا تو اگر آخرت مین بھی صرف اُسی طرح جاہل اُٹھایا جاوے تو اُسکی سزا کیا ہوگی اور اُسکے فعل پر ضرر کیا مترتب ہوگا اور اس کلام کے سیاق سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کرتا ہے اُسکے پاداش مین آخرت مین اُسکی یہ سزا ہوگی اب یہ بیان کرتا ہون کہ جب کہا جاتا ہے کہ عمی سے مراد اس آیت مین ظاہری نابینائی ہے تو اس آیت اور دوسری آیات مین مخالفت ہوتی ہے مثلاً یہ آیت ہے اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یعنی کیا خوب سنتے ہونگے اور کیا خوب دیکھتے ہونگے جسدن آوینگے ہمارے پاس لیکن ظالم آج کے دن ظاہر گمراہی مین ہین اور اسکے مانند اور جو آیات ہین اور اگرچہ یہ آیت اکثر آیات کے موافق بھی ہے مثلاً وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اور ہم اُٹھاوینگے اُن لوگون کو یعنی کفار کو قیامت کے دن اُنکے منھ پر اندھے اور گونگے اور بہرے چنانچہ اسی ظاہری مخالفت کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا یہ نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَرَاَى الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ یعنی اور دیکھین گے گنہگار دوزخ کو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا یعنی سُنین گے منکرین قیامت دوزخ کا افروختہ ہونا اور جلانا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا یعنی پکارین گے منکرین قیامت کے ہلاکت کو تو حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ تو یہ لوگ اندھے اور گونگے اور بہرے کسطرح ہونگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یعنی یہ لوگ ایسی چیز نہ دیکھین گے کہ اُس سے اُنکو خوشی ہووے اور کوئی عذر نہ بیان کر سکین گے اور ایسی چیز نہ سنینگے کہ اُسکے سُننے سے اُنکو خوشی ہووے

اور اس تعارض کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ ابتدا ءحشر مین ان لوگونکی صورت اندھے اور گونگے اور بہرے کی صورت کے مانند ہوگی کہ کوئی امر حق نہ دیکھین گے اور نہ کہینگے اور نہ سنین گے اور پھر جب اللہ تعالی کے قہری تجلی کے حضور مین جاوین گے اور کامل طور پر پردہ اٹھ جاویگا تو انکے حواس کی تجلی مین کامل قوت آویگی اور اسی تجلی کا ذکر اللہ کے اس کلام پاک مین ہے یَوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ یعنی جسدن کھڑے ہونگے لوگ رب العالمین کے حضور مین اور یہی ذکر اللہ تعالے کے اس کلام پاک مین بھی ہے وَاَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ وَجِایۡٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ یعنی اور روشن ہوگی زمین اپنے پروردگار کے نور سے اور رکھا جاویگا نامہ اعمال اور لائے جاوینگے پیغمبران اور گواہان اور اس تطبیق کی طرف ان آیات کے لفظ مین ارشاد ہو کہ نَحۡشُرُهٗ اَعۡمٰی اور نَحۡشُرُهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ عَلٰی وُجُوۡهِهِمۡ عُمۡیًا وَّبُكۡمًا وَّصُمًّا یعنی مراد یہ ہے کہ عمی وغیرہ کی حالت مین انکو ہم اٹھاوین گے اور یہ جو آیت ہے اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ یَوۡمَ یَاۡتُوۡنَنَا اسمین مذکور ہے کہ جسدن ہمارے پاس آوینگے یہ لوگ کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہون گے یعنی ابتداء حشر مین یہ لوگ اندھے گونگے بہرے ہونگے اور جب قہری تجلی کے حضور مین جاوینگے تو اسوقت دیکھنے سننے لگینگے واللہ اعلم۔

سوال اللہ تعالے نے فرمایا ہے وَجَعَلۡنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الۡبٰقِیۡنَ یعنی اور گردانا ہمنے نوح کی اولاد کو باقی رہنے والے جمہور مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مین ذکر کیا ہے کہ روے زمین کے سب آدمی طوفان مین غرق ہو گئے اور جن لوگون نے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی مین نجات پائی انہین سے اور کسی کی نسل سے کوئی باقی نہ رہا صرف حضرت نوح علیہ السلام کے تین لڑکونکی نسل سے دنیا مین لوگ ہوے اور اسیوجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہتے ہین

اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ جب تک رسول نہین بھیجتا ہے اور اتمام حجت نہین کر لیتا کسی پر عذاب نہین کرتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت عام طور پر سب خلق کے لیے تھی اور حالانکہ اس امر کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت سے شمار کیا ہے اور صاحب مواہب لدنیہ نے اسکے چند جواب دیے ہین اور صاحب تفسیر مظہری نے جمہور کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ گمان یہ ہے کہ طوفان صرف نوح علیہ السلام کی قوم کے واسطے ہوا تھا اور سب جہان کے لیے طوفان نہوا تھا اور لام کہ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا مین ہے وہ عہد کے واسطے ہے یا لازم نہ آوے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت عام طور پر سب خلق کیلیے تھی اور صاحب تفسیر مظہری نے کہا ہے کہ حصر جو اس آیت مین ہے وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ یعنی اور کر دیا ہمنے صرف نوحؑ کی اولاد کو باقی رہنے والے تو یہ حصر اضافی ہے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے انھین سے صرف حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کی نسل سے آیندہ لوگ ہوئے۔

جواب سلف اور خلف سے کسی کا یہ قول نہین کہ طوفان صرف حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے حق مین ہوا تھا اور یہود کے باطل اقوال کا اعتبار نہین اور حق یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت عام طور پر سب اہل زمین کے لیے تھی اور پچاس کم ایک ہزار برس مین سب کو اسلام کی دعوت پہونچی تو اتمام حجت سب پر ہو گیا تھا اور آخر عذاب اللہ تعالیٰ کی عادت کے موافق ہوا اور سب اہل زمین حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے تھے لیکن یہ حکم خاص اُسی زمانے مین تھا اسکے بعد یہ حکم باقی نہ رہا اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام طور پر اہل زمین کے لیے ہر زمانہ مین ہے اور یہی حکم قیامت تک رہیگا تو واضح ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اسلام مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام مین فرق ہے،

نوح علیہ السلام کی دعوت اسلام کی سب اہل زمین کے لیے اُسی زمانہ تک تھی اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کی سب اہل زمین کے لیے عام طور پر ہر زمانہ مین قیامت تک رہیگی۔

سوال اللہ تعالےٰ کا کلام پاک وَيَتَّقْهِ کہ ساتھ سکون قاف کے ہی بیضاوی نے لکھا ہے کہ کتف اور فخذ کے قاعدے کے موافق یہان بھی قاف ساکن ہوا ہے اور یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ فعل کے وزن کا قیاس اسم کے وزن پر کیا جاوے۔

جواب وَيَتَّقْهِ کہ ساتھ سکون قاف کے ہے اسکی بنا اسپر ہے کہ تشبیہ تقہ کی کہ جزو کلمہ ہے ساتھ فخذ کے ہے اور ایسا نہین کہ مجموعہ فعل کی تشبیہ اسم کے ساتھ ہے اور یہ تشبیہ صرف قراءۃ اور تلفظ کی تسہیل مین ہے نفس کلمہ کی تعلیل مین تشبیہ نہین اور اسمین مضائقہ نہین کہ فعل کا قیاس اسم پر ایسے امر مین کیا جاوے کہ اُسکا اثر تلفظ اور قراءۃ مین ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ حروف ادا کرنے مین عسرت ہونا اسم اور فعل دونون مین مشترک ہے اور تخفیف کا لحاظ دونون مین برابر ہے اور جب علت مشترک ہے تو ضرور ہے کہ اثر بھی مشترک ہووے اور اسمیت اور فعلیت کا فرق اس امر کے لیے مانع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یہ فرق اسمیت اور فعلیت کا کلمہ کے معنے اور اُسکے توابع کے اعتبار سے ہے اور تخفیف کی بنا تلفظ اور قراءۃ پر ہے واللہ اعلم۔

قولہ تعالےٰ وَبِذِي الْقُرْبٰى جاننا چاہیے کہ سورۂ بقرہ مین ذِي الْقُرْبٰى بدون با کے ہے اور سورۂ نساء مین بِذِي الْقُرْبٰى ساتھ با کے ہے اور ضرور ہے کہ اس اسلوب کے تغیر مین کوئی نکتہ ہوگا اور بعد غور و فکر کے جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سورۂ نساء مین شروع سورہ سے یہان تک اقارب کا ذکر ہے اور اُنکے متعلق مواریث اور وصایا اور نماز کے احکام کا بیان ہے اور یہ سب امر مطلوب ہے اور اسمین تاکید مناسب اور مستحسن ہے بخلاف سورۂ بقرہ کی آیت کے کہ اُس مین

بنی اسرائیل کا قصۂ گذشتہ مذکور ہے اور اسمین کوئی امر مطلوب نہین اسواسطے وہ مقام تاکید نہین۔

قولہ تعالیٰ فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ یہ آیت سورۂ نسار مین ہے اور سورۂ مائدہ مین اسطرح ہے فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ مِنْهُ یعنی پس مسح کرو اپنے منھہ اور ہاتھہ کا تو مِنْهُ کا لفظ سورۂ نسار کی اس آیت مین نہین اور سورۂ مائدہ کی اس آیت مین ہے تو اسمین نکتہ یہ ہے کہ سورۂ مائدہ مین وضو اور اُسکے واجبات کی تفصیل اس کلام کے قبل قصداً اور بالذات ہے تو مناسب ہوا کہ تیمم کے واجبات بھی بالاستیعاب ذکر کیے جاوین اسواسطے مِنْهُ کا لفظ زیادہ کیا گیا تا معلوم ہو جاوے کہ اتصال وضو کا تیمم کے ساتھہ حکم مین ہے اور سورۂ نساء کی آیت تبعاً اس نہی کے مذکور ہے کہ وہ نہی وارد ہے اس امر مین کہ جب ذہن دوسرے امر مین مشغول ہو تو اُسوقت نماز نہ پڑھنا چاہیے یعنی خلوص کے ساتھہ پڑھنا چاہیے اور جو چیز تبعاً مذکور ہوتی ہے اُسکی تفصیل کی ضرورت نہین ہوتی۔

قولہ تعالیٰ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا یعنی اور جسنے شرک کیا تو تحقیق کہ اُسنے بڑا گناہ افترا کیا یہ آیت سورۂ نسار مین ہے اور اُسی سورہ کے اخیر مین اس آیت کے آخر مین یہ ہے فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا یعنی پس تحقیق کہ نہایت گمراہ ہوا تو اس اسلوب کے تغیر مین نکتہ یہ ہے کہ پہلی آیت یہود کے قصہ کے سیاق مین وارد ہوئی کہ اُن لوگون نے تحریف کی تھی اور کہا اِفْتِرَاءً عَلَى اللّٰهِ اور کہا عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ یعنی عزیز بیٹا اللہ کا ہے تو مناسب ہوا کہ اس آیت کے آخر مین افتراء عظیم کا ذکر ہووے اور دوسری آیت عرب اور بت پرستون کے قصہ کے سیاق مین وارد ہوئی کہ اُن لوگون نے کتاب سے استدلال نہ کیا اور بت کی پرستش کی تو مناسب ہوا کہ اس آیت کے آخر مین ضلال بعید ذکر کیا جاوے

اسواسطے کہ اُن لوگون نے حق اور کتاب کا خیال نہ کیا اور گمراہ ہوے اور یہ بھی وجہ ہے کہ دوسری آیت کے قبل یہ کلام پاک ہے وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ یعنی اور وہ لوگ نہین گمراہ کرتے مگر اپنی جان کو تو مناسب ہوا کہ اُنکے قصے کے آخر مین گمراہی کا بیان کیا جاوے۔

قولہ تعالیٰ فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ یعنی پس ابراہیم علیہ السلام کی قوم سے بعضے ایمان لائے اور بعضے اُس سے باز رہے یہ آیت سورہ نساء مین ہے تو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ تغابن کے شروع مین فرمایا ہے فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ یعنی بعضے تم لوگون مین سے کافر ہوے اور بعضے تملوگون مین مومن ہوے تو سورہ نساء مین مؤمن کا ذکر کافر کے ذکر سے پہلے فرمایا ہے اور سورہ تغابن مین کافر کا ذکر مؤمن کے ذکر سے پہلے ارشاد فرمایا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ سورہ نساء مین اس آیت کے قبل یہ کلام پاک ہے فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ یعنی تحقیق کہ دی ہمنے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت اور اصل یہ ہے کہ ایمان اور کفر اُن لوگون کا دوسرے کی ترغیب سے ہوا اور سورہ تغابن کی آیت مشرکین قریش کی مخاصمت کے بیان مین ہے اور اُنکا کفر اصلی تھا اور اُن مین سے بعضے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کو قبول کیا اور وہ اسلام سے مشرف ہوے تو دونون مقام مین جو امر اصل تھا وہ مقدم کیا گیا واللہ اعلم۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بعضے احکام مین قرآن شریف سے ظاہرا کوئی ایسا امر مفہوم ہوتا ہے کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ وہ ظاہر امر متروک ہو مثلاً حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ یعنی حتے کہ نکاح کرلیوے وہ عورت مطلقہ کسی دوسرے شوہر سے تو اس سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ صرف دوسرے شخص سے نکاح کر لینے سے عورت مطلقہ کہ اسکو تین طلاق اُسکے شوہر نے دی ہون اُس شوہر کے لیے حلال ہو جاتی ہے

اور یہ شرط نہین کہ دوسرا شوہر وطی بھی کرے چنانچہ یہی حکم سعید بن مسیب کے نزدیک ثابت ہے اور متواتر حدیث سے ثابت ہے کہ وطی شرط ہے اور مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ یعنی اور جسنے قتل کیا مؤمن کو خطا سے تو واجب ہے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور مقتول کے اہل کو دیت دیوے تو اس آیت سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ قتل خطا کی دیت قاتل کے مال مین واجب ہوتی ہے عاقلہ پر واجب نہین ہوتی جیسا خوارج کا مذہب ہے تو ایسے ظاہر معنے پر تمسک کرنا عذر نہین اور یہ خطاے اجتہادی ہرگز معاف نہین اسواسطے کہ یہ خطا اجتہاد کے محل مین نہین اور جب ایسے محل مین خطا واقع ہووے کہ وہ اجتہاد کا محل نہو تو ایسی خطا ہرگز قابل عذر کے نہین نہ مجتہد کے حق مین اور نہ غیر مجتہد کے حق مین ایسی خطا قابل عذر کے ہے ایسا ہی صاحب ہدایہ نے تحلیل کی بحث مین لکھا ہے۔

سوال قرآن شریف مین ہے وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ یعنی تحقیق کہ کفار نے اپنے گمان مین قرار دیا درمیان خدا کے اور درمیان جنات کے نسب اور البتہ تحقیق کہ جانتے ہین جنات کہ وہ لوگ ضرور حاضر کیے جاوینگے عذاب مین پاک ہے اللہ اُس سے کہ بیان کرتے ہین مدارک التنزیل مین لکھا ہے کہ جنہ سے مراد ملائکہ ہین۔

سورہ والصّٰفّٰت

جواب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ یعنی نہین ہے ہم مین سے کوئی مگر اُسکے لیے ایک مقام معلوم ہے ارجح یہ ہے کہ یہ قول ملائکہ کا اور ایسا ہی قرآن شریف مین چند مقام مین واقع ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فر[illegible] وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ یعنی ہم نہین نازل ہوتے مگر آپ کے پرور[illegible]گار کے حکم سے اور بالاتفاق ثابت ہے کہ یہ قول حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ہے اور یہ امر

کہ جنہ سے مراد ملائکہ ہین نہایت بعید ہے اور ایک تفسیر کبیر ابی مسلم اصفہانی کی ہے اسمین الیسی آیات مین ربط اور مناسبت ثابت کی ہے اور ان آیات کو غیر معانی ماثورہ پر حمل کیا ہے۔

قولہ تعالیٰ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ امانت سے مراد یا تکلیف اور ثواب و عقاب کا اہل ہونا ہے اور یا مراد طاعت ہے کہ بالاختیار طبیعت کے مقتضا کے خلاف کیجاوے اور یا مراد شرع کے حدود وارد وہ احکام ہین کہ جبتک شارع ظاہر نکرے غیر کو معلوم نہین ہو سکتے ہین جیسے وضو اور روزہ اور جنابت کا غسل ہے ایسا ہی متقدمین مفسرین سے منقول ہے اور یا امانت سے مراد متصف ہونا ہے ساتھ جمیع اسماء حسنیٰ کے اور یہ شیخ اکبر نے فتوحات مین اختیار کیا ہے اور یا مراد خلافت اور ریاست ہے اور یہ جیلی وغیرہ عرفا نے اختیار کیا ہے اور اول شق پر اعتراض ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ کے مکلف ہونے مین جن اور آدمی دونون برابر ہین تو اس آیت مین انسان کی تخصیص کی کیا وجہ ہے اور اسکا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ صرف انسان نے امانت قبول کی بلکہ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ آسمان اور زمین اور پہاڑ نے امانت قبول نہ کی اور اُنسے علیحدہ ہو کر انسان نے امانت قبول کر لی اور ممکن ہے کہ انسان کے قبل غیر نے بھی مثلاً جن نے امانت قبول کی ہو اور اس جواب مین یہ شبہہ ہوتا ہے اس مقام کا مقتضے یہ ہے کہ تخصیص مطلق مراد ہووے اسواسطے کہ یہ یا مقام مدح کا ہے یا مقام ذم کا ہے اور کوئی انمین سے بدون تخصیص کے حاصل نہین ہو سکتا ہے اور اس شبہہ کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ انسان عام ہے جنات سے اسواسطے کہ جن بھی انسان ناری ہے اور اس جواب مین یہ شبہہ ہوتا ہے کہ یہ قرآن کے الفاظ کے خلاف ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اصالۃً احکام شرعیہ کی تکلیف انسان نے قبول کی اور جنات گویا انسان کے لیے بمنزلۂ قالب کے ہوے اسو

سے تبغاً وہ بھی مکلف ہو گئے تو عالم ارواح مین یہ منصب اصالۃً انسان کو حاصل ہوا اور
چند مقام مین اس تفسیر مین مین نے ذکر کیا ہے کہ جنات کی نسبت انسان کے
ساتھ ایسی ہے کہ جیسی نسبت قالب کی زیور کے ساتھ ہوتی ہے یا جیسی نسبت خبیث
کی بلدہ معمورہ کے ساتھ ہے اور جنات کا وجود بطور توطیہ اور تمہید کے ہوا انسان
کے وجود کے لیے اور بمقتضاے اسکے کہ اول فکر آخر عمل ہے انسان کا وجود
باعتبار زمانہ کے مؤخر ہوا لیکن اللہ تعالےٰ کی عنایت انسان کے ساتھ پہلے
متعلق ہوئی اور اسوجہ سے انسان نے اس بارہ مین یعنی احکام شرعیہ کی تعمیل مین
زیادہ کوشش کی یہ مضمون تفسیر فتح العزیز مین سورۂ آل عمران کی تفسیر مین
قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا کے بیان مین مذکور ہے فتح العزیز کے مسودے سے
یہان نقل کیا گیا۔

تعدیہ لفظ وحی بہ الی و علیٰ جاننا چاہیے کہ وحی آسمان سے نازل ہوتی ہے
اور رسول کے پاس پہونچتی ہے تو وحی مین دو امر پائے گئے ایک آسمان سے نازل
ہونا اور دوسرے پہونچنا پیغمبر کے پاس اور امر اول مقتضی استعلاء کے لیے ہے
اسواسطے کبھی باعتبار امر اول کے وحی کے لفظ کی تعدیہ لفظ علےٰ کے ساتھ ہوتی ہے
اور امر ثانی مقتضی انتہا کے لیے ہے تو باعتبار امر ثانی کے کبھی وحی کے لفظ کی تعدیہ لفظ
الیٰ کے ساتھ ہوتی ہے اور قرآن شریف مین دونون طور پر لفظ وحی کا مستعمل ہوا ہے
تو باعتبار امر اول کے اس سورۃ مین یعنی سورۂ آل عمران مین مستعمل ہوا ہے اور باعتبار
امر ثانی کے سورۂ بقرہ مین مستعمل ہوا ہے اب اسمین کلام ہے کہ کیا وجہ ہے کہ
کسی سورۃ مین امر اول کا اعتبار ہوا ہے اور کسی سورۃ مین امر ثانی کا لحاظ ہوا ہے
تو مفسرین نے اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ کلام سورۂ بقرہ مین قالوا کے تحت مین ہے
اور یہان یعنی سورۂ آل عمران مین قل کے تحت مین ہے اور ظاہر ہے کہ پیغمبر کے پاس

وحی بطریق استعلاء کے آتی ہے اور امت کے پاس بطریق انتہا کے آتی ہے اسواسطے کہ امت کے پاس وحی بواسطہ رسول کے پہونچتی ہے اور خاص انپر بطور استعلاء کے نازل نہین ہوتی ہے تو ہر مقام مین وہان کے موقع کے مناسب اعتبار کیا گیا اور یہ قول اللہ تعالی کے اس کلام پاک سے رد کیا گیا ہے وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ یعنی اور نازل کیا ہمنے آپ کے پاس کتاب اور یہ قول اللہ تعالے کے اس کلام پاک سے بھی رد کیا گیا ہے اٰمِنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ یعنی ایمان لاؤ شروع دن مین ساتھ اُس چیز کے کہ نازل کیا گیا ہے اُن لوگون پر کہ وہ لوگ ایمان لائے اور اُسکی تحقیق یہ ہے کہ مین نے اپنے شیخ اور استاد قدس سرہ سے تفسیر پڑھنے کے وقت حاصل کی تھی اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ وحی کا نزول اور وقوع جہان ہووے صرف بطریق استعلاء کے ہوتا ہے خواہ پیغمبر پر نازل ہووے یا پیغمبر کے ذریعہ سے امت کے پاس پہونچے لیکن وحی جب اشیاء منزلہ سے اعتبار کیجاتی ہے جیسا پانی کہ نازل کیا گیا ہوا اور سکینہ کہ نازل کی گئی تو وحی کی تعدیت علے کے ساتھ ہوتی ہے اور اسیوجہ سے لفظ نزول کا استعمال بصورت متعدی ہونے کے قرآن شریف مین اور عرب عرباء کے کلام مین صرف علے کے ساتھ ہوا ہے البتہ وحی مین ایک دوسرے اعتبار کا بھی لحاظ ہے کہ وہ نزول کے علاوہ ہے اور وہ اعتبار یہ ہے کہ وحی کلام ہے کہ سمجھا گیا ہے اور اُسکا القاء سامعہ کے مدرکہ مین ہوا ہے اور اس اعتبار سے وحی مین یہ امر پایا جاتا ہے کہ اُسکا وصول اور انتہا مخاطب تک ہوتا ہے چاہے جو مخاطب ہووے جیسا خطوط کا وصول اُسکے پاس ہوتا ہے جسکے پاس وہ خطوط پہونچائے جاتے ہین تو اس اعتبار سے وحی کی تعدیہ الی کے لفظ کے ساتھ ہوتی ہے خواہ نبی کے حق مین مستعمل ہووے خواہ امت کے حق مین مستعمل ہووے اور کلام مجید مین تحقیق اور تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مقام مین یہ ملحوظ ہے کہ وحی نعمتون سے ایک نعمت ہے آسمان

سے زمین پر پہونچتی ہے جسطرح اور سب نعمتین پہونچتی ہین اور اُس مقام مین نعمتون کا بیان ہے یا اُن نعمتون پر حمد کرنے کا بیان ہے تو وہان اول اعتبار زیادہ مناسب سمجھا گیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر لغت کے موافق ہے اور جس مقام مین یہ ملحوظ ہے کہ وحی علم ہے اور وحی سامعین کے مدرکہ مین پہونچتی ہے جسطرح خطوط اور کتابین اور رسالہ اور ہدیہ اور تحفہ وغیرہ چیزین پہونچتی ہین اور اُس مقام مین تعلیم اور تفہیم اور تکمیل قوت علمیہ کی مقصود ہے تو وہان اعتبار ثانی زیادہ مناسب سمجھا گیا ہے واللہ اعلم

احادیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعداد حدیث جامع صحیح بخاری ابو محمد حموی نے کہا ہے کہ حدیث جامع صحیح بخاری مین حسب تفصیل ذیل ہے بدو وحی پانچ حدیث ایمان پچاس حدیث علم پچھتر حدیث وضو ایک سو نو حدیث غسل جنابت تینتالیس حدیث حیض سات حدیث تیمم پندرہ حدیث فرض نماز دو حدیث نماز کے متعلق کپڑے کا حکم اُنتالیس حدیث قبلہ تیرہ حدیث مسجد چھتیس حدیث سترہ نماز مین تیس حدیث اوقات نماز پچھتر حدیث اذان اٹھائیس حدیث فضیلت نماز اور جماعت کی چالیس حدیث امامت چالیس حدیث اقامت صفوف اٹھارہ حدیث افتتاح نماز بیس حدیث قراءۃ تیس حدیث رکوع اور سجود اور تشہد باون حدیث قضاء نماز سترہ حدیث پرہیز کرنا کھانے سے لہسن کے پانچ حدیث نماز مین عورت اور لڑکون کے بارے مین احکام پندرہ حدیث نماز جمعہ پینسٹھ حدیث صلوٰۃ الخوف چھ حدیث عیدین چالیس حدیث وتر پندرہ حدیث استسقاء پینتیس حدیث کسوف پچیس حدیث سجود قرآن چودہ حدیث قصر نماز چھتیس حدیث استخارہ اٹھ حدیث ترغیب قیام لیل کے بارے مین اکتالیس حدیث نوافل سولہ حدیث نماز مسجد مکہ معظمہ

مین نو حدیث عمل نماز مین چھبیس حدیث سہو چودہ حدیث جنازہ ایک سو چون حدیث
وجوب زکوٰۃ ایک سو تیرہ حدیث صدقہ فطر دس حدیث حج دو سو چالیس حدیث عمرہ
بتیس حدیث احصار چالیس حدیث جزاء صید چالیس حدیث روزہ چھیاسٹھ حدیث
لیلۃ القدر دس حدیث قیام رمضان چھ حدیث اعتکاف بیس حدیث بیع ایک سو
اکانوے حدیث سلم انیس حدیث شفعہ تین حدیث اجارہ چوبیس حدیث کفالۃ
آٹھ حدیث وکالۃ سترہ حدیث مزارعۃ اور شرب انیس حدیث استقراض اور اداء
دیون پچیس حدیث اشخاص تیرہ حدیث ملازمت دو حدیث لقطہ پندرہ حدیث مظالم
اور غصب اکتالیس حدیث شرکت تہتر حدیث رہن نو حدیث عتق اکتالیس حدیث
مکاتب چھ حدیث ہبہ انہتر حدیث شہادات اٹھاون حدیث صلح بائیس حدیث
شروط چوبیس حدیث وصایا اکتالیس حدیث جہاد اور سیر دو سو پچپن حدیث بقیہ
ایضاً بیالیس حدیث فرض خمس اٹھاون حدیث جزیہ اور موادعت ترسٹھ حدیث
بدء الخلق دو سو دو حدیث انبیا اور مغازی چار سو اٹھائیس حدیث جزء آخر مغازی
ایک سو اڑتیس حدیث تفسیر پانچسو چالیس حدیث فضائل قرآن اکاسی حدیث
نکاح اور طلاق دو سو چالیس حدیث نفقات بائیس حدیث اطعمہ ستر حدیث عقیقہ
گیارہ حدیث صید اور ذبائح وغیرہ ستر حدیث ذبائح اور اضاحی تیس حدیث اشربہ
پینسٹھ حدیث طب ننانوے حدیث مرضیٰ اکتالیس حدیث لباس ایک سو بیس حدیث
آداب دو سو چھپن حدیث استئذان ستہتر حدیث دعا چھہتر حدیث دعوات تیس
حدیث رقاق ایک سو حدیث حوض سولہ حدیث صفت جنت اور نار کی ستاون حدیث
قدر اٹھائیس حدیث ایمان اور نذور اکتیس حدیث کفارات پندرہ حدیث فرائض
پینتالیس حدیث حدود تیس حدیث محاربون باون حدیث دیت چون حدیث استتابۃ
مرتدین بیس حدیث اکراہ تیرہ حدیث ترک حیل تیئیس حدیث تعبیر ساٹھ حدیث فتن

اسنتی حدیث احکام بیاسی حدیث آمانی بائیس حدیث اجازت خبر واحد انیس حدیث
اعتصام چھیانوے حدیث توحید اور عظمت اللہ تعالیٰ کی اور اس طرح کر اور امور گنسونشتر
حدیث الخ جملہ سات ہزار دو سو چھتر حدیث والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاھراً
و باطناً والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف الف جملہ رویات مرفوعہ حضرت ابوبکر صدیق رض ۱۴۲ و ابی بن کعب رض ۱۶۴ و اغر بن
یسار مزنی جہنی ۳ و اسامہ رض بن زید ۱۲۸ و انس بن مالک ۲۲۸۶ و ابوسعید رض ساعدی
۲۰ و ابوامامہ رض باہلی ۲۵۰ و ابوایوب انصاری ۱۵۵ و ابوبردہ بن بنار ۱۴ و ابوہریرہ رض
اسلمی ۶۴ و ابوبشیر رض انصاری ۴ و ابونضر رض غفاری ۱۲ و ابوبکر ثقفی ۱۳۲ و ابوثعلبہ رض
حسنی ۴۰ و ابوحمید رض سعدی ۲۶ و ابودرداء رض ۱۷۹ و ابوذر رض ۲۸۱ و ابورافع ۸ و ابوسعید رض
خدری ۱۷۰ و ابوشریح خزعی ۲۰ و ابوطلحہ رض ۲۵ و ابوعبس رض عبدالرحمٰن بن جبیر ۵ و
ابوعبیدہ رض بن جراح ۱۴ و ابوقتادہ ۱۷۰ و ابومالک اشعری رض ۲۷ و ابومرثد غنوی ۲ و
ابومسعود ۱۲ و ابوموسیٰ اشعری ۳۶۰ و ابوواقد اللیثی ۲۴ و ابوہریرہ رض ۵۳۷۴ و ام سلمہ رض
۳۷۸ و ام حبیبہ رض ۶۵ و ام الدرداء رض ۵ و ام حرام رض ۷ و ام خالد ۷ و ام الحصین رض ۸ و ام سلیم رض ۱۴
و ام قیس رض بنت محصن ۲۴ و ام عطیہ رض ۴۰ و ام الفضل رض ۳۰ و اسماء بنت ابی بکر رض ۵ و اسماء
بنت عمیس رض ۶۰ حرف الباء براء بن عازب رض ۳۰۵ بریدہ بن حصیب ۱۶۷ حرف التاء
تمیم رض داری ۱۸ حرف الثاء ثابت بن ضحاک ۱۴ ثوبان رض ۱۲۸ حرف جیم جابر رض بن عبداللہ
۱۵۴۰ جابر بن سمرہ ۱۴۶ جبیر بن مطعم ۶۰ جریر رض بن عبداللہ ۱۰۰ جندب بن عبداللہ ۴۳
جویریہ رض بنت حارث ۷ جدامہ بنت وہب الاسدیہ ۲ حرف الحاء حارثہ رض بن وہب ۳
اور بعض کے نزدیک ۶ حکیم بن حزام ۴۰ حمزہ رض عمر اسلمی ۹ حنظلہ بن ربیع ۲ حفصہ بنت
عمر رض ۶ حرف الخاء خباب بن ارت ۳۲ خزاعہ بنت حکیم ۱۵ خولہ رض بنت ثامر انصاریہ ۲

حرف الدال والذال اسمین کوئی راوی نہین حرف الراء رافع بن خدیج ۷۸، ربیع
بنت مسعود ۲۱ حرف الزاء زبیر بن عوام ۳۸ زید بن ارقم ۷۰، زید بن ثابت ۹۲، زید بن خالد ۸۱
زینب بنت جحش ۱۱ زینب بنت ابی سلمہ ۷، زینب بنت ابی معاویہ ۸، حرف السین سترہ
بن معبد ۱۹ سعد بن ابی وقاص ۲۷۱ سعید بن زید ۴۸ سفیان بن ابی زہیر ۵ سلمان
فارسی ۶۰ سلیمان بن صرد بن جون ۱۵ سلمہ بن اکوع ۷۷، سمرہ بن جندب ۱۲۳ سہل
بن حنیف ۴۰ سہل بن سعد ساعدی ۱۸۸ حرف الشین شداد بن اوس ۵۰ شرید
بن سوید ۴۲ حرف الصاد صعب بن جثامہ ۱۶ صفیہ بنت حیی ۱۰ حرف الضاد اسمین کوئی
نہین حرف العین عمر ۵۳۷ عثمان ۱۴۶ علی ۵۸۶ عابد بن عمرو مزنی ۸ عامر بن ربیعہ بن
مالک ۲۲ عبد اللہ بن عباس ۱۶۶۰ عبد اللہ بن مسعود ۸۴۸ عبد اللہ بن عمر ۲۶۳۰ عبد اللہ
ابن عمرو ۷۰۰ عبد اللہ بن زبیر ۳۳ عبد اللہ بن جعفر ۲۵ عبد اللہ بن ابی اوفی ۹۵ عبد اللہ
ابن سلام ۲۵ عبد اللہ بن زید بن عاصم ۴۸ عبد اللہ بن مغفل ۴۳ عبد اللہ بن سرجس
۱۷ عبد اللہ بن سخبرہ ۱ عبد الرحمن بن عوف ۶۵ عبد الرحمن بن ابی بکر ۸ عبد الرحمن بن
سمرہ ۱۴ عباس بن عبد المطلب ۳۵ عبادہ بن صامت ۱۸۱ عبد المطلب بن ربیعہ بن
حارث بن عبد المطلب ۸ عثمان بن ابی العاص ۲۹ عدی بن حاتم ۶۶ عدی بن عمیرہ
۱۰ عرفجہ بن شریح ۷ عقبہ بن عامر ۵۵ عقبہ بن حارث ۷ عمار بن یاسر ۱۸۰ عمرو بن عاص
۳۹ عمرو بن عبسہ ۴۸ عمرو بن عوف ۶۲ عمر بن ابی سلمہ ۱۲ عمارہ بن رویبہ ۹ عوف بن
مالک ۶۷ عیاض بن حمار ۳۰ عائشہ ۲۲۱۰ حرف الغین اسمین کوئی نہین حرف الفاء
فضالہ بن عبید ۵۰ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ۱۸ فاطمہ
بنت قیس ۳۴ حرف القاف قبیصہ بن مخارق ۶ قتادہ بن نعمان ۷ حرف الکاف کعب
بن عجرہ ۴۷ کعب بن مالک ۸۰ حرف اللام اسمین کوئی نہین حرف المیم مالک بن صعصعہ ۵
مالک بن نخبہ ۷ مجاشع بن مسعود ۵ مروان بن حکم ۴۳ مسور بن مخرمہ ۲۳ مستورد فہری ۷

مسیبؓ بن حزن، معاذ بن جبل، ۵۷ معاویہ بن ابی سفیان ۱۳۳ معمر بن عبد اللہ عقیب
معقل بن یسار ۳۴ معنؓ بن یزید ۵ مغیرہؓ بن شعبہ ۱۳۶ مقدادؓ بن اسود ۲۴ مقدادؓ
بن معدیکرب، ۴ میمونہؓ ۷۶ حرف النون نعمانؓ بن بشیر ۱۱۴ نواس بن سمعان ۱
حرف واو واثلہؓ بن اسقع ۵۶ وائلؓ بن حجر ۱ حرف الہا ہشامؓ بن حکیم ۶ ہشام بن عمرو
انصاری بخاری ۹ حرف الیا یعلیؓ بن امیہ ۲۰ - اور صحیح بخاری میں ۵ ۲۷ ، سات
ہزار دو سو پچھتر حدیث ہے اور بعضے علماء نے کہا ہے کہ مکرر حدیث صحیح بخاری میں نوسو
حدیث ہے اور بعضے علماء نے کہا ہے کہ مکرر حدیث صحیح بخاری میں علیحدہ کر دینے سے
چار ہزار حدیث باقی رہتی ہے اور صحیح مسلم میں بارہ ہزار حدیث ہے اور کتاب مشارق
میں دو ہزار دو سو چھیالیس حدیث ہے یہ شرح مشارق سے نقل کیا گیا ہے اور اسکا
نام کازرونی ہے اور وہ تصنیف سعید بن محمد بن مسعود کازرونی کی ہے -

حال معراج شریف کا موافق اکثر روایات کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب حضرت خدیجہؓ نے انتقال فرمایا تو اُنکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت
سودہ بنت زمعہ کے ساتھ نکاح فرمایا اور اُسکے بعد جب تین مہینے گذرے تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم شوال میں کہ بعثت سے دسوان سال شروع ہوا تھا طائف
میں تشریف لیگئے اور وہان ایک مہینا رونق افروز رہے پھر وہان سے مراجعت فرمائی
اور نخلہ میں نزول فرمایا اور وہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے
جنات نے قرآن شریف سُنا اور اُسی سال جب ربیع الاول کا ماہ مبارک آیا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحالت بیداری
اپنی روح اور بدن مبارک کے ساتھ مسجد حرام سے معراج کے لیے تشریف لے گئے

اور بعضے علماء نے کہا ہے کہ ہجرت سے ایک برس پانچ مہینے قبل معراج شریف ہوئی اور اس قول کی بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ شوال مین معراج ہوئی تھی اور بعضے علما نے کہا ہے کہ رجب مین معراج ہوئی تھی یہ قول ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے اور یہی قول ابن قتیبہ کا بھی ہے اور نووی نے بھی اپنی کتاب روضہ مین یہی لکھا ہے اور تاریخ کے بارے مین بعضے علما نے ارشاد فرمایا ہے کہ شب ستائیسوین رجب کو معراج ہوئی اور حافظ عبدالمغنی کے اور مقدسی کے نزدیک یہی قول مختار ہے اور شنبہ کی شب کو معراج ہوئی تھی اور بعضے علماء کے نزدیک ثابت ہے کہ شب جمعہ کو معراج ہوئی اور شب کو معراج اسوجہ سے ہوئی کہ شب کو دن پر شرف ہے اور یہ وجہ بھی ہوئی کہ شب محبوب کی خلوت کا وقت ہے اور بعضے علماء کی تحقیق ہے کہ اسوجہ سے شب کو معراج ہوئی کہ تا مؤمنین بلا دیکھے ہوے نور ایمان کی وجہ سے تصدیق کرین اور کمال ایمان کے مرتبہ سے مشرف ہووین اور کفار دشمنان دین تکذیب کرین اور کفر پر انکا یقین زیادہ ہووے اور اس بارے مین روایات مین اختلاف ہے کہ کس مقام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معراج کے لیے تشریف لیگئے تو بعضی روایات مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مین اسوقت حطیم مین تھا اور بعضی روایات مین حجر کا لفظ ہے اور صحیح بخاری مین کتاب بدء الخلق کے شروع مین ہے کہ مین بیت الحرام کے پاس تھا اور زہری نے انس بن ابی زر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کے بیان مین ارشاد فرمایا کہ مکہ معظمہ مین میرے مکان کی چھت مین کچھ جگہ خالی کی گئی اور واقدی نے اپنے اسناد سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین معراج کے لیے شعب ابی طالب سے گیا اور طبرانی وغیرہ کے نزدیک ثابت ہے کہ ام ہانی کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شب معراج مین ام ہانی کے گھر تشریف رکھتے تھے اور ام ہانی فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو

کچھ دیر کے بعد نہ پایا تو ان روایات مین تطبیق اسطرح ہوتی ہو کہ شب معراج مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امہانی کے گھر خواب استراحت فرمایا شعب ابی طالب کے نزدیک اور اُسی گھر کی چھت مین کچھ جگہ خالی کی گئی اور اس مقام سے فرشتہ نازل ہوا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس فرشتے کے ساتھ مسجد مین تشریف لیگئے اور نیند کا کچھ اثر ہنوز باقی تھا تو فرشتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد کے باہر لیگیا اور وہ فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور روایت مین شریک کے انس رضی سے مروی ہو کہ ابھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی نہ آتی تھی کہ تین نفر آئے اور خطابی نے انکار کیا ہے کہ یہ روایت ثابت نہین اور ایسا ہی قاضی عیاض اور نووی نے بھی اس روایت کی صحت سے انکار کیا ہو البتہ ابن حجر نے اکثر رواۃ کی متابعت سے اسکی تائید کی ہی پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سینۂ مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چاک کیا اور حضرت میکائیل علیہ السلام سونے کا طشت لے آئے تھے پس اُسکو آب زمزم سے دھویا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک مین بٹایا اور سینۂ مبارک ایمان اور حکمت سے پُر کیا گیا اور اُسمین سے خون بستہ سیاہ نکالا گیا کہ اُسمین شیطان کا دخل ہوتا ہے اور یہ معاملہ اُس قبیل سے ہوا جیسا حضرت اسمعیل علیہ السلام کے حق مین ذبح کا معاملہ ہوا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کر اس حالت مین زندہ رہے یہ خرق عادت سے ہوا کہ نفس کا تعلق بدن کے ساتھ باقی رہا اور دل نکالنے سے وہ تعلق زائل نہوا اور سونے کے طشت کا استعمال اُس جہان مین ہوا کہ وہ بمنزلۂ آخرت کے ہے اسوجہ سے اُسمین کوئی قباحت شرعًا لازم نہ آئی اور اُسوقت تک سونے کا استعمال مرد کے لیے ابھی حرام بھی نہوا تھا اور جسطرح شیرخوار بچہ کی تربیت دودھ سے کیجاتی ہو اُسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کی تربیت حکمت اور ایمان سے اللہ تعالےٰ نے فرمائی اور جس طرح آخرت مین موت مینڈھے کی صورت مین

ظاہر کیجاویگی تو گویا اُسی طرح اُسوقت ایمان اور حکمت کی ہیئت دودھ کی صورت
مین ظاہر کی گئی پھر ایک جانور یعنی بُراق حاضر کیا گیا کہ خچر سے چھوٹا تھا اور گدھے
سے بڑا تھا اور رنگ اُسکا سفید تھا اور ایسا تیز رفتار تھا کہ جہان تک اُس کی نظر
پہونچتی تھی وہان قدم رکھتا تھا جب پہاڑ پر چڑھتا تھا تو اُسکے دونون پاؤن مرتفع
ہوجاتے تھے اور جب اُترتا تھا تو اُسکے دونون ہاتھ مرتفع ہوجاتے تھے اور ابن سعد
کی روایت مین واہبی سے مروی ہے کہ اُسکے دونون بازو مین پر تھے اور ابن حجر نے کہا
ہے کہ یہ کسی دوسری روایت مین نہین اور ثعلبی نے ذکر کیا ہے اور یہ سند نہایت
ضعیف ہے کہ اُسکا رخسارہ انسان کے رخسارہ کے مانند تھا اور گھوڑے کے مانند
اُسکی گردن مین بال تھا اور اونٹ کے پاؤن کے مانند اُسکے پاؤن تھے اور گاے
کے کھر اور دُم کے مانند اُسکے کھر اور دم تھی اور سینہ اُسکا یاقوت سرخ کا تھا اور
حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُسکی رکاب تھامی اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے
لگام پکڑی اور معمرؒ کی روایت مین قتادہؓ سے مروی ہے کہ زین کسا ہوا تھا اور لگام
دی ہوئی تھی پس بُراق نے شوخی شروع کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا
کہ تو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین شوخی کرتا ہے اسکا کیا باعث ہے
قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ افضل ابتک کوئی تجھپر سوار
نہوا ہی پس یہ سُننے سے بُراق کو عرق آگیا یہ روایت ترمذی نے بیان کی ہے اور
ابن اسحاق کی روایت مین ہے کہ حتی کہ بُراق زمین کے ساتھ چسپان ہوگیا
یعنی شوخی ... اور اسطرح کھڑا ہوگیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا زمین کے ساتھ
چسپان ... آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حیت فرماکر اُسپر سوار ہوگئے اور ایک
روایت ... ہے کہ وہ بُراق انبیاء علیہم السلام کی سواری کا تھا اور مغازی ابن
عائذ ... ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمعیل علیہ السلام کو دیکھنے کے

لیے براق پر سوار ہوکر تشریف لایا کرتے تھے اور حذیفہ کی روایت مین ہے کہ حضرت
جبرئیل علیہ السلام اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم برابر براق پر سوار رہے
حتے کہ بیت المقدس مین پہونچے مگر یہ مضمون کسی دوسری روایت سے ثابت نہین
اور حذیفہؓ کا بھی یہ بیان نہین کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے
تو معلوم ہوتا ہے کہ حذیفہ نے شاید اپنے قیاس سے یہ بات کہی اور اصل یہ معلوم
ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام براق کے آگے یا پیچھے جاتے تھے لیکن ابن حجر
نے کہا ہے کہ صحیح ابن حبان مین ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو براق پر اپنے پیچھے سوار کرایا اور بزار اور طبرانی اور بیہقی کے نزدیک
ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اول ذات نخل کی زمین پر گذرے تو حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ اُترین اور نماز پڑھین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ یہ طیبہ ہے یہان ہجرت کیجاویگی تو پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے
کہا کہ آپ اُترین اور نماز پڑھین یہ مدین ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طور سیناء
کے سامنے پہونچے پھر ایسا ہی مقام مولد عیسےٰ علیہ میں پہونچے اور حضرت انس رضہ کی
حدیث مین ہے کہ ناگاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک ایک بوڑھی عورت
پر پڑی کہ راستہ کے کنارے پر تھی اور بلاتی تھی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ
یہ دنیا ہے آپ کو اپنی طرف بلاتی ہے پھر راستہ کے داہنے جانب یہود کا داعی ملاحظہ
فرمایا اور راستہ کے بائین جانب نصاریٰ کا داعی ملاحظہ فرمایا پھر ناگاہ ملاحظہ فرمایا
کہ ایک شیخ ہے کہ راستہ سے پھیرتا ہے اور بلاتا ہے کہ ادھر آئیے ادھر آئیے تو حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ شیطان ہے پھر تین بزرگ کو ملاحظہ فرمایا کہ اُن لوگون
نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ
یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ہین اور اُن حضرات نے کہا یَا اٰخِرُ یَا حَاشِرُ یَا اَوّلُ اور یہ روایت بھی ہے کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہونچے اور حضرت
موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مین کثیب احمر کے پاس راستے سے داہنی طرف نماز پڑھنے
مین مشغول تھے اور بزار اور طبرانی کے نزدیک حضرت ابوہریرہؓ کی روایت مین ہے
کہ ناگاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مقام مین پہونچے تو وہان ملاحظہ فرمایا
کہ کچھ لوگ ہین کہ ہر روز غلہ بوتے ہین اور کاٹتے ہین اور ہر چند وہ کاٹتے ہین
مگر اُنکی زراعت کم نہین ہوتی ہمیشہ ایک طور پر برابر رہتی ہے اور وہ لوگ مجاہدین
تھے کہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین جہاد کرتے ہین وہ نیکی کرتے ہین تو اُسکا ثواب سات سو
درجہ زیادہ کردیا جاتا ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچھ لوگون کے پاس گذرے
کہ اُنکا سر پتھر سے توڑا جاتا تھا اور وہ لوگ وہ اشخاص تھے کہ فرض نماز ادا کرنا اُن پر بار
گذرتا ہے پھر ایسے لوگون کی طرف گذرے کہ وہ لوگ جانورون کی طرح چرتے
تھے اور سیج اور سینٹھر کھاتے تھے اور دوزخ مین پتھر گرم کرکے اُس سے اُن کو داغا
جاتا تھا اور وہ لوگ وہ اشخاص تھے کہ اُنپر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور وہ زکوٰۃ
نہین دیتے تھے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسے لوگون کے پاس گذرے کہ
اُنکے سامنے دیگون مین پاکیزہ گوشت پکایا ہوا موجود تھا مگر وہ نہین کھاتے تھے اور
دوسری دیگون مین خبیث سڑا ہوا بدبودار گوشت تھا اور وہ کھاتے تھے اور وہ
لوگ وہ اشخاص تھے کہ اپنی حلال بیویون کی جانب التفات نہین کرتے اور حرام
کی خواہش کرتے ہین پھر ایک شخص کے پاس گذرے کہ بڑا گٹھہ یعنی بوجھ لکڑی کا اپنے
اوپر لیے ہوے تھا اور اُٹھا نہ سکتا تھا اور اُسپر اور زیادہ انبار کیا جاتا تھا اور
وہ خائن تھا کہ لوگون کی امانت اپنے پاس رکھتا اور اُسکو ضائع کیا کرتا تھا اور پھر
چاہتا تھا کہ اُسکے پاس اور بھی امانت رکھی جاوے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

ایسے لوگون کے پاس گذرے کہ وہ لوگ اپنی زبان اور اپنا ہونٹھ لوہے کی مقراض سے کاٹتے تھے اور فوراً پھر بجنسہ درست ہو جایا کرتا تھا اور وہ لوگ مفسدین خطیب تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسے مقام مین ہوا کہ وہان چھوٹا بل تھا یعنے زمین مین سوراخ تھا اُس سے ایک بڑا اژدہا نکلا اور وہ چاہتا تھا کہ پھر اُس مین چلا جاوے مگر نہ جا سکتا تھا اور وہ صورت اُس شخص کی تھی کہ وہ کوئی کلمہ عظیم کہدیتا تھا اور پھر اُسکو اُسپر ندامت ہوتی ہے اور اُسکے بارے مین جواب نہین دے سکتا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک پاکیزہ وادی کے پاس گذرے کہ وہان عمدہ خوشبو معلوم ہوتی تھی اور بہتر آواز سنائی دیتی تھی وہ بہشت کی آواز تھی اللہ تعالی اسے التجا کرتی تھی اس امر کے لیے کہ اللہ تعالےٰ نے اُسکے حق مین جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا فرماوے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے وادی کی طرف گذرے کہ یہ وادی سابق وادی کے خلاف تھا اور وہ جگہ جہنم تھی اور بیہقی کے نزدیک ابو سعید کی روایت مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سب مقامات اُسوقت دیکھے جب آسمان دُنیا کی طرف تشریف لیجاتے تھے اور اس روایت مین اس سے کچھ زیادہ ہے یعنی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچھ ایسے لوگونکی طرف گذرے کہ اُنکا شکم گھڑے کے مانند بڑا تھا اُس مین سانپ تھے کہ وہ باہر سے نظر آتے تھے اور اُنمین سے ایک سانپ دوسرے کو کاٹتا تھا اور وہ لوگ سود خوار تھے پھر ایسے لوگون کی طرف گذرے کہ اُنکا ہونٹھ اونٹ کے ہونٹھ کے مانند تھا وہ لوگ آگ کا انگارہ نگلتے تھے اور وہ اُنکے نیچے سے نکلا کرتا تھا وہ لوگ وہ اشخاص تھے کہ یتیمونکا مال ظلم سے کھاتے ہین پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچھ عورتون کی طرف گذرے کہ اُنکا پاتھ بندھا تھا اور سرنگون لٹکائے ہوئے تھین اور وہ زانیہ عورتین تھین پھر ایسے لوگون کی طرف گذرے کہ اُنکے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور وہ لوگ اپنے دانتون سے چکھتے تھے اور وہ لوگ چغلخور تھے

پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کے پاس پہونچے تو اُسکا دروازہ
کھلا ہوا پایا اور اس روایت مین ہرقل کا قصہ بھی ہی اور بیہقی کی روایت مین یہ بھی ہی
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بُراق حلقہ مین باندھ دیا کہ اُسی حلقہ مین انبیاء
علیہم السلام اپنی سواری کا جانور باندھا کرتے ہین اور وہ حلقہ بند ہو گیا تھا اُسوقت
حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے اُسکا سوراخ صاف کر دیا اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس مین سامنے مسجد مین نماز پڑھی جس جگہ محراب
حضرت عمر کا ہے اور وہان انبیاء علیہم السلام کی ارواح موجود کی گئی اور اسی روایت
مین یہ بھی ہی کہ انبیاء علیہم السلام کو حق تعالےٰ نے جو کمالات مرحمت فرمائے ہین
اُسکے شکریہ مین انبیاء علیہم السلام نے خالق کون و مکان کی صفت و ثنا بیان کی تو
اُسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ واصحابہ
وسلم نے تم لوگون کو فضیلت دی ہی یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے
سب انبیاء علیہم السلام کو فضیلت مرحمت ہوئی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی
حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہان حضرت آدم علیہ السلام
اور باقی سب انبیاء علیہم السلام موجود کیے گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
سب انبیاء علیہم السلام کو لیکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم امام ہوے اور ایک روایت مین ہی کہ ہر نبی نے دوسرے نبی کو امام ہونے
کے لیے کہا حتی کہ پھر سب انبیاء علیہم السلام نے بالاتفاق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو آگے بڑھایا اور امام کیا اور ایک روایت مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے آگے بڑھایا اور امام کیا اور صرف دو رکعت نماز پڑھی پھر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حضرت جبرئیل علیہ السلام دو برتن لے آئے ایک
برتن مین شراب تھی اور دوسرے برتن مین دودھ تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

نے دودھ اختیار فرمایا اور بزار کی روایت مین ہی کہ تین برتن لائے گئے اور تیسرے برتن مین شہد تھا یعنے ایک برتن مین شراب تھی اور دوسرے برتن مین دودھ تھا اور تیسرے برتن مین شہد تھا اور شداد بن اوس کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے نماز پڑھی پھر اللہ تعالی کی مرضی کے موافق مجھکو تشنگی معلوم ہوئی اور میرے پاس دو برتن حاضر کیے گئے ایک برتن مین شہد تھا اور دوسرے برتن مین دودھ تھا تو معلوم ہوا کہ دو مرتبہ برتن حاضر کیے گئے سدرہ کے نزدیک اور بوقت ملاحظہ فرمانے چار نہرون کے اور نماز کے بعد مسجد کے صحن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حورعین کو دیکھا اور بعض روایات مین آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے باقی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آسمان پر نماز پڑھی واللہ اعلم اور ابن اسحاق کی روایت مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بیت المقدس کے امور سے فارغ ہوا تو معراج یعنی زینہ حاضر کیا گیا اور مین نے اُس سے بہتر کوئی چیز کبھی نہین دیکھی ہے اور وہ وہی چیز ہے کہ اُسکی طرف انسان مرض الموت مین ٹکٹکی لگا کر دیکھتا ہی اور اُسی پر مومنین کی روح چڑھکر اوپر جاتی ہے اور کعب کی روایت مین ہے کہ اُسکا سب زینہ اس طور پر ہی کہ ایک زینہ سونے کا ہے اور ایک زینہ چاندی کا ہے اور اُسکے داہنے بائین دونون طرف فرشتے رہتے ہین اور اُسکی جگہ جنت الفردوس ہے اور وہ جواہرات سے جڑاو ہی اور بیہقی کی روایت مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس زینہ پر چڑھکر آسمان کے دروازون مین سے ایک دروازے پر پہونچے کہ اُس دروازے کا نام باب الحفظہ ہی اور اُس دروازے پر ایک فرشتہ متعین ہی اُسکا نام اسمٰعیل ہی اور اُسکے ماتحت بارہ ہزار فرشتے ہین پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وہ دروازہ ٹھونکا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اہل آسمان نے پوچھا کہ کون ہی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اصل حال سے آگاہ کیا تو اہل آسمان خوش ہوئے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور کہا مرحبًا وَاَھلًا فَلَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جاءَ یعنی خوشی ہی اور آپ اہل کے پاس تشریف لے آئے اور کیا خوب یہ آمد ہوئی کہ آپ تشریف لائے اور بعض روایات مین آیا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آسمان دنیا پر نیل اور فرات دیکھا یعنی اُن دونون دریا کی اصل وہان ملاحظہ فرمائی اور ظاہرا اسکے خلاف مالک بن صعصعہ کی حدیث مین ہے اسواسطے کہ اُس حدیث مین صدرۃ المنتہی کے ذکر کے بعد مذکور ہے کہ اُسکی جڑ مین چار نہرین تھین اور اُن دونون روایتون مین تطبیق اس طرح ہوتی ہی کہ کہا جاتا ہے کہ منبع نیل و فرات کا سدرۃ المنتہی کی جڑ مین ہی یعنی وہان سے یہ دونون نہرین نکلی ہین اور آسمان دنیا پر یہ دونون نہرین جاری ہین اور وہان سے زمین پر نازل ہوئی ہین اور بعض روایات مین ہے کہ ناگاہ وہان ایک دوسری نہر دیکھی اور وہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اہل یمین اور اہل شمال کو یعنی نیک اور بد کو بھی ملاحظہ فرمایا اور دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کبھی ہنستے ہین اور کبھی روتے ہین یعنی جب اپنی نیک اولاد کی طرف نظر کرتے تھے تو ہنستے تھے اور جب اپنی بد اولاد کو دیکھتے تھے تو روتے تھے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوسرے آسمان پر تشریف لیگئے اور وہان دونون خلیرے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا اور تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا اور چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا اور پانچوین آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا اور چھٹے آسمان پر حضرت موسی علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا اور ساتوین آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا اور ابن شہاب کی روایت مین اسکے خلاف ہی یعنی ابن شہاب نے روایت کی ہی کہ چھٹے آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ساتوین آسمان پر حضرت موسے علیہ السلام تھے اور ثابت

اور قتادہ کے نزدیک پہلی روایت ثابت ہی اور ثابت اور قتادہ کے موافق نزید ابن
ابی مالک بن النس نے بھی روایت کی ہی اور ان ہی رواۃ کے موافق ابو سعید نے
بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہی اور مالک بن صعصعہ کی روایت
کی تائید اس سے ہوتی ہی کہ ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے
ساتھ پیٹھ سے ٹیک لگائے ہوے تھے اور دوسری روایت کی تائید اس سی ہوتی
ہے کہ روایات مین مذکور ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج مین جب
اس جہان کی طرف رجوع کیا تو پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تاکید کی کہ پچاس وقت کی فرض نماز سے کم ہونے کے
لیے سعی فرماوین اور وہان موسے علیہ السلام روئے اور اُسی وقت کا حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام بھی ہی کہ مجکو گمان نہ تھا کہ مجھسے زیادہ بزرگ اللہ تعالیٰ
کے نزدیک کوئی دوسرا ہے اور اموی نے ایک روایت مین اسقدر زیادہ کہا ہے کہ
اگر یہ تنہا ہوتے تو یہ امر یعنی پچاس وقت کی نماز کا حکم آسان تھا لیکن آپ کے
ساتھ آپ کی امت بھی ہی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا حال ذکر کیا ہی کہ آپ کو
نصف حُسن دیا گیا ہے اور طبرانی کی روایت مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ناگاہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق مین سب سے
زیادہ حسین ہین اور اُنکی فضیلت حُسن مین اور سب لوگون پر ایسی ہی کہ جس طرح
چودھوین شب کے چاند کو سب ستارون پر فضیلت ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے جو صرف ان انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے
دیکھنے کا اتفاق نہوا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حال ان انبیاء
علیہم السلام کے حال کے مانند ہوا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی جیسا
حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکلے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے

عداوت کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فریب دیا جیسے حضرت عیسی علیہ السلام
اور حضرت یحیی علیہ السلام کے ساتھ یہود نے عداوت کی اور ان حضرات کو فریب دیا پھر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
تکلیف پہونچائی جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کی بھائیون نے حضرت یوسف علیہ السلام
کو تکلیف دی اور علوم اور معارف اور جوامع کلم اور رفعت درجات شیئاً فشیئاً جسطرح
حضرت ادریس علیہ السلام کو عطا ہوا اُسی طرح یہ سب چیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو بھی مرحمت ہوئین اور جسطرح حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی قوم کے ساتھ محبت
ہی اُسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ محبت ہے اور جسطرح
حضرت موسی علیہ السلام کا معاملہ منافقین اور جہال کے ساتھ تھا اور اُنکی ایذا رسانی پر
حضرت موسے علیہ السلام نے فرمایا اُسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بھی
منافقین اور جہال کے ساتھ ہوا اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام آسمان پر
بیت المعمور کے ساتھ پیٹھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اُسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بھی حجۃ الوداع مین بیت اللہ کے ساتھ پیٹھ سے ٹیک لگائے تھے اور جسطرح حضرت
ابراہیم علیہ السلام لوگون کے امام ہوے اُسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی سب
لوگون کے امام ہوے یعنی ان انبیاء علیہم السلام مین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین
نفس ان امور مذکورہ مین مشابہت ہی اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت
بہ نسبت اور انبیاء علیہم السلام کے کہین زیادہ ہے اور سدرۃ المنتہی کو منتہی اسواسطے
کہتے ہین کہ ارواح اور اعمال اور حفظہ کے پہونچنے کی منتہی جگہ وہی ہے اور وہان سے جو
چیز اوپر جانے کی ہے وہ اُٹھا لیجاتی ہی ایسا ہی ابن مسعود کی روایت مین وارد
ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسپر مختلف رنگ دیکھے اور سونے کے پروانے
دیکھے اور فرشتونکو ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالے کی مخلوق سے کسی کی قدرت نہین کہ

وہ بیان کر سکے اور سدرہ کی جڑ مین چار نہرین ملاحظہ فرمائین دو نہرین ظاہر تھین اور
دو نہرین باطن تھین پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بیت المعمور ظاہر کیا گیا
اور بیت المعمور مین ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہین مگر پھر اُنکے دوبارہ جانے
کی نوبت نہین آویگی اور بعض روایات مین آیا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سدرۃ المنتہیٰ کے مقام مین پہونچے تو وہان ملاحظہ فرمایا کہ وہان کچھ لوگ دو طرح کے
ہین ایک طرح کے وہ لوگ ہین کہ سفید کپڑا پہنے ہوئے ہین اور دوسری طرح کے وہ لوگ
ہین کہ خاکی رنگ کا کپڑا پہنے ہوئے ہین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے
فرمایا کہ مین بیت المعمور مین داخل ہوا اور میرے ساتھ وہ لوگ بھی گئے جو سفید کپڑا
پہنے ہوئے تھے اور دوسری طرح کے لوگ داخل نہونے پائے تو مین نے اور جو
میرے ساتھ تھے سب نے بیت المعمور مین نماز پڑھی اور یہ بیہقی کے نزدیک ابوسعید کی
روایت سے ثابت ہے اور بخاری کی روایت مین کتاب الصلوٰۃ مین ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مین مقام استوا مین پہونچا اور قلم سے لکھنے کے وقت
جو آواز نکلتی ہے وہ آواز مین وہان سنتا تھا اور ابوذر کی روایت مین مسلم کے نزدیک
ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ مین پھر جنت مین داخل
کیا گیا تو مین نے وہان دیکھا کہ حوض کوثر کے پاس موتی کا قبہ تھا اور اُسکے سامنے
ایک جاریہ تھی تو مین نے اُس سے پوچھا کہ تو کسکے لیے ہے تو اُسنے کہا کہ زید بن حارث
کے لیے ہون اور ضعیف روایات مین ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اُسی مقام تک
رہ گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آگے ساتھ چلنے کے لیے اُنسے کہا تو حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے عذر کیا اور کہا کہ اگر مین اُنگلی کا سر بھی اوپر بڑھاؤن تو وہ
اُنگلی جلجاویگی اور اسکے بعد کے حال مین روایات مین اختلاف ہے بعضی روایات
مین اجمالی طور پر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ

پھر میرے لیے نور منکشف ہوا اور بعضی روایات مین تفصیل ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ پھر سبز رفرف میرے لیے حاضر کیا گیا کہ اُسکے نور
سے میری آنکھون کو خیرگی ہوتی تھی پس مین اُسپر سوار کرایا گیا پھر آنحضرت صلی اللہ
تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ امور ذکر فرمایا یعنی نور کے ستر پردے کے اندر سے
ہو کر تشریف لیجانا اور تنہائی کی وجہ سے جو وحشت ہوئی تو اُنس کے لیے منادی کا
پکارنا اور یہ کہ منادی کی آواز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی اور
منادی نے کہا کہ قِفْ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّي یعنی ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ توقف
فرماوین اسواسطے کہ آپکا پروردگار درود بھیجتا ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
عرش تک اپنا پہونچنا ارشاد فرمایا چنانچہ صحیح بخاری مین مذکور ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر رب العزت قریب ہوا اور بخاری کی بعض روایت مین ہو کہ
پھر جبار قریب ہوا پھر نہایت قریب ہوا حتی کہ بمقدار دو کمانون کے یا اُس سے بھی
زیادہ قریب ہوا پھر جو وحی بھیجنا منظور تھا وہ وحی اپنے بندے کے پاس بھیجی اور
وہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پچاس وقت کی نمازرات دن مین فرض کی گئی
اور سورۂ بقرہ کی آخر کی آیات مرحمت ہوئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے
جو شرک نہ کرے اُسکے گناہ بخشے گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا
اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى یعنی کیا ایسا نہین کہ اللہ تعالی نے آپ کو یتیم پایا پس پناہ
دی اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا ہمنے نہین کشادہ کیا آپ کے لیے سینہ آپ کا
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ اِنَّ الْجَنَّةَ حَرَامٌ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ حَتَّى
تَدْخُلَ اَنْتَ وَعَلَى الْأُمَمِ حَتَّى تَدْخُلَ اُمَّتُكَ یعنی تحقیق کہ بہشت حرام ہی پیغمبرون
پر جب تک آپ نہ داخل ہووین اور بہشت حرام ہی باقی سب اُمت پر جب تک آپ کی
اُمت نہ داخل ہووے اور ابوسعید کی روایت مین بیہقی کے نزدیک ثابت ہے کہ

اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا سَلْ یعنی سوال کیجیے تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اِنَّکَ اتَّخَذْتَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا وَاَعْطَیْتَہٗ مُلْکًا
عَظِیْمًا وَّکَلَّمْتَ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا وَاَعْطَیْتَ دَاوٗدَ مُلْکًا عَظِیْمًا وَّاَلَنْتَ لَہُ الْحَدِیْدَ وَسَخَّرْتَ
لَہُ الْجِبَالَ وَاَعْطَیْتَ سُلَیْمَانَ مُلْکًا عَظِیْمًا وَّسَخَّرْتَ لَہُ الْاِنْسَ وَالْجِنَّ وَالشَّیَاطِیْنَ وَ
سَخَّرْتَ لَہُ الرِّیَاحَ وَاَعْطَیْتَہٗ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ وَعَلَّمْتَ عِیْسَی التَّوْرَاۃَ
وَالْاِنْجِیْلَ وَجَعَلْتَہٗ یُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَیُحْیِی الْمَوْتٰی بِاِذْنِکَ وَاَعَذْتَہٗ مِنَ الشَّیْطَانِ
الرَّجِیْمِ فَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ عَلَیْہِ سَبِیْلٌ یعنی ای پروردگار تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو اپنا خلیل بنایا اور اُنکو ملک عظیم عطا فرمایا اور حضرت موسی علیہ السلام سے کلام کیا
اور حضرت داؤد علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا اور اُنکے لیے لوہا ملائم فرما دیا اور
اُنکے لیے پہاڑون کو تابع کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا
اور اُنکے لیے آدمی اور جن اور شیاطین کو تابع فرما دیا اور اُنکے لیے ہوا کو تابع فرما دیا
اور اُنکو ایسا ملک عطا فرمایا کہ اُنکے بعد اُسطرح کا ملک دوسرے کے لیے سزاوار
نہین اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو توریت اور انجیل کا علم بخشا اور اُنکو یہ معجزہ عطا
فرمایا کہ وہ اندھے مادر زاد کو اور ابرص کو اچھا کر دیوین اور مُردون کو زندہ کرین اور
اُنکو شیطان ملعون سے پناہ دی تو اُنکے حق مین شیطان کو کچھ چارہ نہ رہا تو اللہ تعالی
نے ارشاد فرمایا قَدِ اتَّخَذْتُکَ حَبِیْبًا فَھُوَ مَکْتُوْبٌ فِی التَّوْرَاۃِ حَبِیْبُ الرَّحْمٰنِ وَ
اَرْسَلْنَاکَ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّشَرَحْتُ لَکَ صَدْرَکَ وَوَضَعْتُ عَنْکَ
وِزْرَکَ وَرَفَعْتُ لَکَ ذِکْرَکَ فَلَا اُذْکَرُ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیْ وَجَعَلْتُ اُمَّتَکَ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ وَجَعَلْتُ اُمَّتَکَ اُمَّۃً وَّسَطًا وَجَعَلْتُ اُمَّتَکَ ھُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَھُمُ الْاٰخِرُوْنَ
وَجَعَلْتُ مِنْ اُمَّتِکَ اَقْوَامًا قُلُوْبُھُمْ اَنَاجِیْلُھُمْ وَجَعَلْتُکَ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ
خَلْقًا وَّاٰخِرَھُمْ بَعْثًا وَّاَعْطَیْتُکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ لَمْ اُعْطِھَا نَبِیًّا قَبْلَکَ

وَاَعْطَیْتُکَ الْکَوْثَرَ وَاَعْطَیْتُکَ ثَمَانِیَۃَ اَسْہُمٍ اَلْاِسْلَامُ وَالْجِہَادُ وَالْہِجْرَۃُ وَالصَّلٰوۃُ
وَالصَّدَقَۃُ وَالصَّوْمُ رَمَضَانَ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّہْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ وَجَعَلْتُکَ فَاتِحًا
وَخَاتِمًا یعنی مین نے آپ کو اپنا حبیب بنایا کہ توریت مین آپکا لقب حبیب الرحمٰن مذکور ہی
اور آپ کو مین نے عام طور پر سب لوگون کی طرف رسول بناکر بھیجا تاکہ آپ لوگون کو بہشت
کی بشارت دیوین اور دوزخ سے ڈراوین اور آپ کے فائدے کے لیے آپ کا سینہ
کشادہ کردیا اور آپ کا بار آپ سے علیحدہ کردیا اور آپ کا ذکر بلند کیا تو جہان میرا ذکر
ہوگا وہان میری ساتھ آپ کا ذکر بھی ضرور ہوویگا اور مین نے آپ کی اُمت کو بہترین
اُمت بنایا کہ لوگون مین ظاہر کی گئی اور آپ کی اُمت کو امت وسط بنایا اور آپ کی
اُمت کو مین نے ایسا بنایا کہ وہی اول اور وہی آخر ہے اور مین نے آپ کی اُمت
سے ایسے لوگونکو بنایا کہ اُنکے دلون کے ساتھ مین خطاب کرتا ہون اور مین نے
آپ کو باعتبار پیدائش کے سب انبیاء مین اول بنایا اور باعتبار بعثت کے سب انبیاء
مین آپ کو آخر نبی بنایا اور مین نے آپ کو مثانی کی سات آیتین دین یعنی سورۂ فاتحہ
دی کہ یہ آیات دوسرے کسی نبی کو نہ دیے گئے اور آپ کو حوض کوثر دیا اور آپ کو آٹھ
امور دیے یعنی اسلام اور جہاد اور ہجرت اور نماز اور صدقہ اور روزہ رمضان شریف
کا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور مین نے آپ کو فاتح اور خاتم بنایا یعنی نبوت
وغیرہ امور خیر کی ابتدا آپ کی ذات مبارک سے ہوئی اور نبوت کا خاتمہ آپ پر ہوا
اور روایت ہی کہ جب حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج سے مراجعت فرمائی
اور مقام ذی طوے مین وارد ہوے تو فرمایا کہ اے جبرئیل میری قوم کے لوگ
میری تصدیق نہ کرینگے یعنی واقعۂ معراج کو صحیح نہ جانین گے تو حضرت جبرئیل
علیہ السلام نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی تصدیق کرینگے اور وہ صدیق
ہین اور روایت ہی کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ مین

حطیم مین ہون اور قریش مجھ سے میری معراج کا حال پوچھنے لگے تو مجھسے بیت المقدس کی چند چیزین پوچھین کہ مجکو وہ چیزین یاد نہ تھین تو مین ایسا غمگین ہوا کہ اسقدر اندوہگین کبھی نہوا تھا تو اللہ تعالے نے بیت المقدس کو میرے سامنے مرتفع کردیا کہ مین اسکو دیکھتا تھا تو پھر جو کچھ لوگ پوچھتے تھے مین اُن لوگون کو اُسکی خبر دیتا تھا اور روایت ہی کہ مشرکین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ کا حسن ظن اپنے سردار کے بارہ مین ہی وہ گمان کرتے ہین کہ اس رات مین وہ بیت المقدس تک پہونچائے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہی تو مشرکین نے کہا کہ ہان ایسے کہا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہوگا تو ضرور ہے کہ سچ فرمایا ہوگا تو مشرکین نے کہا کہ کیا آپ اُن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس بارہ مین تصدیق کرتے ہین کہ ایک رات مین وہ بیت المقدس تک گئے ہونگے اور پھر صبح کے قبل چلے آئے ہونگے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اس امر مین کرتا ہون کہ وہ اس سے بھی زیادہ قیاس سے بعید ہے مین اس بارہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہون کہ صبح وشام آسمان کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچتی ہے تو اسوجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام نامی صدیق ہوا اور اُن لوگون مین ایسے لوگ بھی تھے کہ وہ مسجد اقصی مین گئے تھے تو اُن لوگون نے کہا کہ کیا آپ سے ممکن ہے کہ مسجد کی حالت ہمسے بیان کرین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین اُسکی حالت بیان کرنے لگا اور برابر بیان کرتا چلا جاتا تھا کہ بعض امور مین مجکو اشتباہ واقع ہوا تو مسجد حاضر کی گئی کہ مین اُسکو دیکھتا تھا حتے کہ عقیل کے مکان سے قریب رکھدی گئی

تو مین مسجد کی طرف نظر کرتا تھا اور اسکی حالت بیان کرتا تھا تو قوم نے کہا کہ قسم ہی
خدا کی انھون نے صحیح کہا پھر اُن لوگون نے کہا کہ ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو خبر دیجیے
ہمارے قافلے کے حال سے کہ کون امر مانع ہوا ہی کہ وہ ہمارے پاس نہین آئے تو مین کیا
کوئی چیز اُنکی گم ہوگئی ہی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان بنی فلان کے
قافلے کے پاس مین گذرا اور وہ لوگ روحا مین ہین اُنکا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اُسکی
تلاش مین ہین اور اُنکے اسباب مین پانی کا قدح بھی ہی مجکو پیاس معلوم ہوئی تو مین نے
وہ قدح لیا اور پانی پیا پھر وہ قدح جسطرح رکھا تھا اُسی طرح رکھدیا تو تم لوگ اُن لوگون سے
پوچھنا کہ جب وہ لوگ واپس آئے تو کیا اُن لوگون نے اُس قدح مین پانی پایا تو قوم کے
لوگون نے کہا کہ یہ ایک نشانی ہے یعنے اس سے معلوم ہوگا کہ یہ واقعہ معراج کا صحیح ہے
یا نہین پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بنی فلان کے قافلے کے پاس گذرا
اور فلان فلان دو شخص اپنے اپنے اونٹ پر ذی مرا مین سوار تھے تو مجکو دیکھکر وہ دونون
اونٹ بگڑے اور فلان شخص کو گرا دیا اور اُس شخص کا ہاتھ ٹوٹ گیا تو تم لوگ اُن دونون
شخصون سے یہ حال دریافت کرنا تو قوم کے لوگون نے کہا کہ یہ بھی ایک نشانی ہی پھر اُن
لوگون نے کہا کہ ہمارے قبیلے کے قافلے کے حال سے خبر دیجیے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ مین اُنکے پاس تنعیم مین گذرا تو قوم کے لوگون نے پوچھا کہ وہ لوگ کسقدر
ہین اور اُنکے پاس مال کسقدر ہے اور اُس قافلے کی ہیئت کیا ہے اور اُسمین کون
کون شخص ہین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین اُسوقت کسی دوسرے
امر مین مشغول تھا تو پھر وہ قافلہ بجنسہ مع سب لوگون کے اور مع اُنکے مال و اسباب کے
اُسی ہیئت کے ساتھ حزورہ مین ظاہر کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ہان اُس قافلے کی ہیئت ایسی ہی اور ایسی ہی کہ اُسمین فلان فلان شخص ہین اور
اُس قافلے کے آگے ایک اونٹ ہی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تیز رو ہے

اُسیر دُو مزاق یعنی جوال ہین اور وہ جوال مختلط ہی یعنی اصلی ہوئی ہے اور وہ قافلہ طلوع شمس کے وقت تمھارے سامنے ظاہر ہوگا تو اُن لوگون نے کہا کہ یہ بھی ایک نشانی ہی پھر وہ لوگ وہان سے حیرت زدہ نکلے اور بیابان کی طرف چلے اور کہتے تھے کہ قسم ہے خدا کی کہ محمدؐ نے ایک عجیب قصہ بیان کیا حتے کہ وہ لوگ کدا یعنے ایک ٹیلے کے پاس پہونچے اور اُسپر بیٹھ گئے اور دیکھنے لگے تا آفتاب جب طلوع ہووے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرین کہ ناگاہ اُنمین سے ایک شخص نے کہا کہ قسم ہے خدا کی آفتاب طلوع ہوا ہے اور کسی دوسرے شخص نے کہا کہ قسم ہے خدا کی مراد ظاہر ہوئی یعنی قافلہ ظاہر ہوا اور اُسکے آگے ایک اونٹ ہے یا یہ کہا کہ شتر زرد ہی اور اُس قافلے مین فلان فلان شخص ہین جیسا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے موافق قافلہ ظاہر ہوا لیکن وہ لوگ ایمان نہ لائے اور کہا کہ یہ کچھ نہین یہ صرف ظاہرا جادو ہی۔

حال شجرۂ بیعۃ الرضوان

شجرۂ بیعۃ الرضوان کا حال بخاری مین متعدد روایات مین ہی کہ وہ روایات سعید بن مسیب کی ہین اور سعید بن مسیب نے ربیعہ سے روایت کی ہے اور بعضی روایات مین ہے کہ ربیعہ نے کہا کہ مین نے وہ درخت دیکھا پھر مین بھول گیا تو مین اسکو نہین پہچانتا ہون اور بعضی روایات مین ہے کہ جب دوسرا سال آیا تو مین بھول گیا تو مین اُسکو نہین پہچان سکتا ہون اور بعض روایات مین طارق بن عبدالرحمن سے ثابت ہی کہ اُنھون نے کہا کہ مین حج کے قصد سے چلا تو مین ایک قوم کے پاس گذرا کہ وہ لوگ اُس درخت کی مسجد مین نماز پڑھتے تھے تو مین نے اُن لوگون سے کہا کہ یہ کون مسجد ہے تو اُن لوگون نے کہا کہ یہی درخت ہی کہ اسکے نیچے آنحضرت صلی اللہ

[علیہ] وسلم نے بیعت رضوان کی بیعت لی تھی تو مین سعید بن مسیب کے پاس آیا اور یہ خبر
اُنکو دی تو سعید بن مسیب نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے
تو وہ درخت نہ پہچانا اور تم لوگون نے اُسے پہچان لیا تو کیا تم لوگ اُن حضرات سے
زیادہ واقف ہو اور شیخ ابن حجر نے فتح الباری مین لکھا ہے کہ کسی شخص نے کہا کہ
مین وہ درخت پہچانتا ہون اور سعید بن مسیب نے اس قول کی صحت سے انکار کیا تو
اس انکار کی وجہ یہ ہوئی کہ سعید ابن مسیب نے اپنے باپ کے قول پر اعتماد کیا
کہ اُنکا قول یہ ہی کہ لوگون نے سال آیندہ مین وہ درخت نہ پہچانا تو سعید بن مسیب
کے قول سے لازم نہین آتا ہے کہ وہ درخت کوئی نہ پہچانتا ہوا سواسطے کہ بخاری
کے نزدیک اسکے قتل کے قریب کی حدیث سے کہ حضرت جابر سے مروی ہے ثابت
ہی کہ حضرت جابرؓ نے کہا کہ اگر مین آج دیکھتا ہوتا تو اُس درخت کی جگہ تم لوگون کو
دکھلا دیتا تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت جابرؓ اُس درخت کی جگہ خیال رکھتے تھے
اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر وہ درخت بعینہ پہچانتے تھے پھر
اُنھون نے کہا کہ مین نے ابن سعید کے پاس اسناد صحیح سے یہ روایت پائی ہے کہ
نافع سے روایت ہی کہ اُنھون نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہونچی کہ کسی قوم کے لوگ اُس درخت کے پاس آتے ہین اور
وہان نماز پڑھتے ہین تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا کہ وہ درخت کاٹ دیا جاوے
یہ حال اُس درخت کا ہے جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہین کہ
مین کہتا ہون کہ اس درخت کے بارے مین جو روایات ہین اُن سب روایات پر
نظر کرنے سے میرے نزدیک ثابت ہوتا ہی کہ وہ درخت بیعت کرنے کے بعد لوگونکی
نظر سے غائب کر دیا گیا اور اسمین پوشیدہ حکمت تھی اور مین نے اسکو مفصل فتح العزیز
مین ذکر کیا ہی اور اسکا خلاصہ یہ ہی کہ اللہ تعالے نے فرمایا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

اِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ یعنے اللہ تعالی امومنین سے راضی ہوا اس سے کہ اُن لوگون نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت قبول کی تو اس کلام پاک کی وجہ سے احتمال تھا کہ لوگون کا ذہن اسطرف جاتا کہ اللہ تعالی کی رضامندی ہونے مین اس درخت کو کچھ دخل ہے تو اسوجہ سے اللہ تعالی نے وہ درخت لوگون کی نظر سے غائب کردیا اور زیادہ تر وجہ یہ ہوئی کہ ابھی کم زمانہ گذرا تھا کہ لوگ زمانہ جاہلیت مین تھے اور بتون کی عبادت کے خوگر تھے حتی کہ لوگون نے ایک دن آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت بابرکت مین عرض کیا کہ ہمارے لیے ذات انواط مقرر فرمایئے جیسا کفار کے لیے ذات انواط ہے اور ذات انواط ایک درخت کا نام ہے پھر بعض لوگون نے اندازہ سے اُسکی جگہ معین کر لی اور اب اُس جگہ جو درخت تھا فی الواقع وہ دوسرا درخت تھا لیکن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہ درخت بھی کاٹ دیا جاوے اور یہ حکم اسوجہ سے صادر ہوا کہ صالحین کے آثار سے مستفید ہونا اور اُسکو تبرک جاننا مذموم ہے یا اُسکے خلاف کرنا بہتر ہے بلکہ اسوجہ سے یہ حکم صادر ہوا کہ آمیزش اور جعل کرنا تبرکات مین مذموم ہے اور اسی وجہ سے امام پر واجب ہے کہ اُس شخص کو سزا دیوے جو کہے کہ فلان شعر یا فلان چیز تبرکات سے ہے اور اُسکی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف کرے اور اُسکی نہ کوئی سند ہو اور نہ کوئی دلیل ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حکم فرمایا کہ وہ درخت کاٹ دیا جاوے تو یہ حکم صرف اسوجہ سے صادر فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ وہ درخت لوگون کی نظر سے غائب کردیا گیا اور یہ درخت فی الواقع وہ درخت نہین کہ اُسکے ذریعہ سے برکت حاصل ہوسکتی ہے اسواسطے کہ وہ درخت البتہ اس قابل تھا کہ اُس سے برکت حاصل کیجاتی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا کہ اگر آج مین دیکھتا ہوتا تو اس درخت کی جگہ تم لوگون کو دکھلا دیتا تو اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ

حضرت جابر اُس درخت کی جگہ خیال رکھتے تھے اور اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہی کہ وہ درخت اُسوقت موجود تھا بلکہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ درخت نامعلوم ہوگیا تھا تو یہ مقام قابل غور کے ہے اور تعجب ہی کہ کیا وجہ ہوئی کہ یہ امر شیخ ابن حجر علیہ الرحمتہ کے ایسے محقق پر مخفی رہا اور شفاء الغرام مین لکھا ہے کہ حدیبیہ کی جگہ وہ ہے کہ وہان ایک کنوان ہی اُسکو بیر شمس کہتے ہین اور جدہ کی راہ سے جانے مین وہ کنوان ملتا ہے اور حالانکہ شجرۂ بیعت رضوان اور حدیبیہ اب کسی کو معلوم نہین اور حدیبیہ وہ جگہ نہین کہ اُسکو جدہ کہتے ہین اور وہ جدہ کی راہ مین ہے اسواسطے کہ یہ جگہ جدہ سے قریب ہی اور بُعد اُسکا مکہ معظمہ اور حدیبیہ سے اُس سے بہت کم ہے اور وہ حرم کی حد مین ہے ایسا ہی مالک نے کہا ہے یا حل کے کنارے پر ہے اور یہ ماوردی نے کہا ہے یا وہ جگہ کچھ حل مین ہی اور کچھ حرم مین ہے اور یہ شافعی نے کہا ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ وہ درخت بہشت کے درختون سے تھا تو اُسکا مطلب یہ ہی کہ وہ درخت بہشت مین اٹھا لیا گیا چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ یعنی میرے گھر اور میری منبر کے درمیان جو جگہ ہی وہ باغ ہے باغہاے جنت سے اور یہ بھی حدیث شریف مین وارد ہوا اِنَّ الْبَقِیْعَ وَالْمُعَلَّاةَ تُرْعَتَانِ مِنْ تُرَاعِ الْجَنَّةِ یعنی بقیع اور معلاۃ یہ دونون دو سبزہ زار مین سبزہ زار ہاے بہشت سے تو اس سے مراد یہ ہی کہ یہ مقامات قیامت کے دن اسطرح کے کر دیے جاوینگے —

سوال در بارۂ فرقۂ ناجیہ حدیث شریف مین وارد ہی سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً قِیْلَ مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متفرق ہوگی میری اُمت یعنی میری اُمت اجابت مین تہتر فرقے ہونگے سب دوزخی ہین مگر ایک فرقہ تو کہا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون لوگ ہین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ہین کہ وہ

لوگ ثابت اور قائم ہین اُسپر کہ ہین اُسپر ہون اور میرے اصحاب اُسپر ہین تو اُس
حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرقۂ ناجیہ وہی لوگ ہین کہ پیغمبر کی حدیث کی اتباع اور صحابہ
کی پیروی اُنکا آئین اور شیوہ ہو اور ظاہر امعلوم ہوتا ہے کہ یہ امر اہل سنت و جماعت
کے سوا دوسرے مین نہین اسواسطے کہ سُنت سے مراد حدیث کی متابعت ہو اور جماعت
سے مراد جماعت صحابہ کی پیروی ہے لیکن کبھی ایک خدشہ دل مین گذرتا ہے کہ
اہل سُنت کا عقیدہ ہی کہ ممکن ہے کہ صغائر اور کبائر پر عذاب ہووے تو اس سے
معلوم ہوتا ہی کہ ممکن ہے کہ اہل سُنت کے بھی بعضے لوگون پر صغائر اور کبائر کی وجہ سے
عذاب ہووے تو یہ لوگ فرقۂ ناجیہ کسطرح قرار پائے اور فی النار کی وعید سے کسطرح خارج ہوے

جواب اہل سُنت کا جو عقیدہ ہی کہ ممکن ہے کہ اہل سنت کے بعضے لوگون پر بسبب
صغائر اور کبائر کے عذاب ہووے تو اسکا مطلب یہ ہی کہ ممکن ہی کہ اہل سنت کے بعضے
لوگ اس فرقہ کا جو عمل اور عقیدہ ہو اُسکے مقتضا کو ترک کرین اور اس وجہ سے وہ لوگ
مستوجب عذاب کے ہووین اور اس فرقہ کے علاوہ اور جو فرقے ہین کہ وہ سب گمراہ
ہین وہ سب لوگ اپنے عقیدہ کے سبب سے مستوجب دوزخ کے ہونگے اور اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ ان سب گمراہ فرقون کا عقیدہ باطل ہے اور اس فرقۂ ناجیہ کے بعضے
لوگون کے حق مین جو عذاب کا خوف ہے تو یہ خوف اسوجہ سے ہے کہ ممکن ہے کہ اُنکا
عمل اُنکے عقیدہ کے خلاف ہووے اور یہ دلیل اس امر کے لیے ہے کہ یہ مذہب حق
ہی اور امید ہی کہ اس فرقہ کے گناہگار بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نجات پاوین۔

بیان رمضان و ذی الحجہ حدیث شریف مین وارد ہی شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ
وَذُو الْحِجَّةِ یعنے دو مہینے ہین کہ وہ ناقص نہین ہوتے ہین یعنی رمضان اور ذی الحجہ
شراح حدیث تاویل کرتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہی کہ ان دونون مہینے کا ثواب

کسی حال مین کم نہین ہوتا ہے تو یہ توجیہ رمضان مین درست ہوتی ہی کہ خواہ ماہ کامل ہووے
یعنی پورا تیس دن کا مہینہ ہووے یا ماہ ناقص ہووے یعنی صرف انتیس دن کا مہینہ
ہووے دونون صورت مین تمام ماہ رمضان کے روزہ کا ثواب برابر ہوتا ہے ماہ
ناقص ہونے سے ثواب مین رمضان کے کمی نہین ہوتی ہے لیکن یہ توجیہ ذی الحجہ
مین درست نہین ہوتی ہے اسواسطے کہ شعائر اور مناسک حج کے صرف آخر ایام تشریق
تک ہوتے ہین اور آخر ماہ سے کچھ تعلق نہین خواہ ماہ کامل ہووے یا ناقص ہووے اور
یہ حدیث کلبی مین متعدد طریقہ سے وارد ہی اور اُسکے الفاظ مصرح ہین اور یہ تو مراد نہین
کہ اُن دونون مہینے کے دن کبھی کم نہین ہوتے ہین۔

جواب یہ جو حدیث ہی شَہْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ تو اکثر علماء کے نزدیک اسکا مطلب یہ ہی
کہ ایسا اتفاق نہین ہو سکتا ہے کہ کسی سال مین ان دونون مہینے کے دن تیس
دن سے کم ہو جاوین یعنی دونون مہینے انتیس دن کے ہووین اور بعضے علما کے
نزدیک اُسکا مطلب یہ ہی کہ ان دونون مہینے کا اجر اور ثواب کبھی کم نہین ہوتا ہے تو رمضان
مین یہ امر ظاہر ہے اور ذی الحجہ مین یہ امر اس اعتبار سے ہے کہ یہ مہینہ حج کے مہینون
سے ہی اور ماہ حرام سے ہے اور ان مہینون مین عمل کا ثواب زیادہ ہوتا ہے تو اگر
ذی الحجہ کسی سال کامل نہووے یعنی تیس دن کا نہووے بلکہ صرف انتیس دن کا ہووے
تو اس صورت مین بھی اسکا اجر کامل ہوتا ہے اور بعضے علماء نے کہا ہی کہ اسکی صورت
یہ ہی کہ شروع ذی الحجہ مین چاند نظر نہ آوے اور دو ایک دن گذر جاوین اور حاجیون کو
معلوم نہووے کہ ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہوا اور اسوجہ سے احرام مین مشغول نہ ہووین
یا جس شخص کا اس مہینون مین معمول ہو وہ اس غلط فہمی سے ترک ہو جاوے مثلاً
کوئی شخص عشرۂ ذی الحجہ مین روزہ رکھتا ہو اور اس غلط فہمی کی وجہ سے روزہ نہ رکھے
اور رویت ہلال کا ثبوت مثلاً عرفہ کے دن ہووے تو ان سب ایام گذشتہ کا اجر لوگونکو

ملیگا یہ شرح اس حدیث کی ہے اور کلبی کی روایات چنداں قابل اعتبار نہیں اسواسطے کہ یہ
رواۃ کثیر الاوہام سے ہین کہ اپنے خیال سے جو سمجھ لیتے ہین اُسکو ایسا گمان کرتے ہین
کہ گویا کسی معتبر شخص سے سُنا ہے۔

ف یہ حدیث شریف ہی ثَلٰثَۃٌ یُّؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَیْنِ رَجُلٌ اٰمَنَ بِنَبِیِّهٖ وَاٰمَنَ
بِمُحَمَّدٍ الخ یعنی تین شخص ہین کہ اُنکو دو چند اجر دیا جاتا ہی منجملہ اُنکے ایک شخص وہ ہی کہ ایمان
لایا اپنے نبی پر اور ایمان لایا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر الخ اور بعض روایات مین ہے رَجُلٌ
مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِیِّهٖ یعنی منجملہ اُن تین شخصونکے ایک وہ شخص ہی کہ اہل کتاب
سے ہو اپنے نبی پر ایمان لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا شراح
حدیث نے اسکا مطلب بیان کرنے مین نہایت اضطراب کیا ہے اور اُن مین سے
متاخرین نے مثلاً عبدالرؤف مناوی اور دیگر محققین نے یہ اختیار کیا ہی کہ اس
قول سے مراد صرف نصاریٰ ہین اسواسطے کہ یہود کا دین اور باقی سب دین حضرت
عیسےٰ علیہ السلام کے دین سے منسوخ ہوگئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا
انکار کرنا کفر ہے تو جو شخص ایسا ہو کہ اُسنے بحالت کفر کے منسوخ پر عمل کیا ہو وہ
اُس عمل کی وجہ سے مستحق اجر اور ثواب کا کس طرح ہو سکتا ہے اور اس فقیر نے
آیہ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ کی تفسیر مین اس امر کی عمدہ تحقیق لکھی ہے
مگر یہان مسودہ موجود نہین اسوجہ سے وہ نقل کرنا ممکن نہین اور اُسکا خلاصہ یہ ہے
کہ بہتر یہ ہی کہ کہا جاوے کہ یہ کلام عام ہے اسواسطے کہ اس امر مین جو روایات وارد
ہین اُن سب روایات مین یہ امر عام طور پر مذکور ہے بلکہ نص قرآنی سے بھی عموم ثابت
ہوتا ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ
يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ
مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ

سورۂ القصص

السیئۃ وممّا رزقنٰھم ینفقون یعنی وہ لوگ کہ دی ہمنے انکو کتاب قبل اسکے وہ لوگ
اُسپر ایمان لے آتے ہین اور جب اُنپر ہماری کتاب پڑھی جاتی ہے تو کہتے ہین کہ ہم
اُسپر ایمان لے آئے تحقیق کہ یہ حق ہی ہمارے پروردگار کی طرف سے تحقیق کہ
ہم پہلے اس سے مسلمان تھے یہ لوگ اپنا ثواب دو مرتبہ پاوینگے بسبب اُسکے کہ صبر کیا
اُن لوگون نے اور دفع کرتے ہین نیکی کے ذریعہ سے بُرائی کو اور جو دیا ہم نے اُن کو
اُس سے خرچ کرتے ہین یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر
ایمان لانا مستلزم ہی اس امر کے لیے کہ اُس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان
لانا ثابت ہوجاتا ہی تو مثلاً جب یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہین
تو اس ایمان لانے سے ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان
لے آئے تو اس ایمان کے مستحق ہونے سے اُنکا سابق کفر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے حق مین تھا محو ہوجاتا ہی جیسا کہ جب یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان
لاتے ہین تو اُنکا سابق کفر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین تھا محو ہوجاتا ہی
ثواب اُنکی سابق طاعت کا بھی اعتبار کیا جاتا ہی اور اُسکے عوض مین وہ اجر اور
ثواب کا مستحق ہوجاتا ہی اور اس امر کے لیے ظاہر دلیل یہ ہے کہ مثلاً نصارے
سے کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اسکے قبل وہ اپنی تمام عمر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین کفر اور انکار کرتا رہا بلکہ ہمیشہ اہل اسلام سے سابقہ
جنگ و جدال کرنے مین مصروف رہا تو بلاشبہہ اُسکے حق مین ثابت ہی کہ اُسکو دو مرتبہ
اجر دیا جاویگا اور اسکے قبل اپنے نبی پر جو ایمان لایا تھا اب اُس کا اعتبار ہوگا حالانکہ
اُسوقت ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین کفر اور انکار کرتا رہا اور اس
امر مین سر یہ ہے کہ منجملہ انبیاء علیہم السلام کے ہر نبی پر ایمان لانے کی یہ تاثیر ہے کہ
اُس سے باطن کی تطہیر ہوتی ہے اور نفس کی تکمیل ہوتی ہی لیکن اسکا اثر ظاہر

نہین ہوتا ہی اسواسطے کہ اُسکا معارض موجود رہتا ہی اور وہ معارض یہ ہی کہ دوسرے نبی کے حق مین اسکو کفر اور انکار رہتا ہے تو جب وہ معارض رفع ہو جاتا ہی تو اُسکا اثر ظاہر ہوتا ہے اور اس سر کے ثبوت کے لیے شواہد بے شمار ہین کہ امور طبعیہ اور امور صناعیہ وغیرہا محسوسات مین موجود ہین اور حاصل کلام یہ ہی کہ جب کوئی یہودی اسلام سے مشرف ہوا اور یہ امر متحقق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر اُسکا ایمان لانا صحیح ہے تو اس ضمن مین یہ بھی متحقق ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور باقی سب انبیاء علیہم السلام پر دفعۃً ایمان لایا اور یہ ایمان صحیح ہوا اور یہ جائز قرار پایا کہ یہ ایمان اور اُسکے قبل کا ایمان کہ سابق مین مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق مین تھا ان دونون ایمان کا اب اثر ظاہر ہووے تو دونون ایمان کے عوض اُسکو دوچند اجر دیا جاوے تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اس بارہ مین جو حال نصرانی کا ہے وہی حال یہودی کا بھی ہی اور اس بارہ مین یہود اور نصارے کے کفر مین باہم کچھ تفاوت نہین اور یہ جو سوال مین لکھا تھا کہ کفر سب یہود کا خصوصاً احبار اور رہبانیین کا کفر بعد بعثت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ثابت ہے تو یہ کلام مقام تعجب ہے مہربان من بحیرا راہب نصرانی تھا یہودی نہ تھا اور احبار یہود کہ مدینہ منورہ مین طبعاً سکونت پذیر ہوے وہ اُسوقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے قبل تھے اب کعب احبار اور عبد اللہ بن سلام کے بارے مین کہتا ہون کہ ضلالت کے وجوہ اور اسباب مفصل تفسیر فتح العزیز وغیرہ مین مذکور ہین وہ دریافت ہو جانے کے بعد اس بارے مین کچھ تعجب باقی نہین رہتا ہی اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ ضلالت کے لیے سبب کبھی فاسد تلقی کا ہوتا ہی اور اور یہ سبب عام ہے علما اور خواص کے حق مین بھی یہ سبب کبھی واقع ہوتا ہی اور فاسد تلقی کے معنے یہ ہین کہ کوئی امر مشہور ہو جاوے جیسا معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

انکا زندیق ہونا یہود مین مشہور تھا تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ امر مشہور کسی عالم کے ذہن مین اسطرح مستحکم ہوجاتا ہے کہ اسکے خلاف جو امر واقعی ہوتا ہے وہ بھی اسکو معلوم ہوتا ہے کہ باطل ہے اور اس امر مشہور کے خلاف جو امر ہوتا ہے اسکے وجہ کیطرف کچھ التفات نہین کرتا ہے ورنہ اس شخص مین یہ مادہ ہوتا ہے کہ اگر اس امر مشہور کے خلاف کے وجوہ پر التفات کرے تو اسکو امر حق معلوم ہوجاویگا اور مثال اسکی یہ ہے کہ بلاد ایران کے منتہی مقام مین جو لوگ ہین اور وہ اہل سنت کے ساتھ اختلاط نہین رکھتے ہین انکے لڑکے اور انکی عورتین اگرچہ کامل طور پر اپنی کتابین پڑھتی ہین مگر انکے ذہن مین حضرات شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے نام مبارک کی اہانت معاذ اللہ مانند فرعون اور ہامان اور نمرود کے نام کی اہانت کے اسطرح قرار پائی ہے کہ ان حضرات کے مناقب اور مدائح کا خیال ہرگز انکے ذہن مین قرار نہین پاتا ہے اور انکے ذہن مین یہ خیال مستحکم ہے کہ اہل بیت کو اذیت دیگئی اور ان حضرات کے حق مین غصب اور ظلم اور حیلہ کیا گیا اور اس خیال کی وجہ سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور مدائح کا خیال انکو مطلقاً نہین ہوتا ہے تو باوجود اسکے کہ انہین مادہ ہے کہ امر حق دریافت کرین لیکن وہ لوگ ان حضرات کا حال دریافت کرنے مین مطلقاً توجہ اور التفات نہین کرتے ہین اور یہی حالت احبار یہود کی بھی تھی کہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال دریافت کرنے مین کچھ توجہ اور التفات نہ کرتے تھے اسواسطے کہ انکی قوت مدرکہ ان خیالات باطلہ سے پر تھی کہ معاذ اللہ ان ہی خیالات کی وجہ سے وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متنفر تھے اور جب توجہ اور التفات نہووے تو بدیہیات دریافت نہین ہوسکتی ہین تو نظریات کا کیا ذکر ہے اور اس بے التفاتی کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ملاعین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان مین صرف زندقہ اور الحاد کے کلمات اور آپ کی

شان مین صفت و ثنا کرنے مین مبالغہ کرتے تھے، اور تثلیث کا قول کہا کرتے ہے اور
اسکے سوا اور کوئی دوسرا امر حضرت عیسی علیہ السلام کی شان مین ذکر نہ کرتے تھے تو یہ
خرافات سُننے سے یہود کا تنفر زیادہ ہوا تھا کہ جب پیغمبر آخر زمان صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث
ہوئے اور جو امور محتاج دلیل کے تھے وہ علانیہ طور پر ظاہر ہو گئے اور جو بات مخفی جانی تھی
وہ دیکھنے مین آئی اور کوئی حجاب باقی نہ رہا تو بعضے یہود دونون حضرات پر معًا ایمان
لائے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اس ضمن مین انکا ایمان
لانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی متحقق ہو گیا اور اُن یہود کے علم کے کمال کا اثر
اب ظہور مین آیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَنَا اَولَی النَّاسِ بِعِیسَی ابْنِ
مَرْیَمَ یعنی لوگون مین مین زیادہ قریب ہون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق مین تو
اس حدیث کے مقاصد سے یہ بھی مقصد ہے کہ مذکور ہوا ہے اور اسکا عکس بھی انشاء اللہ
العزیز ہونے والا ہے یعنی جب پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زیادہ
زمانہ گذر جاویگا اور مخالفین مذہب کا غلبہ ہوگا خصوصًا دجال ملعون نکلے گا تو اُسوقت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شان مین لوگون کے دل مین شکوک اور
شبہات کا دخل ہوگا تو حضرت عیسٰی علیہ السلام تشریف لاوینگے اور مخالفین کو
دفع کرینگے اور شکوک اور شبہات زائل فرماوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ و
اصحابہ وسلم کا دین متین روشن کرینگے اور ابن مندہ نے ضعیف سند سے حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک اختیار کی اور اُسوقت آپ کی
عمر اٹھارہ برس کی تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر بیس برس کی تھی اور دونون
حضرات نے تجارت کے ذریعہ سے ملک شام کا ارادہ فرمایا تو ایک مقام مین آپ
دونون حضرات اُترے اور وہان بیر کا درخت تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے

سایہ مین بیٹھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک راہب کے پاس گئے کہ اُس راہب کو بحیرا کہتے تھے اور بحیرا سے کچھ پوچھا تو بحیرا نے کہا کہ درخت کی سایہ مین کون شخص ہین تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہین تو بحیرا نے کہا کہ قسم ہو خدا کی یہ نبی ہین اسکے سایہ مین بعد حضرت عیسی علیہ السلام کے کوئی نہ بیٹھا مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ ابن مندہ کی روایت کا ترجمہ ہے اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ دوسرا سفر تھا اور اسکے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے ساتھ سفر کیا تھا ایسا ہی اصابہ مین ہے اور احبار یہود کی اولاد کہ وہ لوگ مدینہ منورہ مین سکونت پذیر تھے تو وہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے مقام سے دور تھے اور اسوجہ سے حضرت عیسی علیہ السلام کے حال سے اُن لوگون کو کما ینبغی خبر نہوئی اور حضرت عیسی علیہ السلام کی دعوت اسلام کی خاص ملک شام کے بنی اسرائیل کے حق مین ہوئی اور مدینہ منورہ کے یہود کا اختلاط مشرکین کے ساتھ تھا اور اسوجہ سے اُنکے خیال کی تاثیر اُن لوگون مین ہوئی اور اسکے علاوہ اور بھی سبب ہوے کہ اُسکی وجہ سے ان لوگون کی توجہ حضرت عیسی علیہ السلام کے فضائل کی طرف نہوئی اور حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کسی معتبر کتاب مین نظر سے نہ گذری فقط

استبراء کا بیان فقہانے استبراء کے بارے مین نہایت تاکید فرمائی ہے اور فقہاء کا یہ قول ماخوذ اس حدیث سے ہے کہ عذاب قبر کے بیان مین وارد ہے اَمّا اَحَدُھُمَا فکان لا یستبرأ من بولہٖ یعنی لیکن ایک ان دونون شخصون سے پس وہ اپنے پیشاب سے بخوبی پرہیز نہ کرتا تھا اور استبراء کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز سے برارت چاہنا اور پیشاب سے برارت چاہنا فرض ہے یعنی یہ چاہنا فرض ہے کہ پیشاب بدن وغیرہ مین نہ لگا رہے اسواسطے کہ فرض و واجب کے سوا کسی دوسرے امر کے

چھوڑنے پر عذاب نہین اور ہر شخص کے لیے استبرا کے بارے مین اُس شخص کے حال کے مناسب حکم ہی اور ایسا ہی ہر وقت کے لیے استبرا کے بارے مین اُسوقت کا مناسب حکم ہے اور اسی وجہ سے حسن بصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے لَا تَسْئَلْ عَنْ حَالِ الصَّحَابَۃِ وَاَنَّھُمْ کَانُوا یَکْتَفُوْنَ فِی الْاِسْتِنْجَاءِ عَنِ الْبَرَازِ بِالْاَحْجَارِ اِنَّھُمْ کَانُوا یَبْعَرُوْنَ بَعْرًا وَاَنْتُمْ تَثْلِطُوْنَ ثَلْطًا یعنی چاہیے کہ استنجا کے بارے مین صحابہؓ کا حال نہ پوچھا جاوے وہ لوگ پائخانہ کے بعد صرف پتھر ون سے نجاست دور کر دیتے تھے اور اسی پر اکتفا کرتے تھے اسواسطے کہ اُنکا پائخانہ مینگنی کیطرح خشک ہوتا تھا اور تم لوگونکا پائخانہ سریش کیطرح ہوتا ہی کہ بدن کے ساتھ چسپان ہوجاتا ہے اور طریقہ مرجبہ استبرا کے تارک کو جو لوگ بدعتی کہتے ہین تو یہ صرف اس فرقہ ظاہرین کی مبالغات سے ہی یہ قابل اعتبار نہین اور بخاری اور اُسکی شروح مین مذکور ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے عذاب قبر کی حدیث سُنی تو اسوجہ سے وہ پیشاب سے نہایت احتیاط کرتے تھے حتی کہ جب پیشاب کی حاجت ہوتی تھی تو پیشاب کا مقام شیشی کے اندر داخل کرتے تھے اور اُسکے اندر پیشاب کرتے تھے اس خوف سے کہ ایسا نہووے کہ کہین بدن یا کپڑے پر چھینٹ پڑجاوے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بطور انکار کے اُنسے کہا کہ مین نے دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی سُباطہ پر یعنے کوڑا پھینکنے کی جگہ مین گئے اور کھڑے ہوکر پیشاب کیا اور اسمین شبہ نہین کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے مین گمان چھینٹ پڑنے کا ہے اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب استبرا کرنے مین مبالغہ کیا جاتا ہی تو مثانہ سے پیشاب ٹپکتا ہی اور اُسکی مثال یہ ہے کہ دودھ جب دوہا جاتا ہے تو دودھ جانور کے تھن مین آتا ہے اور جب دوہنا موقوف کردیا جاتا ہے تو دودھ بھی موقوف ہوجاتا ہے۔

سوال مشکوٰۃ شریف مین وارد ہی کہ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ

وسلم عن عشرٍ منها أن یجعل الرجل أسفل ثیابه حریرًا یعنی منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دس امر سے منجملہ انکے ایک امر یہ ہے کہ مرد کپڑون کے
نیچے ریشمی کپڑا پہنے تو اس کلام سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ریشمی کپڑا اگر بدن سے
متصل نہ ہووے تو مکروہ نہین مثلاً ابرہ ریشمی کپڑے کا ہووے اور استر سوتی کپڑے کا
ہو تو یہ مکروہ نہین اور درمختار مین لکھا ہے یحرم لبس الحریر ولو بحائل علی الصحیح وعن الامام
انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وھی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عمت بہ
البلوی یعنی حرام ہے ریشمی کپڑا پہننا اگرچہ بدن اور اُس کپڑے کے درمیان مین کوئی دوسری
چیز حائل ہووے اور یہی صحیح قول ہے اور امام سے روایت ہے کہ ریشمی کپڑا صرف
اُس صورت مین حرام ہے کہ جب بدن سے متصل ہووے قنیہ مین لکھا ہے کہ یہ عظیم
رخصت ہے اُس مقام کے لیے کہ وہان عام طور پر لوگ اسمین مبتلا ہین۔

جواب یہ جو حدیث ہے نھی ان یجعل الرجل اسفل ثیابہ حریرًا مثل الاعاجم یعنی
منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ مرد کپڑون کے نیچے ریشمی کپڑا پہنے
جسطرح عجم کے لوگ پہنتے ہین اس کلام سے یہ متبادر نہین ہوتا ہے کہ اگر ابرہ ریشمی کپڑا
ہووے اور استر سوتی کپڑے کا ہو یعنے روئی سے بنا ہوا ہو تو وہ پہننا حلال ہے اسواسطے
کہ اصول کا مسئلہ ہے کہ جب کسی امر کے بارے مین کوئی حکم ہووے اور وہ امر مقید
کسی وصف کے ساتھ ہووے تو جب وہ وصف منتفی ہو جاویگا تو وہ حکم بھی منتفی ہو جاویگا
بشرطیکہ وہ وصف صرف عادت کے طور پر مذکور نہووے اور یہ امر بھی نہووے کہ جب
اس وصف کے خلاف دوسرا وصف پایا جاوے تو اُس صورت مین بطریق اولی
وہ حکم ثابت ہووے اور اس مقام مین دونون شرطین منتفی ہین پہلی شرط اسوجہ
سے منتفی ہے کہ عجم کے لوگون کی عادت تھی کہ کپڑون کے نیچے ریشمی کپڑا پہنا کرتے تھے
تا بدن مین نرمی معلوم ہووے تو اُس سے ممانعت کی گئی اور دوسری شرط اسوجہ سے

منتفی ہی کہ کپڑون کے اوپر ریشمی کپڑا پہننا منع ہو زیادہ مناسب ہی اسواسطے کہ اس سے مقصود ہوتا ہی کہ شہرت ہووے اور اُسکی چمک ظاہر ہووی تو دلالۃ النص سے ثابت ہوا کہ جب کپڑن کے نیچے ریشمی کپڑا پہننا منع ہے تو کپڑون کے اوپر بھی ریشمی کپڑا پہننا منع ہوا جیسا کہ والدین کو اُف کہنا یعنی جھڑکی دینا منع ہی تو اس سے ثابت ہوتا ہی کہ والدین کو مارنا بطریق اولے منع ہے اور در مختار مین بھی اسی مذہب کو صحیح لکھا ہے چنانچہ در مختار مین مذکور ہے وَلَوْ بِحَائِلٍ عَلَے الصَّحِیْحِ یعنی ریشمی کپڑا پہننا منع ہے اگرچہ اُس کپڑے اور بدن کے درمیان مین کوئی دوسری چیز حائل ہووے تو دوسری نادر روایت قابل اعتبار نہین۔

قول مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَایَنْجُسُ یعنی مومن نجس نہین ہوتا ہے یہ کلام مبارک جواب مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول کے وارد ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنب تھے اور اس حالت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے پرہیز کیا تو غسل کیا اور مسجد مبارک مین آئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکے چلے جانے کا سبب پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ مین جنب تھا تو مجکو بُرا معلوم ہوا کہ مین اُس حالت مین آپ کے حضور مین بیٹھون تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَایَنْجُسُ یعنی تحقیق کہ مومن نجس نہین ہوتا ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ مومن ایسا نجس نہین ہوجاتا ہے کہ اُس نجاست کی وجہ سے اُسکے ساتھ اختلاط اور کلام کرنا اور صحبت رکھنا منع ہوجاوے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ مومن کا اعتقاد درست ہوتا ہی اور اُسکے اعمال اچھے ہوتے ہین اور اُسکے اخلاق عمدہ ہوتے ہین تو مومن اگرچہ جنب بھی ہو مگر ان خوبیونکی وجہ سے وہ ایسا نہین کہ اُسکی صحبت سے نفرت کیجاوے بخلاف کافر کے اسواسطے کہ کافر اس قابل نہین کہ اُسکے ساتھ صحبت رکھی جاوے اور اُسکی ہمنشینی اختیار کیجاوے

بلاؤ اور یہی کہ اُسکے ساتھ ہم چشمی بھی نہ کیجاوے اور عاصم بن ثابت کا واقعہ جو غزوہ رجیع میں ہوا کہ اُنھون نے عہد کیا تھا اللہ تعالٰی سے کہ اُنکو مشرک کبھی مس نکرے گا تو شہادت کے بعد اُنکا بدن اشرفی سے داغا گیا تو یہ اُنکے کمال تورع کی وجہ سے ہوا اسلئے وجہ یہ ہے ایسا کیا گیا کہ اُنھون نے عہد کیا تھا کہ وہ عہد اُنکے حق مین لازمی نذر کے مانند تھا اور اگر کہا جاوے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ مومن مطلقًا کسی حال مین نجس نہین ہوتا ہے تو یہ صحیح نہین اسواسطے کہ مومن کبھی محدث ہوتا ہے کہ اُسپر وضو واجب ہوتا ہے اور کبھی جنب ہوجاتا ہے کہ اُس پر غسل واجب ہے اور اُس حالت مین اُسپر نماز پڑھنا اور قرآن شریف پڑھنا اور مسجد مین داخل ہونا حرام ہوجاتا ہے اور جب نجاست کے انواع سے ایک طرح کی نجاست کے بارے مین خاص حکم قرار پایا کہ اُس نجاست کی نفی مومن سے کی گئی تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ خاص طرح کی نجاست خاص مشرکین مین ہے اور عام طور پر اُن مین نجاست نہین اور حاصل کلام یہ ہے کہ متواتر طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور صحابہ نے مشرکین کے ساتھ کسی خاص ضرورت سے اختلاط رکھا اور اُنکے ساتھ مصافحہ کیا اور اُنکے ساتھ نشست رکھی اور اُنکو مس کیا اور اُنکے ہاتھ کا کھانا اور پھل کھایا اور اُنکا بنا ہوا کپڑا پہنا اور کس طرح نہ کہا جاوے کہ یہ ثابت ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے شامی جبہ پہنا اور اُس وقت اہل شام کفار تھے البتہ اگر مشرکین کا کوئی ایسا فرقہ ہو کہ اُن لوگون کے بارے مین یقین ہووے یا ظن ہووے کہ وہ لوگ نجاست کو بُرا نہین جانتے ہین مثلًا ہنود کہ گوبر سے پرہیز نہین رکھتے ہین اور مثلًا انصاری کہ وہ لوگ شراب اور خنزیر سے پرہیز نہین رکھتے تو اُنکے ساتھ کھانا حرام ہے اور ایسا ہی یہ بھی حرام ہے کہ اُنکے برتن مین بلا دھوئے ہوے پانی پیا جاوے۔

سوال شرح الصدور مین یہ حدیث ہی لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اِلَّا اَنْ يَّثِقَ بِعَمَلِهٖ یعنی چاہیے کہ آرزو نہ کرے موت کی کوئی تم مین سے مگر جب اُسکو اپنے عمل پر وثوق ہووے تو ظاہر اس کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ موت کی تمنا کرنا جو اس وقت جائز قرار دیا گیا ہے کہ جب اپنے عمل پر وثوق ہووے تو یہ تعلیق محال ہی جیسا اللہ تعالیٰ کے کلام پاک مین وارد ہوا ہے فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ یعنی پس نکلجاؤ اطراف سے زمین اور آسمان کے اور نہ نکلوگے مگر قوت سے یعنی لیکن تمکو قوت نہین کہ نکل سکوگے یعنی عمل قبول ہونے کا دار مدار اخلاص پر ہے اور اخلاص کا دار مدار اسپر ہے کہ عجب اور ریا نہووے اور اس سے بچنا دشوار ہے تو ثابت ہوا کہ محال ہے کہ عمل پر وثوق ہووے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ موت کی آرزو کرنا منع ہی اور بعضے علماء زمانہ سمجھتے ہین کہ یہ تعلیق محال کے ساتھ نہین اور عمل پر وثوق ہونا ممکن ہے اور اسوقت جائز ہے کہ موت کی تمنا کیجاوے

جواب یہ جو حدیث شریف ہی لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اِلَّا اَنْ يَّثِقَ بِعَمَلِهٖ یعنی چاہیے کہ آرزو نکرے موت کی کوئی تم مین سے مگر اُسوقت کہ اپنے عمل پر وثوق ہووے تو اس حدیث کی ظاہری یہی معنی ہین کہ تحریر فرمایا ہے یعنی تعلیق بالمحال کے قبیل سے ہے اور اسکی تین دلیلین ہین اوّل یہ کہ یہ روایت صحاح مین نہین دوسری کتاب مین ہی اور عموم نہی کی روایت صحاح مین ہے تو عموم بہتر ہوا تو چاہیے کہ یہ روایت تعلیق بالمحال پر حمل کیجاوے تا دونون طرح کی روایات مین تا امکان تطبیق ہووے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ صحاح مین عموم نہی کی جو روایات ہین اُنکی علت عام ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسکو اپنے عمل پر وثوق ہووے اُسکے حق مین بھی منع ہے کہ موت کی تمنا کرے اور جو حکم ایسا ہووے کہ شارع کے کلام مین اُسکی عام علت مذکور ہووی تو اُس حکم کی تخصیص جائز نہین اور وہ روایت کہ اُسمین عام علت مذکور ہے

یہ ہے لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ إِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَتُوبَ وَإِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ
أَنْ يَزْدَادَ إِحْسَانًا یعنی چاہیے کہ آرزو نہ کرے موت کی تم مین سے کوئی بسبب کسی تکلیف کے
کہ اُسپر واقع ہووے اسواسطے کہ وہ شخص یا گنہگار ہے تو شاید آیندہ توبہ کرے
اور یا نیک ہے تو شاید اُسکی نیکی اور زیادہ ہووے یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے
اسمین شبہہ نہین کہ جسکو اپنے عمل پر وثوق ہوگا ضرور ہی کہ وہ اپنے کو نیک جانتا ہوگا اور
نیک کے حق مین بھی موت کی آرزو کرنا منع ہی اسواسطے کہ پھر موت کے بعد ممکن نہوگا
کہ نیکی مین زیادتی ہووے اور یہ علت اُس شخص کے حق مین موجود ہے کہ اُسکو
اپنے عمل پر وثوق ہووے تو اُسکے حق مین بھی نہی ثابت ہوئی البتہ اگر نہی کی علت ہوتی
کہ اسمین تردد ہووی کہ موت کے بعد کیا حال ہوگا یعنی عذاب ہوگا یا راحت ہوگی تو
اُس صورت مین اگر عمل پر وثوق ہووے تو نہی کی علت منتفی ہوجاتی ہے لیکن
فی الواقع نہی کی علت یہ ہی کہ موت کے بعد عمل موقوف ہوجاویگا تو اس علت مین
عمل پر وثوق ہونے کو کچھ دخل نہین تو یہی امر متعین ہوا کہ سوال مین جو حدیث مذکور
ہے اسمین تعلیق بالمحال ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ اگرچہ از روے عقل کے محال
نہین کہ عمل پر وثوق ہووے لیکن اسمین بھی شبہہ نہین کہ یہ باعتبار عادت کے ضرور
محال ہی چنانچہ یہ مخفی نہین اور اگر فرض کیا جاوے کہ عادۃً بھی محال نہین تو اس
صورت مین بھی ضرور ہی کہ شرعاً محال ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
وسلم نے فرمایا ہی لَا يُنْجِي أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ
يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهِ یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نجات نہ دیگا تم مین سے کسی کو عمل اُسکا
تو صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ کا عمل بھی آپ کی نجات کے لیے کافی نہوگا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین مگر یہ کہ چشم پوشی کرلیوے اللہ میری حق مین اپنی رحمت کے
سبب سے اور حسن بصری رح نے کہا ہی لَا يَخَافُ النِّفَاقَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يَأْمَنُهُ إِلَّا مُنَافِقٌ

یعنے نفاق سے کوئی نہین ڈرتا ہی مگر مومن ڈرتا ہے اور نفاق سے کوئی بیخوف نہین ہوتا ہی مگر منافق بیخوف ہوجاتا ہی ایسا ہی بخاری کی تعلیقات مین ہی قاصد نہایت مستعجل تھا لہذا اپنے حسب خواہ تفصیل فقیر لکھہ نہ سکا۔

یہ بیان اس حدیث کا ہی کہ جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہٗ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی وفات کے بیان مین ارشاد فرمایا کرتے تھے

بخاری نے اپنی تاریخ مین عمار کی روایت لکھی ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو یہ قوت بخشی ہی کہ سب خلائق کی بات سُنتا ہی وہ میری قبر کے پاس کھڑا ہے جو شخص مجھپر درود بھیجتا ہی وہ فرشتہ درود میرے پاس پہونچاتا ہے اور احمد اور نسائی کی روایت مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہین کہ زمین مین پھرا کرتے ہین اور میری امت کا سلام مجکو پہونچایا کرتے ہین اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے اور ایک مرتبہ سعید بن مسیب نے اذان قبر شریف سے سُنی اور حارث اور ابن سعد نے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگون کے حق مین میری زندگی بہتر ہے اور تم لوگون کے حق مین میری وفات بھی بہتر ہی تمھارے اعمال میرے سامنے پیش کیے جاتے ہین تو جب نیک عمل دیکھتا ہون تو اُسکے شکریے مین اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین حمد و شکر کرتا ہون اور جب بد عمل دیکھتا ہون تو اللہ تعالےٰ سے تمھارے لیے مغفرت چاہتا ہون اور جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیمار ہوے تو وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے قبر مبارک کی طرف لیجانا اور اجازت طلب کرنا اور چاہیے کہ اُسوقت کہا جاوے کہ یا رسول اللہ یہ ابو بکر ہے اجازت چاہتا ہے کہ آپکے نزدیک دفن ہووے تو اگر اجازت ملجاوے تو بہتر ورنہ مجکو بقیع کی طرف پھیر لانا تو صحابہؓ نے ایسا ہی کیا تو آواز آئی کہ آپ داخل

ہوویں آپ کی تعظیم و توقیر کی گئی ہو خطیب نے روایت کی ہو اور ابن عساکر نے کہا ہو کہ یہ روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجکو اپنے سر کے نزدیک بٹھلایا اور مجکو فرمایا کہ اے علی جب میں مرجاؤں تو آپ مجکو غسل دیجیے گا اُسی کپڑے میں کہ جسمین پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا اور مجکو اُس گھر کی طرف لیجائیگا کہ اُسمین پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اوپر کے مضمون کے موافق اجازت طلب کرنے کا قصہ ذکر کیا اور اُسکے آخر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جو لوگ اُس دروازہ کے پاس گئے اُنمین سے میں پہلے گیا تو مین نے سُنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ داخل کرو محبوب کو طرف محبوب کے تحقیق کہ محبوب محبوب کا مشتاق ہو اور جب قحط سالی ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ چاہیے کہ لوگ ایک سوراخ آسمان کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قبر مبارک کے محاذی بنا دیوین تو لوگون نے ایساہی کیا تو آسمان سے پانی برسا اور قحط دفع ہوا۔

سوال سیوطیؒ نے شرح الصدور میں ایک حدیث مین ذکر کیا ہو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو دیکھا کہ کسی مرد کے ساتھ کلام فرماتے ہین تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ مرد کون شخص تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمنے اسکو دیکھا کہا کہ ہان تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے تم نابینا ہوجاؤ گے تو اس جگہ دل میں خدشہ گذرتا ہے کہ اکثر صحابہ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تھا چنانچہ یہ امر اسلام اور ایمان اور احسان کے بارے میں سوال کرنے کی حدیث میں مذکور ہے اور وہ صحابہ باوجود اسکے نابینا نہوے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تخصیص کی وجہ کیا ہے۔

جواب ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قصہ کہ شرح الصدور سے نقل فرمایا ہو صحیح ہے
اور یہ پورا قصہ جو کتابون مین مفصل طور پر مذکور ہے یہ ہے کہ اَنَّہٗ رَاٰی رَجُلًا مَعَ النَّبِیِّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَعْرِفْہُ فَسَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ عَنْہُ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتَہٗ فَقَالَ نَعَمْ
قَالَ ذَاکَ جِبْرَئِیْلُ وَاِنَّکَ سَتَفْقِدُ بَصَرَکَ فَعَمِیَ بَعْدَ ذٰلِکَ فِیْ اٰخِرِ عُمُرِہٖ
وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ ذٰلِکَ اِنْ یَّاْخُذِ اللّٰہُ مِنْ عَیْنَیَّ نُوْرَھُمَا فَفِیْ لِسَانِیْ وَ
قَلْبِیْ مِنْھُمَا نُوْرٌ وَقَلْبِیْ ذَکِیٌّ وَعَقْلِیْ غَیْرُ ذِیْ دَخَلٍ وَفِیْ فَمِیْ صَارِمٌ کَالسَّیْفِ
یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دیکھا ایک مرد حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ
واٰلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ اور اُسکو نہ پہچانا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
اُس شخص کا حال آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہ واصحابہ وسلم سے پوچھا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ واٰلہ واصحابہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا
تمنے اُس شخص کو دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہان تو
آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے
اور قریب ہی کہ تم گم کردگے اپنی آنکھ یعنی نابینا ہوجاوٗگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہ اُسکے بعد اپنی آخر عمر مین نابینا ہوگئے اور اُسوقت حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہ کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے میری دونون آنکھ کی روشنی لے لی تو میری زبان
اور میرے دل مین دونون آنکھ سے زیادہ روشنی ہی اور میرا قلب ہوشیار ہے اور
میری عقل ذی دخل نہین یعنی ناقص نہین کہ اُسمین باطل وسوسہ کا دخل ہوسکے
اور میرے منھ مین تیز تلوار یعنی زبان گویا ہے کہ تلوار کی طرح ہے ایسا ہی استیعاب مین
ہے اور علمار مین اس تعلیل کی توجیہ مین باہم اختلاف ہے بعضے علمار نے کہا ہو کہ
حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی کے آنے کے وقت مین دیکھنا اس امر کے لیے موجب

ہی کہ بصارت زائل ہوجاوے اسواسطے کہ وحی کی روشنی کی چمک اس امر کے لیے باعث ہوتی ہے کہ بصارت زائل ہوجاوے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کی رحمت کی برکت سے فی الفور اُسکا اثر نہوا بلکہ اسی وجہ سے آخر عمر مین اتفاق ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بصارت زائل ہوئی اور دوسرے صحابہؓ نے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ہی تو وحی لانے کے وقت نہ دیکھا ہے بلکہ کبھی سائل اعرابی کی صورت مین دیکھا ہی اور کبھی دحیہ کلبی کی صورت مین دیکھا ہی کہ اُسوقت غزوۂ بنی قریظہ کے بارے مین مشورہ کرنے کے لیے آئے تھے اور دوسرے بعضے علماء نے کہا ہے کہ یہ تاثیر عام نہ تھی کہ عام طور پر جو شخص حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی لانے کے وقت دیکھے تو وہ نابینا ہوجاوے بلکہ یہ تاثیر خاص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حق مین ہوئی اسواسطے کہ وہ اُسوقت صغیر سن تھے امور غیبیہ کے دیکھنے کے متحمل نہو سکے ناچار سخت صدمہ اُنکو پہونچا اور جب تک سن کی قوت اُس صدمے کے لیے معارض تھی بینائی باقی رہی اور جب کبر سنی آئی یعنی عمر اخیر ہوئی اور قوت مین انحطاط آیا تو اُس صدمی کا اثر ظاہر ہوا اور دوسری بعضے علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نی جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اور اس سبب سے نابینا ہوے تو اُسکی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ تعالے کو منظور ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اخیر عمر مین ظاہری محسوسات سے اپنی آنکھ بند کرین اور صور خیالیہ اور اعیان مثالیہ علمیہ کے دیکھنے مین مشغول ہووین تا برزخ مین اُنکی رویت زیادہ غالب ہووے اور اسی طرح کے اور بھی اقوال سلف سے منقول ہین۔

فائدہ اہل سنت کا عقیدہ ہی کہ اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عَدُوْلٌ یعنے صحابہؓ سب عادل ہین اس عقیدی کے باری مین بارہا حضرت ولی نعمت مرحوم قدس اللہ سرہ کے حضور مین بحث اور تفتیش واقع ہوئی تھی آخر مین یہی منقح ہوا کہ اس جگہ عدالت کا متعارف

یعنے مراد نہین بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ امر ثابت ہو کہ حدیث کی روایت مین صحابہ سب
عادل ہین اور کسی دوسرے امر مین قطعی طور پر عادل ہونا مراد نہین اور حدیث کی
روایت مین جس عدالت کا اعتبار ہے اُس سے مراد ہے پرہیز کرنا روایت مین قصداً
دروغ کہنے سے اور پرہیز کرنا اس امر سے کہ اس سے روایت مین انحراف ہونے کا
خوف ہووے اور ہمنے سب صحابہ کی سیرت کی تحقیق کی ہے کہ وہ صحابہ رضہ کہ فتنہ اور باہمی
مخالفت مین مبتلا ہوے تھے اُنکی سیرت کی بھی تحقیق کی تو مین نے سب صحابہ رضہ کو ایسا
پایا کہ اُنکا یہ عقیدہ تھا کہ نہایت سخت گناہ ہے کہ جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم نے نہ فرمائی ہو اُس بات کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف
کیجاوے اور خلاف کہا جاوے کہ یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے
اور اس امر سے صحابہ رضہ نہایت پرہیز کرتے تھے چنانچہ یہ امر اہل سیر پر ظاہر ہے اور اسپر دلیل
یہ ہے کہ اس عقیدے کا کچھ نشان سابق کی کتب عقائد مین نہین اور نہ سابق کی کتب
کلام مین ہے یعنے یہ امر متقدمین علمار کے نزدیک مسلم تھا اسوجہ سے اسمین کچھ بحث کی
نوبت نہ آئی اور اسی وجہ سے سابق کی کتابون مین اسکا تذکرہ نہین صرف متاخرین
محققین نے اسکا ذکر اصول حدیث مین کیا ہے اُس مقام مین کہ جہان رواۃ کے
طبقات کی تعدیل بیان کی ہے پھر علمار نے یہ عقیدہ اُن کتابون سے عقائد کی
کتابون مین نقل کیا اور یہ اُن لوگون نے نقل کیا ہے کہ جن لوگون نے بلا غور و تعمق
کے حدیث اور کلام مین خلط کیا ہے اور اسمین شبہہ نہین کہ وہ عدالت کہ اُس سے علمای
اصول کی غرض متعلق ہے اس سے وہ عدالت مراد ہے کہ اُسکا اعتبار روایت مین ہے
اور اُسکے معنی یہ ہین کہ پرہیز کیا جاوے روایت مین قصداً دروغ کہنے سے اور پرہیز
کیا جاوے اُس امر سے کہ اُس سے نقل مین انحراف ہونے کا خوف ہووے اور کوئی تم
دوسرے معنے نہین تو اس صورت مین اس کلیہ مین مطلقاً اشکال نہین واللہ اعلم

کہا مسلم مؤلف صحیح مسلم نے کہ حدیث بیان کی ہمسے قتیبہ بن سعید اور محمد بن بشار نے
اور دونون راوی کی روایت مین جو الفاظ ہین وہ قریب قریب ایکسے ہی ہین ان دونون
راوی نے کہا کہ حدیث بیان کی ہمسے حاتم نے اور وہ ابن اسمٰعیل ہین اور انھون نے
روایت کی بکیر بن یسار سے اور انھون نے روایت کی عامر بن سعد بن ابی وقاص سے
اور انھون نے روایت کی اپنے پدر بزرگوار سے کہ اُنھون نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان
نے سعد سے کہا کہ کس چیز نے باز رکھا تمکو ابو تراب کو بُرا کہنے سے تو سعد نے کہا کہ آگاہ
رہو جب تک مجکو تین امور یاد رہینگے کہ وہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے
فرمایا ہے مین ہرگز ابو تراب رضی اللہ عنہ کو بُرا نہ کہونگا اگر اُن تین امور سے کوئی ایک
امر بھی مجھ مین پایا جاتا تو وہ مجکو سُرخ چارپایون سے زیادہ مرغوب ہوتا مین نے پیغمبر خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو حضرت ابو تراب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوے سُنا اُسوقت کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حضرت ابو تراب علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے
بعض غزوہ مین پیچھے چھوڑ دیا تو حضرت ابو تراب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے مجکو عورتون اور لڑکون کے ساتھ
پیچھے چھوڑ دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے
فرمایا کہ کیا آپ اس سے خوش نہین کہ آپ میرے نزدیک ایسے ہین کہ جیسے ہارون
علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے مگر یہ امر ہے کہ میرے بعد نبوت نہین اور
مین نے جنگ خیبر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو فرماتے ہوے سُنا کہ
مین ایسے شخص کو نشان یعنی جھنڈا دونگا کہ اللہ اور اُسکے رسول کو اُسکے ساتھ محبت
ہے تو سعد نے کہا تو ہم لوگ سر اُٹھاکر دیکھنے لگے یعنی منتظر تھے کہ کسکو یہ سعادت نصیب
ہوتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس علی کو بلاؤ
تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلائے گئے اور اُسوقت آپ کی آنکھون مین آشوب تھا تو

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے آپ کی آنکھون مین اپنے دہن مبارک کا
تھوک ڈالدیا اور آپ کو نشان مرحمت فرمایا پس اللہ تعالے نے حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کے ہاتھ سے فتح کرائی اور جب یہ آیت نازل ہوئی نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَکُمْ تو
پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ
عنہا اور حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو بلایا اور کہا
اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ یعنی اے پروردگار یہ میرے اہل بیت ہین نووی نے
اپنی شرح مین لکھا ہے قولہ اِنَّ مُعَاوِیَۃَ قَالَ لِسَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ مَا مَنَعَکَ
اَنْ تَسُبَّ اَبَا تُرَابٍ قَالَ الْعُلَمَاءُ الْاَحَادِیْثُ الْوَارِدَۃُ الَّتِیْ فِیْ ظَاھِرِھَا دَخَلٌ عَلٰی صَحَابِیٍّ
یَجِبُ تَاوِیْلُھَا قَالُوْا وَلَا یَقَعُ فِیْ رِوَایَاتِ الثِّقَاتِ اِلَّا مَا یُمْکِنُ تَاوِیْلُہٗ فَقَوْلُ مُعَاوِیَۃَ ھٰذَا
لَیْسَ لَہٗ تَصْرِیْحٌ بِاَنَّہٗ اَمَرَ سَعْدًا بِسَبِّہٖ وَاِنَّمَا سَاَلَہٗ عَنِ السَّبَبِ الْمَانِعِ لِلسَّبِّ کَاَنَّہٗ یَقُوْلُ
ھَلْ مَنَعْتَ مِنْہُ تَوَرُّعًا اَوْ خَوْفًا اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ فَاِنْ کَانَ تَوَرُّعًا وَاِجْلَالًا لَہٗ فَاَنْتَ مُصِیْبٌ
وَمُحْسِنٌ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَہٗ جَوَابٌ اٰخَرُ وَلَعَلَّ قَدْ کَانَ فِیْ طَائِفَۃٍ فَلَمْ یَسُبَّ مَعَھُمْ
وَعَجَزَ عَنِ الْاِنْکَارِ فَسَاَلَہٗ ھٰذَا السُّؤَالَ قَالُوْا وَیَحْتَمِلُ تَاوِیْلًا اٰخَرَ وَمَعْنَاہُ مَا مَنَعَکَ
اَنْ تُخَطِّئَہٗ فِیْ رَایِہٖ وَاجْتِھَادِہٖ وَتُظْھِرَ لِلنَّاسِ حُسْنَ رَاْیِنَا وَاجْتِھَادِنَا وَاَنَّہٗ اَخْطَاَ
یعنے صحیح مسلم کا قول ہے کہ معاویہؓ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ کس چیز نے باز
رکھا تمکو ابو تراب کو برا کہنے سے علماء نے کہا ہے کہ جو ایسی احادیث ہین کہ اُسکے
ظاہر معنے کے اعتبار سے صحابہؓ کی شان مین سوء ظن کا احتمال ہوتا ہی تو واجب ہی
کہ اُن احادیث کی تاویل کیجاوے اور علماء نے کہا ہے کہ ثقات سے ایسی کوئی
روایت نہین مگر اُسکی تاویل ممکن ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول
مین تصریح نہین کہ آپ نے حضرت سعدؓ کو حکم دیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا کہین
بلکہ اس سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے سعدؓ سے پوچھا کہ کس سبب سے

بُرا نہین کہتے تو گویا حضرت معاویہؓ نے کہا کہ کیا تورع کے خیال سے اس امر سے باز رہے یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خوف کی وجہ سے باز رہے یا اسکے سوا کوئی اور وجہ ہے تو اگر یہ وجہ ہے کہ تورع کا خیال ہوا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عظمت کا لحاظ ہوا تو آپ حق پر ہین اور آپ کا عمل نیک ہے اور اگر کوئی دوسری وجہ ہے تو اُسکے بارے مین اُسکے مناسب دوسرا جواب ہوگا اور شاید سعدؓ کسی گروہ مین تھے اور اُس گروہ کے شامل ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بُرا نہ کہا اور اُن لوگون کو منع کرنے سے بھی عاجز تھے تو اسوجہ سے حضرت معاویہؓ نے اُنسے یہ پوچھا اور علماء نے کہا ہے کہ اسکے علاوہ اور بھی دوسری تاویل کا احتمال ہے یعنی کہا جا سکتا ہے کہ مطلب اس قول کا یہ ہے کہ کس چیز نے آپ کو باز رکھا اس امر سے کہ آپ نہین کہتے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے اور آپ کا اجتہاد خطا پر ہے اور لوگون پر ظاہر نہین کر دیتے کہ میری رائے اور میرا اجتہاد صحیح ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ خطا پر ہین اور جامع ترمذی مین بھی یہ حدیث ہے مگر مختصر ہے۔

منقول تفسیر مدارک سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوالات کہ مدارک وغیرہ بعضی تفاسیر مین مذکور ہین اور درمنثور مین بھی موجود ہے صحیح طور پر ثابت نہین اور اگر صحیح فرض بھی کیا جائے تو اس کلام کے معنے یہ ہین کہ ولایت جب آپ کو ہو پہنچی تو وہ بھی حق ہے اور تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت منعقد ہوئی تو ابتدا مین اس بارے مین اکثر لوگون کو شبہات اور شکوک ہوے اور اُن لوگون کو انکار ہوا اور جب کسی حکم کی تخصیص ظرف یا شرط کے ساتھ ہووے اور وہ ظرف یا شرط نہ پائی جاوے تو ظرف یا شرط کے نہ پائے جانے سے حکم کی نفی صرف اُس صورت مین ثابت ہوگی کہ تخصیص مین حکم کے حصر کے سوا اور کوئی دوسرا فائدہ نہووے اور لیکن جس صورت مین کوئی دوسرا فائدہ ہووے تو اس ظرف یا شرط

کے نہ پائے جانے سے حکم کی نفی ثابت نہو گی چنانچہ ایسا ہی علماء اصول کے نزدیک ثابت ہے اور خلفاء ثلثہ کی خلافت مین کسی نے اسوقت شک اور شبہہ نہ کیا اور اُسمین اختلاف واقع نہوا تو اسوجہ سے اُسوقت یہ امر بیان کرنے کی ضرورت بھی نہوئی اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مفہوم مخالف کی بناء پر استدلال کرنا اُسوقت صحیح ہوتا ہے کہ کوئی صریح کلام اُسکے معارض نہووے اور خلفاء ثلثہ کی خلافت کی جو دلائل ہین وہ صریح ہین بلکہ اُسمین صریح نصوص وارد ہین تو یہ مفہوم مخالف اُسکے مقابلہ مین قابل لحاظ نہین۔ جو روایت کہ تفسیر مدارک مین اس آیت کی تفسیر مین مذکور ہے وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا یعنی جائز نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بعد کبھی نکاح کرو تو وہ روایت تفاسیر مین مشہور ہے اور وہ روایت متعدد طریقے سے آئی ہے کہ بعض طریقو کو بعض طریقے سے قوت ہوتی ہے تو اسوجہ سے وہ روایت حسن کے درجہ تک پہونچتی ہے اور اُسی روایت سے علامہ حلبی نے کتاب منہج الحق مین اس امر پر استدلال کیا ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ کے حق مین طعن ثابت ہے اور صاحب ابطال الباطل نے اسکے چند جواب دیے ہین پھر اُن جوابات کو صاحب احقاق الحق نے اپنی تحقیق سے رد کیا ہے اور وہ سب تطویلات اسوقت مجکو یاد نہین اور عجیب وہ جواب ہے کہ بعض اہل سنت نے دیا ہے کہ اس قول کے قائل وہ طلحہ بن عبید اللہ نہین کہ وہ عشرہ مبشرہ سے ہین بلکہ وہ قائل دوسرا طلحہ ہے کہ بنی عبد الدار سے ہے اور وہ منافقین سے تھا اور اُن بعض اہل سنت نے طلحہ کا جو قول ہے بنات عمنا اسکو اسپر حمل کیا ہے کہ یہ قول صرف اس بناء پر کہا گیا کہ قریش ہونے مین مشارکت تھی جیسا اللہ تعالی کے اس کلام پاک مین ہے وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ اسواسطے کہ عرب کا معمول ہے کہ اکثر کہا کرتے ہین ہی ابنۃ عمہ یعنی یہ عورت اُسکے چچا کی لڑکی ہے اور

ایسا ہی عرب یہ بھی کہا کرتے ہین کہ ھو ابن عمہ یعنی وہ مرد اسکے چچا کا لڑکا ہے اور حرف جدا علے مین مشارکت رہتی ہے لیکن صحیح جواب یہ ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ نے جب یہ کلام کہا تھا اسوقت آگاہ نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجاب کا حکم نازل ہوا ہے بلکہ انکا گمان تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے صرف مشورہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے یہ حکم فرمایا ہے تو گویا وہ اس امر مین مجتہد قرار پائے پھر جب انکو خبر ہوئی کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے تو نادم ہوئے اور استغفار کیا تو اب انکے حق مین طعن باقی نرہا کہ قرآن شریف کی مخالفت کی اور لیکن انکے حق مین یہ طعن جو کیا جاتا ہے کہ انھون نے کہا تھا کہ لئن مات فلان لا زوجن فلانۃ یعنی اگر فلان شخص فوت ہو گا تو مین فلان عورت کے ساتھ نکاح کرونگا تو اگر صحیح ہے کہ انھون نے یہ کلام کہا تو اسمین بھی استبعاد نہین اسواسطے کہ ان لوگونکی عادت تھی کہ اقارب کی موت کے بعد انکی ازواج کے ساتھ نکاح کیا کرتے تھے اور طلحہ بن عبید کو خبر نہ تھی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ اصحابہ وسلم کے ازواج مطہرات غیر کے لیے حرام ہین اور وہ امہات المومنین ہین جیسا اسمین استبعاد نہین کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کی ساتھ نکاح کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم انکے ساتھ اپنا نکاح کرین باوجودیکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے رضاعی بھائی کی لڑکی تھین اسواسطے کہ ابولہب کی کنیزک ثوبیہ کا دودھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے پیا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی انکا دودھ پیا تھا اور یہ بھی متحقق ہو کہ عادات اور بلاد اور اوقات اور زمانہ کے اختلاف کی بنا پر مروت اور آداب مختلف ہوا کرتے ہین تو ضرور نہین کہ جو امر کسی خاص وقت اور کسی خاص شخص کے نزدیک خلاف مروت ہووے وہ دوسرے وقت اور دوسرے شخص کے نزدیک بھی خلاف مروت ہووے اور جب کسی شخص کو کسی امر کے باری مین

حکم شرعی کا علم نہووے اور معلوم نہووے کہ اُس بارہ مین حکم نازل ہوا ہی تو اُس شخص
کے حق مین اُس امر کے بارے مین کسی کے لیے طعن کی جگہ نہین اور کسطرح ایسی صورت
مین طعن ہو سکتا ہے اسواسطے کہ روایت ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے
کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جنگ احد مین اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ
عنہ کو ملاحظہ فرمایا کہ شہید ہو گئے تھے اور مشرکین نے مثلہ کیا تھا یعنی آنکے ہاتھ پائون
وغیرہ کاٹے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے
مجھکو مشرکین پر قدرت دی تو مین ضرور اُنمین سے ستر مشرکین کو قتل کرونگا تو یہ آیت
نازل ہوئی وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ
یعنی اور اگر تم لوگ سزا دو تو چاہیے کہ سزا دو مانند اُسکے کہ تم لوگونکو وہ سزا دیگئی ہو اور اگر
تم لوگ صبر کرو تو یہ بہتر ہے صابرین کے حق مین یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہی اور شیخ ابن حجر
عسقلانی نے فتح الباری مین کتاب المغازی کی شرح مین اہل نجران کے قصہ مین لکھا ہے
کہ اصول شرع سے ہے کہ مخالف کے ساتھ مباہلہ کیا جاوے جب حجت ظاہر ہونے کے
بعد اصرار کرے اور یہی تحقیق اوزاعی کے نزدیک بھی ثابت ہی اور علماء کی ایک
جماعت نے ایسا کیا بھی ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جسنے مباہلہ کیا اور وہ بطلان
کرتا تھا اور اُسنے مباہلہ مین ذکر کیا کہ اگر میرا کلام ناحق ہووے تو چاہیے کہ ایک برس گذرنے
نہ پاوے اور اُسکے قبل اللہ تعالیٰ مجکو موت دیدیوے تو ایسا ہوا کہ اُس مباہلہ کے بعد وہ شخص
دو مہینے سے زیادہ زندہ نرہا یہ مضمون ابن حجر عسقلانی کے کلام کا ہی لیکن اصول فقہ
کی بنا پر اسمین بحث ہے اسواسطے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا مباہلہ جو واقع ہوا
تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے معجزات سے تھا اور لیکن اب معجزات کا زمانہ
منقطع ہو گیا تو حق اور باطل کی تمیز اب صرف حجت اور برہان کے ذریعہ ہو سکتی ہی اور
یہ بھی اسمین بحث ہے کہ اگر اب بھی مباہلہ کا حکم باقی ہی تو چاہیے کہ سرقہ ثابت کرنے مین اور

دنیاوی خصومات کا فیصلہ کرنے مین بھی مباہلہ کرنا جائز ہووے اور اُسکا کوئی قائل نہین اور شاید شیخ ابن حجر عسقلانی نے اسیوجہ سے کہا ہے بَعْدَ ظُهُوْرِ الْحُجَّةِ یعنی اصل یہی ہے کہ حجت کے ذریعہ سے دعوے ثابت کیا جاوے اور اُسکے بعد بھی اگر مخالف کو اصرار ہووے تو مباہلہ کیا جاوے قصہ سالم مولے ابی حذیفہ کا صحیح ہے لیکن اُسکے ظاہر معنے متروک العمل ہین اور بخاری اور مسلم مین موجود ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی قصے سے استدلال کیا اور فرمایا کہ کبیر کی رضاعت سے بھی نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور باقی امہات مومنین کو اس حکم سے انکار تھا اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتی تھین لَا رَضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ یعنی ایام رضاعت کے بعد اگر رضاعت وقوع مین آوے تو اُس سے نکاح کی حرمت ثابت نہین ہوتی ہے اور دیگر صحابہ بھی یہی قول پسند فرماتے تھے اور سالم کا قصہ اُنکے مخصوصات سے شمار کرتے تھے ۔

سوال حدیث شریف ہے مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَا لَا یَعْنِیْهِ یعنی انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے ترک کرنا وہ چیز کہ اُسکے حق مین عبث ہووے مشکوۃ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر مرفوع متمکن کی کہ یعنی مین ہے مرء کیطرف راجع ہے اور ضمیر منصوب متصل ما کیطرف راجع ہے اور ملا علی قاری کے کلام سے اسکا عکس مفہوم ہوتا ہے

جواب اس حدیث مین دونون وجہ ممکن ہین لیکن ظاہر اتبادر وجہ ثانی ہے کہ ملا علی قاری نے لکھی ہے البتہ اسمین یہ کلام ہے کہ عنی یعنی نفع دینے اور کام مین آنے کے معنے مین قدیم لغت مین مستعمل نہین بلکہ قصد اور ارادہ اور اہتمام کے معنے مین مستعمل ہے تو شیخ عبد الحق علیہ الرحمتہ کا ترجمہ لغت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے اگرچہ فہم سے بعید ہے اور ملا علی قاری علیہ الرحمتہ کے ترجمہ مین مجاز کے ارتکاب کی ضرورت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ عنایت اور اُسکی اسناد افعال اور اقوال کی طرف قدیم زمانہ مین رائج نہ تھی ۔

جواب ۲ اس حدیث کی شرح مین جو اختلاف ہے کہ شیخ عبد الحق علیہ الرحمتہ نے کہا ہے کہ

ضمیر مرفوع مَرّ کی طرف راجع ہے اور ضمیر منصوب ما موصولہ کی طرف راجع ہے اور ملا علی قاری
علیہ الرحمۃ نے اسکے برعکس کہا ہے تو اس اختلاف کی تحقیق کے لیے ضرور ہے کہ لفظ یَعنِیہ
کے معنی پر لحاظ کیا جاوے کہ اگر مشتق عنایت سے ہے کہ معنی مین قصد کے ہے تو شیخ
عبد الحق رح کی توجیہ بہتر ہے اسواسطے کہ قصد کرنے والا شخص ہوتا ہے فعل نہین ہوتا اور اگر یَعنِیہ
معنے مین یَنفَعُہ کے ہے کہ مصدر مین مجاز کا اعتبار کیا گیا ہے یا مشتق ہے عَنیٰ یَعنِی عِنَاءً
سے کہ متعدی ہے اور عِنَاء کے معنی یہان یہ ہین رنج اور غم مین ڈالنا اور اس ضمیر سے
مراد مبہم ہے تو شیخ ملا علی قاری کی توجیہ زیادہ بہتر ہے اسواسطے کہ نافع فعل ہوتا ہے کہ شخص کو
نفع پہونچاتا ہے اور اسکے برعکس نہین ہوتا ہے اور یہ امر کہ باعتبار معنے کی وجہ اخیر بہتر ہے
تو اسکی تین وجہین ہین اول وجہ یہ ہے کہ ملاہی مبہم اور نافع نہین اور باوجود اسکے وہ
مقصود ضرور ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ لَا یَقصُدُہٗ مین تخصیص کیجاوے یعنی نہ قصد کرے اسکا انسان
اپنی منفعت کی غرض سے اور نہ قصد کرے اسکا انسان بطور اہتمام کے اور نہی سے مقصود
یہ نہین ہے چاہیے کہ اسطرح کے افعال ترک کیے جاوین اور جو افعال کہ مثلاً ایسے ہین کہ انسان
فکر کرنے کے وقت زمین پر نقطہ کا نشان بناتا ہے یا اسطرح کے اور جو افعال ہین تو ایسے افعال
کے بارہ مین یہ نہی وارد نہین تو اگر کہا جاوے کہ ضرور ہوا کہ نفع مین بھی تخصیص کیجاوے
اسواسطے کہ دل بہلانا اور سرور حاصل کرنا بھی نفع مین داخل ہے تو اسطرح تخصیص
کیجاوے کہ ملاہی کا نفع غیر معتد بہ ہوتا ہے اور اسکا قصد غیر معتد بہ نہین ہوتا ہے بلکہ اکثر مین
مال خرچ کیا جاتا ہے اور احباب کی تداعی ہوتی ہے اور اشغال دینی ترک کیے جاتے ہین
اور دوسری وجہ وہ ہے کہ شیخ عبد الحق رح نے شرح عربی مین وجہ ثانی بیان کی ہے اور سید
جمال الدین نے بھی اسی طرف میلان کیا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ مذموم اور عبث
فعل کو لَا یَعنِیہ کہتے ہین اور مشکوۃ شریف مین لقمان حکیم سے مروی ہے تَرَکتُ مَا لَا یَعنِینِی
یعنی ترک کیا مین نے فعل عبث کو اور حصن حصین مین حفظ قرآن کی دعا مین وارد ہے

وَارْحَمْنِیْ اَنْ اَتَکَلَّفَ مَا لَا یَعْنِیْنِیْ یعنی اے پروردگار تو مجھپر رحم فرما کہ ہمکو فعل عبث کی تکلیف
نہ دیجاوے تو ان دونون مقام مین ملا علی قاریؒ کی توجیہ متعین ہی اور پہلی توجیہ ناممکن ہے
فائدہ جاننا چاہیے کہ حدیث مین ہے اِثْنَا عَشَرَ اَمِیْرًا اور بعض حدیث مین ہے اِثْنَا عَشَرَ
خَلِیْفَۃً تو اس سے بارہ ١٢ کی عدد کے سوا اور کوئی تخصیص اور تعیین ثابت نہین ہوتی ہے
اور علاوہ اسکے اس حدیث کے اخیر مین ہے کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ یعنی یہ سب ائمہ قریش سے
ہونگے تو اسکی طرف لحاظ کرنے سے فاطمیہ اور علویہ اور ہاشمیہ کے دائرہ سے خارج دور
دور ذہن جاتا ہے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب تحفہ نے باب اول کے حاشیہ
منہیہ مین اس آیت کے بیان مین ذکر کیا ہے اور وہ آیت یہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ
وَکَانُوْا شِیَعًا الاٰیۃ تو صاحب تحفہ نے لکھا ہے کہ حدیث متفق علیہ ہے لَا یَزَالُ ھٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا
مَا وَلَاھُمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً یعنی یہ دین ہمیشہ قائم رہیگا اسوقت تک کہ اس امت کے
ولی امر بارہ خلیفہ ہو جاوینگے اور بعضی روایات مین ہی اَمِیْرًا کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ یعنی
یہ سب خلیفہ یا امیر قریش سے ہونگے تو امامیہ نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اس امر پر
کہ بارہ آئمہ کی امامت ثابت ہے لیکن اس استدلال مین اکثر وجوہ سے خلل ہے اول وجہ یہ ہے
کہ اس حدیث کا مآل ائمہ پر منطبق نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ اگر ولایت سے ائمہ کا صرف وجود
ہونا جہان مین مراد لیا جاوے اور اسکا لحاظ نہووے کہ امت اور دین کے امور مین امر و
نہی اور حل و عقد مین انکو کچھ دخل بھی ہووے تو باوجود اسکے کہ یہ مراد عرف اور لغت اور
عقل کے خلاف ہے اس مراد کی بناپر حدیث کے معنی درست نہین ہوتے ہین اسواسطے کہ
صرف انکے وجود سے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا دین قائم نرہا بلکہ امامیہ
کا وہم ہے کہ نعوذ باللہ من ذلک بعد وفات پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے
سب صحابہ مرتد ہوگئے اور قرآن مجید مین تحریف کی اور دین کے امور کو نہایت متغیر کر دیا
اور وضو مین مسح کرنے کی جگہ پانونکا دھونا مروج کیا اور نماز کی ہیئت اور شکل بالکل

مسح کردی اور صرف اپنی رائے سے قرار دیا کہ موزہ پر مسح کرنا جائز ہے اور خمس موقوف کیا
اور اذان میں جو حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ ہے وہ موقوف کیا اور اسکی جگہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ
قائم کیا اور سنت میں تراویح بڑھادی تو حسب امامیہ کا وہم ہے کہ قرآن شریف اور نماز اور
شعائر اسلام سب متبدل اور متغیر ہو گئے تو انکے نزدیک دین کا قیام کسطرح باقی رہا اور اگر
یہ مراد لیجاوے کہ اوامر اور نواہی میں ان ائمہ کو ولایت حاصل ہوگی اور انکا تصرف ہوگا اور
شرعی امور انکے حکم سے جاری ہونگے جیسا کہ یہ باعتبار لغت اور عقل کے مفہوم ہوتا ہے
تو یہ امامیہ کے گمان کے موافق کبھی وقوع میں نہ آیا یعنی امامیہ کے نزدیک ثابت نہین
کہ یہ بارہ ائمہ یا انمین سے کوئی امت اور دین کے امور میں متصرف ہوئے ہوں اور انکا امر
و نہی جاری ہوا ہو حالانکہ حدیث کا لفظ خصوصاً لَا یَزَالُ صراحۃً اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ
امر ہونیوالا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ توقیت اسپر دلالت کرتی ہے کہ جب ان ائمہ کی ولایت
منقضی ہو جاویگی تو دین کا قیام بھی منقطع ہو جاویگا تو چاہیے کہ خلفاے مذکورین قیامت کے
قائم ہونے تک باقی نہ رہین ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہوتا لَا یَزَالُ
هٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا اِلٰی قِیَامِ الْقِیَامَۃِ وَیَلِیْھِمْ اِلٰی ذٰلِکَ اثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً یعنی ہمیشہ رہیگا یہ دین قائم
قیامت کے قائم ہونے تک اور اس امت کے ولی امر اس عرصہ میں بارہ خلیفہ ہونگے اور
امامیہ کے وہم کے موافق اخیر امام کہ صاحب زمانہ ہے اگر اسکی عمر قیامت تک دراز ہوگی تو
یہ انقطاع متصور نہین ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ کہا جاوے کہ دوسرے لوگ مراد ہیں کہ منجملہ انکے
کسی کی عمر اسقدر نہین کہ زمانہ تکلیف کا استیفا کرے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ کُلُّھُمْ کے کلمہ
سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ امر جامع اور قدر مشترک بارہ ائمہ میں صرف قریش ہونا ہے
اور اس گمان کی بنا پر یہ خلاف واقع ہے اور جو ائمہ قرار دیے گئے ہین اگر یہ مراد ہوتی تو
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہوتا کُلُّھُمْ مِنْ عِتْرَتِیْ یعنی یہ سب ائمہ
میری عترت سے ہونگے یا فرمایا ہوتا مِنْ وُّلْدِ فَاطِمَۃَ یعنی یہ سب ائمہ حضرت فاطمہ کی اولاد

سے ہونگے یا فرمایا ہوتا مِنْ وُلْدِ الْحُسَیْنِ یعنی یہ سب ائمہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہونگے یا اسطرح کا اور کوئی دوسرا کلمہ فرمایا ہوتا اور ظاہر ہے کہ امر عام کا ذکر تعین اور امتیاز اور تخصیص کے مقام مین نامناسب ہے تو یہ ایسا ہوا کہ مثلاً کہین کہ اس بادشاہ کے قائم مقام اسکے بعد چند شخص ہونگے وہ سب بنی آدم سے ہونگے پس اول تو اسطرح کے کلام کی نسبت پیغمبر صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف کرنا کہ افصح فصحا اور ابلغ بلغا ہین نہایت بے ادبی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ باوجود اسکے کہ یہ مراد عبث ہی اسکو گمان کرنا کہ نص صحیح ہے نہایت شقاوت ہے اور سخت بیوقوفی ہی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث مین خلیفہ یا امیر کا لفظ واقع ہے اور یہ حضرات کبھی امیر اور خلیفہ نہوئے ہین اگر حدیث مین امام کا لفظ ہوتا تو گنجائش تھی کہ کہا جاتا کہ یہ حضرات اُس لفظ سے مراد ہین لیکن خلیفہ اور امیر کا لفظ واقع ہے اور خصوصاً ولایت کے ذکر کے ساتھ متصل ہی اور ولایت کا لفظ تصرف اور مداخلت کا مرادف ہے تو اس احتمال کی گنجایش نہ رہی۔

فائدہ صاحب تحفہ نے حاشیہ منہیہ مین فرمایا ہے بدان اَسْعَدَكَ اللهُ فِي الدَّارَيْنِ کہ ہمگی مدت خلافت حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سی سال است بموجب منطوق حدیث صحیح اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً الخ یعنی جان تو نیکبخت کرے تجھکو اللہ تعالیٰ دونون جہان مین کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خلافت کا کل زمانہ تیس برس تھا چنانچہ اس حدیث صحیح سے بصراحت ثابت ہے کہ اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس برس تک ہوگی یہ ترجمہ صاحب تحفہ کے کلام مذکور کا ہے اور خلافت کے گذرنے کے دو طریق متصور ہوتے ہین اول یہ کہ عین کمال کے زمانہ مین خود بخود دفعتہً خلافت کا زمانہ منقضی ہوجاوے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خلافت کے قوے کا تساقط اور اسکی بنیاد کا اضمحلال بتدریج ظاہر ہووے اور اجل طبعی کے طور پر منقضی ہووے اور خلافت کا انقضا اسی اخیر طریقہ سے وقوع مین آیا

اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کی جو عادت جاری ہے اُسکی بنا پر محال ہے کہ خالص خیر سے دفعۃً
خالص شر کی طرف انتقال ہووے چنانچہ قاعدہ اشراق وانتقال بامکان احسن میں کہ
عقول فعالہ کی جانب سے ہوتا ہے مائیہ ہیولائے عناصر کو قرار دیا ہے اور جب متعین ہوا کہ
پیغمبر صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خلافت راشدہ کا انقضا اسی اخیر طریقے سے
وقوع میں آیا تو ضرور ہوا کہ خلافت میں اسنان اربعہ کا تحقق ہووے اور یہی باعث ہوا کہ
خلفا کے لیے چار کی عدد متعین ہوئی تو اول سن صبا کا زمانہ ہے کہ حرارت اور رطوبت
اس سن میں کامل طور پر وافر موجود رہتی ہے اور جسقدر عضو تحلیل ہوتا ہے اس سے زائد اُسکا
بدل پیدا ہوتا ہے تو اسوجہ سے اس سن میں نشو و نما علانیہ طور پر معلوم ہوتا ہے اور یہی
حالت خلیفۂ اول کی ہوئی کہ صرف دو سال اور چند مہینہ میں تمام جزیرۂ عرب آپ کی وجہ سے
مرتدین کے لوث سے پاک صاف ہو گیا اور اسلام کا نشو و نما عراق اور شام میں ظاہر ہوا
اور آپکے بعد اُسوقت تک کہ خلیفۂ ثانی کی خلافت کا زمانہ تمام ہووے اسلام کی قوت
کامل طور پر تھی اور احکام کا نفاذ اور امن نہایت عمدہ طور پر تھا اور خلائق کی رفاہیت
بخوبی ہوتی تھی اور وہ زمانہ خلافت کے شباب کا زمانہ تھا پھر آپکے بعد خلیفۂ ثالث کے زمانہ میں
انحطاط خفی شروع ہوا اور خفیہ تساقط اسلام کے قوئ میں ہونے لگا اور اسلام کے اعضائے
رئیسہ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ازواج اور اقارب تھے انکے مزاج میں باہم
اختلاف وقوع میں آیا اور متعارض احکام جاری ہوئے اور ہر واقعہ میں امت کے بعضے
عضو اور رئیسہ معطل ہوئے حتے کہ خلیفۂ وقت کہ بمنزلۂ انسان کے قلب کے تھے اور آپکی ذات
مقدس گویا اسلام کی حرارت غریزی تھی امت کے بدن سے تدبیر کا ہاتھ کھینچا اور مفارقت
اختیار کی انا للہ وانا الیہ راجعون اور اسی امر کی طرف اُس قول میں بھی اشارہ ہے
کہ امام یافعی اور دیگر اہل تواریخ نے لکھا ہے کہ خلیفۂ اول کی خلافت میں ابتدا میں کدورت
تھی اور آخر میں نہایت صفائی حاصل ہوئی اور خلیفۂ ثانی کی خلافت میں خالص صفائی

تھی اور خلیفۂ ثالث کی خلافت مین ابتدا مین صفائی تھی اور آخر مین کدورت ظاہر ہوئی اور خلیفۂ رابع کی خلافت کا کل زمانہ کدورت مین گذرا یہ مضمون امام یافعی اور دیگر اہل تواریخ کے قول کا ہے اور مفتاح مین اس چار کے عدد کی تخصیص کی وجہ یہ مذکور ہے کہ عالم لاہوت سے لیکر عالم ناسوت تک یہی عدد ساری اور جاری ہے اسواسطے کہ کمالات الٰہیہ کے اصول چار ہین ابداع اور خلق اور تدبیر اور تجلی اور اسم مبارک اللہ کا کہ اسم ذات ہے مرکب چار حرف سے ہے اور طریق مستقیم کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ مین اسکی طرف اشارہ ہے چار قسم پر منقسم ہے شریعت اور طریقت اور حقیقت اور معرفت اور اکثر اسماء حسنیٰ چار حرف سے مرکب ہین مثلاً قادر اور کریم اور رحمٰن اور رحیم اور مثلاً باعتبار خط کے قہار اور جبار اور رزاق چار حرف سے مرکب ہے اور صفات الٰہیہ سے جسپر سب جماعت کا اجماع ہے اور اُسپر دلائل سمعیہ قائم ہین چار صفتین ہین حیوٰۃ اور علم اور قدرت اور ارادت اور عالم ملکوت مین اصول ملائکہ چار ہین جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام اور جو کتابین کہ نازل ہوئین وہ بھی چار ہین توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان اور کعبہ شریف کے چار رکن ہین اور ہر جسم چار عنصر سے مرکب ہے اور فلک کے اوتاد اربعہ پر احکام نجوم کا دارمدار ہے اور وجود انسان کی بنا چار خلط پر ہے اور جہات کہ مقصود بالحرکۃ ہین وہ بھی چار ہین مشرق اور مغرب اور جنوب اور شمال اور وجود انسانی کی ترقیات کے مراتب بھی چار ہین طفلی اور جوانی اور کہولت اور شیخوخت اور ہر سال مین چار فصلین ہوتی ہین ربیع اور خریف اور صیف اور شتا اور ہر مہینہ مین ہر دن چار مرتبہ دورہ کرتا ہے مثلاً ہر مہینہ مین چار جمعہ ہوتے ہین اور علیٰ ہذا القیاس ہر دن ہر مہینے مین چار ہوتا ہے اور اصول شریعت بھی چار ہین کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس اور نکاح مین چار عورتین جمع کرنا جائز ہین اور وفات کی عدت چار مہینہ دس دن ہین نقط بندۂ ضعیف عبدالعزیز عفی عنہ کہتا ہے کہ فقیر کا مذہب اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے اور جو لوگ

اہل سنت وجماعت کے مخالف ہین خواہ کفار ہووین خواہ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہون مثلاً روافض اور خوارج اور نواصب وغیرہ جو مخالفین اہل سنت وجماعت سے ہین فقیر ان سب فرقہ کو باطل جانتا ہے اور بیزار دل سے ان سب فرقہ سے بیزار ہے لیکن اہل سنت وجماعت کے جو مذاہب مختلفہ ہین جیسے اشعریہ اور ماتریدیہ ہین کہ آن عقائد مین باہم اختلاف ہے اور جیسے حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ہین کہ انہین مسائل فقہیہ مین باہم اختلاف ہے اور جیسے قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ اور سہروردیہ ہین کہ انہین سلوک مین باہم اختلاف ہے تو فقیر جانتا ہے کہ یہ سب فرقے برحق ہین اور فقیر کا ہرگز یہ مذہب نہین کہ ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ پر اس طرح ترجیح دیوے کہ اس سے گمان ہووے کہ دوسرا فرقہ خطا پر ہے یا دوسرے فرقہ کے حق مین تضلیل اور تفسیق ہووے اور سب کو کتاب وسنت کا تابع جانتا ہے اور انہین جو باہم اختلاف ہے تو فقیر جانتا ہے کہ فی الواقع یہ اختلاف کتاب وسنت کے سمجھنے مین اختلاف ہے اور ہر مجتہد مصیب ہے اور اللہ تعالی حق ثابت کرتا ہے اور ہدایت کرتا ہے اور اسی وجہ سے عند الطلب ہر ایک کے مذہب اور مشرب کے دلائل اور شواہد ذکر کرتا ہے اور جاہلون کا گمان ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ مین مداہنت کی وجہ سے عمل مین آتا ہے اور فی الواقع ایسے امور اختلافیہ مین فقیر کے نزدیک یہی ارجح اور اسلم ثابت ہوا اور کفار اور بدعتی سے ہر ایک کے مذہب کے مقابلہ مین تعصب رکھنا عین صواب ہے واللہ اعلم وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ اور محدثین اور فقہا اور مفسرین اور صوفیہ اور علمائے ظاہر کے باہمی اختلاف کے بارہ مین بھی فقیر کا یہی عقیدہ ہے کہ یہ سب فرقہ عمل نیک پر ہین کتاب وسنت کے صرف سمجھنے مین انہین باہم اختلاف ہے اور اس وجہ سے یہ سب فرقہ معذور اور ماجور ہین اور فقیر زبان قال وحال سے کہتا ہے ؎ اِذَا رَضِیَتْ عَنِّیْ کِرَامُ عَشِیْرَتِیْ فَلَا زَالَ غَضْبَانَ عَلَیَّ لِئَامُھَا یعنی جب راضی ہین مجھ سے میری صحبت کے بزرگان تو چاہیے کہ ہمیشہ غصہ رہین مجھ پر اشخاص لئیم وبدکار۔

کہا شیخ بہاء الدین آملی نے اربعین کی چھبیسوین حدیث مین کہ یہ حدیث اوسیطرح وہ حدیث کہ خاص و عام سب مین متفق علیہ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کا جو یہ قول ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً یعنی جو شخص مرا اور اُسنے اپنے زمانہ کا امام نہ پہچانا تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا تو اس حدیث کے خلاف امامیہ کا یہ گمان ہے کہ ہمارے زمانہ کا امام غائب ہے اور منتظر ہے کہ جب موقع مناسب ہووے تو ظاہر ہووے اور شیعہ کے مخالفین شیعہ پر طعن کرتے ہین کہ جب ممکن نہین کہ اُس امام تک کوئی پہونچے اور مسائل دینیہ اُس سے اخذ کرے تو صرف اُسکی معرفت سے کیا فائدہ ہوگا کہ جسکو اُس امام کی معرفت نہووے اور وہ مرجاوے تو وہ جاہلیت کی موت مریگا اور امامیہ کہتے ہین کہ فائدہ منحصر اسمین نہین کہ امام کا مشاہدہ ہووے اور اُس سے مسائل اخذ کیے جاوین بلکہ جب تصدیق ہوجاوے کہ امام زمانہ موجود ہے اور وہ اللہ کا خلیفہ دنیا مین ہے تو نفس تصدیق مقصود بالذات ہے اور ایک رکن ارکان ایمان سے ہے جسطرح تصدیق اُن لوگونکی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے وجود اور نبوت کی تصدیق کی تھی اور یہ بھی امامیہ کہتے ہین کہ جو طعن تم لوگ ہمپر کرتے ہو وہ طعن تم لوگون پر مقلوب ہوجاتا ہے اسواسطے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ امام زمانہ سے مراد اس حدیث مین وہ ہے کہ صاحب شوکت ہو اور ملوک دنیا سے ہووے خواہ عالم ہو خواہ جاہل ہو خواہ فاسق ہو تو جاہل فاسق کی معرفت سے کیا فائدہ حاصل ہوگا کہ جو شخص مرجاوے اور اُسکو معرفت اُس جاہل کے نہووے تو وہ جاہلیت کی موت مریگا اور جب شیعہ کے یہ بعض مخالفین اس طعن سے واقف ہوے تو اُن لوگون نے کہا کہ مراد امام سے اس حدیث مین کتاب ہے تو امامیہ نے کہا کہ امام کی اضافت اُس شخص کے زمانہ کی طرف ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باعتبار تبدیل زمانہ کے امام مین بھی تبدل ہوتا ہے اور کسیقدر زیادہ زمانہ گذری مگر قرآن شریف

مین تبدل نہوگا اور یہ بھی شیعہ کہتے ہین کہ اگر امام سے مراد کتاب ہے تو کتاب کی معرفت سے
کیا مراد ہے کہ جب وہ معرفت کسی شخص کو حاصل نہووے اور وہ شخص مرجاوے تو جاہلیت
کی موت مریگا تو اگر یہ مراد ہے کہ کتاب کے الفاظ کی معرفت ہووے اور اسکے معانی سے خبر
نہووے تو یہ امر اکثر لوگونکے حق مین نہایت مشکل ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ صرف تصدیق
اُسکے وجود کی ہووے تو جب ہم ایسا کہتے ہین تو اُس صورت مین ہمپر بھی طعن ہونے
کی کوئی وجہ نہین تو اسکا جواب بعضے علمانے یہ دیا ہے کہ اہل سنت کو طعن کرنے کا
حاصل یہ ہے کہ کسی چیز کا علم واجب صرف اسوجہ سے ہوتا ہے کہ اُسکے ساتھ کسی حالت
اور عمل کا تعلق ہوتا ہے اور جس علم کو عمل اور معاملہ سے تعلق نہین ہوتا ہے تو اسکے
واجب ہونے مین کوئی فائدہ نہین اور اُس سے جہالت ہونے پر وعید نہین اور ایسے
علم کے واجب ہونے کی شرع مین کوئی نظیر نہین چنانچہ یہ شرائع کے استقرا سے ثابت
ہے اور اسیوجہ سے فقہ مین امر و نہی کا استنباط مصالح اور مفاسد کی بنا پر ہوتا ہے بلکہ علم
کلام مین بھی ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام عباد کے فوائد سے خالی نہین اور یہ
مسئلہ ان لوگون کے نزدیک نہایت ظاہر ہے کہ وہ قائل ہین کہ افعال کا حسن و قبح عقلی ہے
تو علم بطریق جزئی شخصی کے صرف اُس صورت مین واجب ہوتا ہے کہ ضرورت ہووے
کہ اُس شخص سے واقفیت حاصل ہووے مثلاً نبی اور کسی خاص کتاب کا علم ہے امت
کے حق مین اور سید سے واقفیت ہونا عبد کے حق مین اور زوج سے واقف ہونا زوجہ کے
حق مین واجب ہے اسواسطے کہ اس علم جزئی سے اکثر علوم حاصل ہوتے ہین اسواسطے
کہ یہ علم جزئی صغری اور کبرے کے متعلقات سے ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ یہ خبر پیغمبر محمد
صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی ہے اور ہر خبر حضرت پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حق ہے
تو یہ خبر حق ہے اور مثلاً کہا جاتا ہے کہ یہ حکم قرآن کا ہے اور ہر حکم قرآن کا حق ہے تو یہ حکم حق ہے
اور اسیوجہ سے شارع کی جانب سے وارد ہوا ہے کہ دریافت کرو اپنے نسب کے لوگون

ہے وہ طریقہ کہ اُس طریقہ سے اپنے قرابت مند ذوی الارحام کے ساتھ صلۂ رحم کرے اور جب
کسی خاص شخص کے علم کی احتیاج نہووے جیسے انبیاے سابقین اور ملائکہ مقربین ہیں
لیکن ضرور ہووے کہ اُس شخص کی نوع دریافت کیجاوے مثلاً انبیاے سابقین کی
شان میں دریافت کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سفیر تھے اللہ تعالیٰ اور اُسکے عباد کے
درمیان ہیں تو اس صورت میں اُنپر اجمالی طور پر ایمان لانا کافی ہے اور جسکی نوع
کے علم کی بھی ضرورت نہیں جیسے کواکب سیارہ کی حرکت ہے تو اُسکا علم کسی وجہ پر واجب
نہیں نہ بوجہ کلی واجب ہے اور نہ بوجہ جزئی واجب ہے اور جو چیز ایسی ہے کہ اُسکے ساتھ
حاجت بوجہ جزئی متعلق ہے بوجہ کلی متعلق نہیں تو اُسکا علم بوجہ جزئی کافی ہے ضرور نہیں
کہ اُسکا علم بوجہ کلی حاصل کیا جاوے جسطرح ہلال رمضان کا ہے اور اوقات نماز کے
ہیں اور جب یہ معلوم ہوا تو اب جاننا چاہیے کہ شیعہ کے گمان کے موافق جو امام غائب
ہے اگر فرض بھی کیا جاوے کہ وہ امام ہے تو ظاہر ہے کہ یہ نہیں گمان ہو سکتا ہے
کہ اُسکی شریعت جدید ہے اور اُسکے احکام ناسخ ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو کہ بوقت ضرورت
اُسکا حکم ہمارے پاس نہیں پہنچ سکتا ہے مثلاً ضرورت ہووے کہ امیر اور قاضی مقرر
کیے جاویں اور بیت المال کا مال تقسیم کیا جاوے اور اُن احکام کا نفاذ ہووے جو سلاطین کے
متعلق ہیں اور مذاہب سے جو حق اور باطل ہے اُسمیں تمیز کیجاوے کہ اُسمیں مجتہد کی ضرورت
ہے تو ثابت ہوا کہ ایسے امام کی معرفت واجب ہونا لاطائل ہے اور اُس سے ناواقفیت
ہونے پر وعید ہونا بیفائدہ ہے چنانچہ ملائکہ مقربین اور انبیاے سابقین پر ایمان لانا واجب
ہے مگر اُنکو پہچاننا بالتشخص واجب نہیں اور اس سے ظاہر ہوا کہ شیعہ کا جو یہ اعتراض ہے
کہ یہ طعن اہل سنت کی طرف راجع ہوتا ہے تو یہ اعتراض صحیح نہیں اسواسطے کہ بادشاہ
عادل ہووے یا جابر ہووے اُسکی اطاعت بعضے مباحات میں واجب ہے تو اگر اُس سے
واقفیت نہووے تو اُسکے حکم سے انکار وقوع میں آویگا اور اُسکے حکم کی تعمیل نہوگی اور

اسوجہ سے واجب ترک ہوگا اور یہ امر اس سے بھی ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے اِمَامُ زَمَانِہٖ کہ امام کی اضافت مکلف کے زمانہ کی طرف ہے اور امام کا
لفظ مفرد ذکر فرمایا ہے اسواسطے کہ سابق کے ملوک کی طاعت واجب نہین تو انکو پہچاننا بھی
واجب نہوا اور لیکن ائمہ اور اوصیا تو جو لوگ اُنکے قائل ہین اُنکے خیال کی بنا پر ضرور ہی
کہ اُن سب ائمہ اور اوصیا کی معرفت واجب ہووے نہ یہ کہ صرف زمانہ کی معرفت واجب
ہووے بلکہ چاہیے کہ اُنکے نزدیک سابق کے ائمہ کی معرفت زیادہ واجب ہووے اسواسطے
کہ اُنسے اخبار اور احکام مروی ہین اور وہ قبول کرنا اور اُسپر عمل کرنا واجب ہے جسطرح
ضرور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی معرفت حاصل ہووے اسواسطے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخبار اور احکام مروی ہین اور وہ قبول کرنا اور اُسپر
عمل کرنا واجب ہے اور یہ امر امام زمانہ مین پایا نہین جاتا ہے اور یہ جو شیعہ کا کلام ہے کہ
کہ یہ صحیح نہین کہ اس حدیث مین امام سے قرآن مراد ہے اسواسطے کہ اضافت امام کی
اُس شخص کے زمانہ کی طرف ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ائمہ مین تبدل ہوتا ہے اور
الحمد للہ کہ کسی قدر زیادہ زمانہ گذرے مگر قرآن شریف مین تبدل نہوگا تو یہ کلام اسوجہ سے
صحیح نہین کہ تحقیق یہ ہے کہ حال کا زمانہ قسم ثالث کا زمانہ نہین کہ زمانہ ماضی اور زمانہ
استقبال کے علاوہ ہووے بلکہ حال کا زمانہ جزء ہے زمانہ ماضی و زمانہ استقبال کا
متصل ہے آن حاضر کے ساتھ اور اس جزء کا امتداد مختلف ہوتا ہی باعتبار اغراض کے مثلاً یہ ساعت
اور یہ دن اور یہ مہینہ اور یہ برس اور یہ قرن اور ہجرت کی یہ صدی یہ سب زمانہ حال کا ہی پس مراد
اس حدیث سے یہ ہے کہ وہ شخص جاہلیت کی موت مرا کہ اُسنے اپنی زندگی مین اپنا امام
نہ پہچانا یعنی وہ کتاب نہ پہچانی کہ اُسکے زمانہ مین اُسپر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے
اور اُسنے معلوم نہ کیا کہ کتب سابقہ منسوخ ہو گئی ہین یعنی توریت اور انجیل اور ساتیر
اور زند اور استا اور بید سہند اور دیگر کتب سابقہ کہ موجود ہین اور لوگون کا اُسپر عمل ہے یہ

سب کتابین منسوخ ہو گئی ہین اور اُس شخص نے معلوم نہ کیا کہ اُسکے بعد جو کتابین اختراع
کی گئی ہین وہ باطل ہین مثلاً گرنتہ سکہ اور تنبین کذا ہین کا کلام باطل ہے اور اُسنے معلوم
نہ کیا کہ ائمہ مذاہب کی کتابین مثل قرآن شریف کے واجب الاتباع نہین جیسا ہر مذہب کے
جہال مقلدین کا خیال ہے اور اس حدیث کے یہی معنے صحیح ہین اور درست ہین اور باوجود
زیادہ زمانہ گذرنے کے قرآن شریف کا باقی رہنا اسکے منافی نہین اور یہ جو شیعہ کا کلام ہے
کہ کتاب کی معرفت سے کیا مراد ہے اگر اُسکے الفاظ اور معانی کی معرفت مراد ہے تو یہ امر
اکثر لوگون کے حق مین مشکل ہے اور اگر صرف تصدیق کتاب کے وجود کی مراد ہے تو اس
صورت مین ہمپر طعن کی کوئی وجہ نہین اسواسطے کہ ہم بھی ایسا ہی کہتے ہین کہ امام کے صرف
وجود کی تصدیق ضرور ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مراد نہین کہ صرف تصدیق کتاب کے
وجود کی ہووے بلکہ چاہیے کہ اس امر کی تصدیق ہووے کہ یہ کتاب حق ہے اور یہ اللہ تعالے
کا کلام ہے اور یہ امام ہے اسکی اتباع واجب ہے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ جسکو
علم نہووے کہ قرآن شریف ہے اور حق ہے تو وہ شخص سزاوار وعید کا ہے اور دوسری
صورت یہ ہے کہ شیعہ کا گمان ہے کہ جس شخص کو علم نہووے کہ امام زمانہ کہین موجود ہے
مگر غائب ہے تو وہ شخص سزاوار وعید کا ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونون صورتون مین
فرق ہے اسواسطے کہ قرآن شریف لوگون کے پاس موجود ہے لوگ اُسکی تلاوت کرتے
ہین ممکن ہے کہ ہر خاص و عام بلا واسطہ یا بواسطہ اُسکے احکام کو دریافت کر لیوین اور
اُسپر اجمالی طور پر ایمان لانا ایک اصل ہے کہ اُس سے بشمار علوم مستنبط ہوتے ہین
اور حق باطل مین تمیز ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ ایسے علم کا ترک کرنا اس قابل ضرور ہے
کہ مورد وعید ہووے اور یہ حالت امام غائب کی نہین اور جہادی الباس مین واقع ہے
طَالِبُوهُ وَلَا يُمْكِنُ الْوُصُولُ اِلَيْهِ اِلَّا لِمَنْ تَرَكَّبَ جَنَاحَ الْعَنْقَاءِ تَحْتَ زَادِ الْهَوَاءِ
یعنی طلب کرو اس امام کو اور ممکن نہین پہونچنا اُسکے پاس مگر وہ شخص پہونچ سکتا ہے

کہ عنقا کے پر کے اوپر سوار ہووے اور ہوا کا توشہ لیوے تو طعن کی وجہ یہ ہے کہ اس خیال کے مطابق لوگون کے حق مین وعید لاطائل عائد ہوتی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تاویل مفید نہین کہ اس واقفیت سے روحانی اتصال حاصل ہو گا کہ اسکے ذریعہ سے معاد مین امام کا تقرب حاصل ہو گا یا انسے دنیا مین تقرب حاصل کرنے کی استعداد حاصل ہو گی اور انکے خروج کا توقع ہو گا اور اس سے نصرت اور تائید کا ثواب حاصل ہو گا تو یہ تاویل اسوجہ سے مفید نہین کہ یہ امر اسپہ موقوف نہین کہ امام کے موجود ہونے کی تصدیق ہووے اسواسطے کہ یہ امر اموات کی محبت سے بھی حاصل ہوتا ہے اور اسکی محبت سے بھی حاصل ہوتا ہے کہ اسکے آئندہ پیدا ہونے اور خارج ہونے کا انتظار ہووے واللہ اعلم۔

جواب دیگر یہ جواب کسی دوسرے عالم نے دیا ہے کہ شیعہ کا جو یہ قول ہے کہ فائدہ صرف اسمین منحصر نہین کہ امام کا مشاہدہ ہووے اور اس سے مسائل اخذ کیے جاوین بلکہ صرف یہ بھی مفید ہے اور مقصود بالذات ہے کہ تصدیق کیجاوے کہ امام موجود ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ زمین پر ہے اور وہ ایک رکن ہے ارکان ایمان سے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ امر قابل تسلیم نہین اسواسطے کہ امامیہ نے جو دلائل اپنی کتابون مین ذکر کیے ہین اس سے ثابت کیا ہے کہ امام کی حاجت اسلیے ہے کہ اس سے مسائل اخذ کیے جاوین اور اختلافات دفع ہووین اور اسمین شک نہین کہ اگر بالفرض امام موجود ہو مگر اس سے یہ فائدہ حاصل نہووے تو یہ حاجت اسکے ذریعہ سے دفع نہو گی تو اسکا وجود کالعدم ہو گا اور جب ثابت نہوا کہ اسکا وجود مفید ہے تو اسکے وجود کی صرف تصدیق سے کیا فائدہ ہو گا بلکہ اسکے وجود کی تصدیق ممکن نہین البتہ اس صورت مین ممکن ہے کہ یہ لحاظ ہووے کہ اس سے فائدہ حاصل ہو گا اور جو قول انکا ہے کہ تم جو طعن ہمپر کرتے ہو وہ طعن تمپر عائد ہو جاتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ طعن اہل سنت

پر عائد نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ رئیس کی اطاعت اہل سنت کے نزدیک اُن امور
مین واجب ہے کہ شہر اور ملک کی سیاست کے متعلق ہین اور یہ اطاعت اُس صورت مین
ممکن ہے کہ پہلے اُس سے واقفیت حاصل ہووے اور پھر اُسکے بعد فرمانبرداری کیجاوے
جسطرح ضرور ہے کہ اولاد اپنے والدین سے واقف ہووین اور غلام اپنے مولی سے واقف ہووے
اور زوجہ اپنے شوہر سے واقف ہو اور اس واقفیت کے وجوب مین اسوجہ سے نقص لازم
نہ آویگا کہ والدین فاسق ہووین یا جاہل ہووین اور سید یعنی مولی جاہل ہووے یا فاسق
ہو اسواسطے کہ مثلاً اگر مولی جاہل بھی ہو تب بھی اُسکی اطاعت واجب ہے اور جب تک
اُس سے واقفیت نہووے ممکن نہین کہ اُسکا حق ادا کیا جاوے اور جس چیز پر واجب موقوف ہو
وہ بھی واجب ہے اور یہ جو امامیہ کا قول ہے کہ اس حدیث مین امام کی اضافت زمانہ
کی طرف ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ ازمنہ مین تبدیل ہوتے ہین اور
قرآن شریف کبھی تبدیل نہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی کتاب بھی باعتبار
اختلاف زمانہ کے تبدیل ہوئی ہے اسواسطے کہ بنی اسرائیل کے زمانہ مین امام توریت
تھی اور نصاری کے زمانہ مین امام انجیل تھی اور اس امت کے زمانہ مین امام قرآن شریف
ہے اور عدم تبدل قرآن کا منافی نہین اس امر کے کہ امام کی اضافت زمانہ کی طرف
ہے البتہ یہ اُسکے منافی ہے کہ ثابت ہووے کہ کبھی امام زمانہ کا تبدیل نہوا یعنی یہ ثابت
ہووے کہ کوئی کتاب اللہ تعالی کی تبدیل نہوئی اور حالانکہ یہ ثابت نہین بلکہ قطعی طور
پر ثابت ہے کہ کتاب تبدیل ہوئی ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ یہ ترکیب مثل اُس
قول کے ہے کہ مثلاً کہا جاوے کہ ہمارے زمانہ کے نبی حضرت محمد صلے اللہ تعالی علیہ وآلہ و
اصحابہ وسلم ہین اور یہ زمانہ حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نبوت کا ہے اور
فلان شخص اپنے زمانہ کے نبی پر ایمان لایا ہے اور ایسی ترکیب شائع ذائع ہے تو معلوم
ہوا کہ جو اعتراض کیا گیا ہے وہ صرف مغالطہ ہے اور امامیہ کا جو یہ قول ہے کہ اگر یہ مراد

ہووے کہ قرآن شریف کے الفاظ اور معانی دریافت کیے جاوین تو اکثر لوگونکو دقت ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسمین کچھ دقت نہین اسواسطے کہ قرآن شریف کے معانی جسقدر جاننا دین اسلام پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے وہ معانی علماء اور مفسرین سے عام لوگون کو معلوم ہو جاتے ہین بلکہ متواتر طور پر معلوم ہین حتی کہ وہ معانی بمنزلہ محسوسات کے ہو گئے ہین جیسے یہ احکام ہین کہ نماز فرض ہے اور زکوٰۃ واجب ہے اور زنا حرام ہے اور سرقہ گناہ کبیرہ ہے اور علی ہذا القیاس اسطرح کے اور جو دوسرے احکام ہین اسواسطے کہ ایسے احکام کے دریافت کرنے کے لیے ضرور نہین کہ قرآن شریف کے الفاظ کے صیغہ کی تحقیق ہووے اور ترکیب نحوی معلوم ہو اور وجوہ عربیہ معلوم ہووین اور یہ ظاہر ہے فقط جمعہ ۹ صفر ۱۲۱۵ھ

سوال وجواب یہ جو حدیث ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً یعنے جو شخص مر گیا اور اُسنے اپنے زمانہ کا امام نہ پہچانا تو وہ جاہلیت کی موت مرا تو یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام پاک ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب امام موجود ہووے تو واجب ہے کہ اُسکی اطاعت کیجاوے اور اُس سے نزاع نہ کیجاوے اور اُسکی مخالفت سے پرہیز کیا جاوے چنانچہ یہ مضمون لفظ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً سے ظاہر ہے اسواسطے کہ اہل جاہلیت ایک رئیس کی اتباع نکرتے تھے اور ہر فرقہ کے لوگ اپنے لیے جدا جدا رئیس مقرر کرتے تھے فقط اور شرفاے اہل بیت کا امامت کے بارہ مین نزاع کرنا جو منقول ہے تو یہ اکثر شیعہ نقل کرتے ہین اور اہل سنت کی تواریخ مین صرف ملک گیری اور میراث وغیرہ کا دعوے مذکور ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةُ الْاِمَامِ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً یعنی جو شخص مرا اور اُسکی گردن مین امام کی بیعت نہین یعنی اُسنے امام سے بیعت نہ کی تو وہ جاہلیت کی موت مرا تو یہ صحیح ہے لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ جب امام کی امامت

اہل حل و عقد کے اجماع سے منعقد ہو جاوے اور وہ عادل ہووے اور اسکا تسلط ہو جاوے اور اسکی امامت مین کوئی نزاع کرنے والا نہووے تو اُسوقت اُسکی بیعت قبول کرنے مین توقف کرنا جائز نہین اور بعضے صحابہ نے کہ اپنے وقت کے خلفا سے بیعت نہکی اور توقف کیا تا اُسوقت تک اُن خلفا کی خلافت منعقد نہوئی تھی اور اُنکا تسلط نہوا تھا فقط

ابن تیمیہ کا کلام کہ منہج السنۃ وغیرہ کتابون مین ہے اُسکے بعض کلام سے نہایت وحشت ہوتی ہے خصوصاً اُن امور سے بہت زیادہ وحشت ہوتی ہے کہ اُسنے اہل بیت کے حق مین تفریط کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زیارت سے منع کیا ہے اور غوث اور قطب اور ابدال سے انکار کیا ہے اور صوفیہ کی تحقیر کی ہے اور اسطرح کے اور بھی امور اُسکے بعض کلام سے ثابت ہوتے ہین اور اُن مقامات کی نقل میرے پاس موجود ہے اور اُسکے زمانہ مین شام اور مغرب اور مصر کے علما نے اُسکے کلام کی تردید کی پھر اُسکے شاگرد رشید ابن قیم نے اُسکے کلام کی توجیہ کرنے مین نہایت کوشش کی اور توجیہ کی مگر وہ توجیہ علما نے قبول نہ کی حتی کہ مخدوم معین الدین سندھی سیدی والد ماجد کے زمانہ مین ایک طویل رسالہ اُسکے رد مین لکھا اور جب اُسکا کلام علمائے اہل سنت نے رد کیا ہے اور علمائے اہل سنت کے نزدیک اسکا کلام باطل ہے تو اُسکے کلام کی وجہ سے اہل سنت پر کیون طعن ہو سکتا ہے۔

سوال طیر کی حدیث نسائی نے اپنے رسالہ مین ذکر کی ہے اور اسطرح روایت کی ہے کہ جاءَ ابو بکرٍ فردّہٗ الخ اور اس لفظ مین لوگ گفتگو کرتے ہین۔

جواب طیر کی حدیث جس طریقہ اور جس وجہ سے آئی ہے ہر طریقہ اور ہر وجہ مین اُسکا وارومدار صرف انس بن مالک کی روایت پر ہے اور صحاح مین ترمذی کے سوا اور کسی کتاب مین اسکا ذکر نہین اور وہ بھی نہایت مجمل اور مختصر ہے چنانچہ جناب کو معلوم ہوگا اور امام احمدؒ مناقب سفینہؓ کی روایت سے بھی یہ حدیث لائے ہین لیکن اُس سے

معلوم ہوتا ہے کہ سفینہ نے بھی یہ قصہ انس بن مالک سے سنا ہے بہرکیف اسقدر بخاری
کی روایت مین انس رضی سے آیا ہے کہ انس رضی نے دو مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رد کیا
یعنے واپس کیا اور بہانہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاجت مین مصروف ہین آنیکا موقع
نہین اور انس رض کی غرض یہ تھی کہ انصار سے کوئی شخص آوے اور اس مرتبہ سے
مشرف ہووے چنانچہ تفتیش کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
سے یہی ظاہر بھی کیا جب تیسری مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے اور بلند آواز سے
گفتگو کرنے لگے اور دروازہ ٹھونکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے سمع
مبارک مین آواز پہونچی تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کو طلب فرمایا اور نسائی نے اپنے رسالہ مین یہی قصہ سدی کی روایت
سے ذکر کیا ہے کہ سدی نے انس رض سے روایت کی ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ فَجَاءَ
اَبُوْبَكْرٍ فَرَدَّهٗ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَرَدَّهٗ ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَاَذِنَ لَهٗ یعنی پس آئے حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ پس واپس کیا انکو پھر آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پس واپس کیا انکو پھر آئے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ پس اجازت دی انکو اور سدی صاحب اوہام ہین غالباً
دو مرتبہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ واپس کیئے گئے اسمین سدی کو وہم ہو گیا اور یہ
سمجھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما واپس کیئے گئے اور احتمال ہے کہ حضرت
ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قبل آتے رہے ہون
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو بھی واپس کر دیا ہو اس خیال سے
کہ انصار آجاوین اور اس فضیلت سے مشرف ہووین تو حضرت علی رضی اللہ عنہ
آئے اور تین مرتبہ آپ کے تشریف لانے کا اتفاق ہوا اور تیسری مرتبہ آپ بلند آواز
سے گفتگو کرنے لگے تو آواز سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو بلا لیا اور حاصل
کلام یہ کہ یہ جو عبارت ہے فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَرَدَّهٗ تو اسمین ردہ کی ضمیر مرفوع انس کیطرف

راجع ہے یعنی فَرَدَّہٗ اَنَسٌ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آنکو واپس کیا اور یہ مراد نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس فرمایا تو اس صورت مین کسی حال مین کوئی اشکال لازم نہین آتا ہے چنانچہ یہ امر آپکے ایسے لوگون پر مخفی نہین۔

جواب سوال عَنْ اَبِیْ رَزِیْنِ الْعُقَیْلِیِّ اَنَّہٗ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ قَالَ کَانَ فِیْ عَمَاءٍ مَا تَحْتَہٗ ھَوَاءٌ وَمَا فَوْقَہٗ ھَوَاءٌ

یعنی روایت ہے ابی رزین عقیلی سے کہ انھون نے کہا کہ مین نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہان تھا پروردگار ہمارا قبل پیدا کرنے خلق کے تو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ ابر مین تھا نہ اُس ابر کے نیچے ہوا تھی اور نہ اُسکے اوپر ہوا تھی یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ کلام ارشاد فرمایا ہے اور یہ صحیح طور پر ثابت ہے اور چند مقامات مین مذکور ہے لیکن اسکے ظاہر معنے اشکال سے خالی نہین اسواسطے کہ لفظ اَیْنَ کا کہ سائل کے کلام مین واقع ہے عرب کی زبان مین اسواسطے موضوع ہے کہ اُسکے ذریعہ سے مکان یعنی جگہ کے بارے مین سوال کیا جاوے اور عماء کا لفظ کہ جواب مین فرمایا گیا ہے عرب کی زبان مین ابر رقیق کو کہتے ہین اور وہ مقولہ جسم سے ہے اور جو چیز جسم مین حال ہو ضرور ہے کہ وہ بھی جسم ہووے اور اسکے ظاہر معنی مین یہ بھی اشکال ہے کہ سوال مین یہ قید مذکور ہے قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ اور اس سے گمان ہو سکتا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ خلق پیدا کرنے کے بعد سے خلق مین ہے اور اس سے وہم ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق مین حلول فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب چیزون سے پاک صاف ہے اور برتر ہے اور اس حدیث کی شرح ایسے طریق پر کہ شبہہ مرتفع ہو جاوے اور اشکال دفع ہو جاوے جو خود اس فقیر نے اپنے وجدان سے سمجھا ہے اور صوفیہ کرام کے کلام سے اُسکو تطبیق دی ہے اُسکے بیان کے لیے ضرور ہے کہ پہلے ایک مقدمہ

اکی تمہید کیجاوے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے لیے خلق کی جانب توجہ
کرنے کے اعتبار سے چند مراتب کا ظہور ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ مرتبۂ اولے
یقینی ہے اور کلی جملی ہے اور شامل جمیع تعینات ازلیہ وحدیہ کو ہے اور جامع ہے
جمیع حقائق کونیہ و الٰہیہ کے لیے لیکن بلا تفصیل اور بلا امتیاز بعضے کے بعضے سے ہے
اور اس مرتبہ کو تعین اول کہتے ہین اور اسکے اوپر لا تعین اور اطلاق کا مرتبہ ہے
اور مرتبۂ ثانیہ تفصیل اور تمیز مرتبۂ اولیٰ کی ہے اور اس مرتبہ کو تعین ثانی کہتے ہین
اور اس مرتبہ مین حقائق کونیہ و الٰہیہ ایک دوسرے سے ممتاز ہین اور حقائق الٰہی
کے لیے وحدت حقیقی ہے اور کثرت نسبی ہے اور حقائق کونی کے لیے اسکے
برعکس ہے یعنی کثرت حقیقی ہے اور وحدت نسبی ہے اور ان دونون مرتبہ مین حقائق
کونیہ کے لیے کچھ بھی وجود خارجی کا شمہ نہین اور خارجی تعدد اور تمیز کی بو نہین اور
مرتبۂ ثالثہ عالم ارواح مجردہ بسیطہ ہے کہ اسکا ادراک عام طور پر متصور نہین صرف
قوت عقلیہ اسکے آثار اور احکام کے مشاہدہ کے ذریعہ سے اسکو ادراک کرتی ہے
اور مرتبۂ رابعہ عالم مثال ہے کہ اسکے ادراک کا آلہ خیال ہے اور مرتبۂ خامسہ
عالم حس و شہادت ہے کہ حواس ظاہری سے مدرک ہوتا ہے اور مرتبۂ سادسہ
احدیت ہے اور وہ جمع جمیع مراتب کا ہے اور وہ مرتبہ انسان کامل کا ہے اور چونکہ
ہر مرتبہ ان مراتب سے حقیقت مطلوبہ کے لیے بمنزلہ محل اور مکان کے ہے اسواسطے بطریق
تشبیہ و مجاز کے لفظ آین سے اسکا سوال ہو سکتا ہے اور جب اس سوال مین قید
قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ کی ہووے تو اس سے مقصود مراتب الٰہی سے وہ مرتبہ
ہو سکتا ہے کہ مقدم ہووے بسبب تقدم ذاتی کے مراتب خلقیہ پر لیکن بعدی بلا واسطہ
ہے اور اسمین شک نہین کہ وہ مرتبہ تعین ثانی کا ہے جیسا کہ مذکور ہوا ہے اور مراد
عمار سے کہ سوال کے جواب مین ہے وہی مرتبہ ہے معنے متعارف لغوی مراد نہین

اور اسیوجہ سے ہوا کو کہ اُسکے لوازم سے ہے فوق اور تحت سے نفی فرمائی اور دونون معنی
مین مناسبت یہ ہے کہ جسطرح ابر رقیق حاجب اور ساتر آفتاب کے لیے نہین ہوتا ہے
اُسیطرح کثرت حقائق الٰہی نسبی ہے حقیقی نہین اور کثرت حقائق کونی اگرچہ حقیقی ہے
لیکن علمی غیبی ہے خارجی شہادی نہین اور اس فرقہ کے بعضے کلام سے معلوم ہوتا ہے
کہ انکے نزدیک مرتبۂ ثانیہ عبارت مرتبۂ اولیٰ سے ہے اور یہ ظاہر احادیث نبوی کے ساتھ
موافق نہین ہوتا ہے البتہ اُس صورت مین موافق ہو سکتا ہے کہ خلق کو کہ حدیث
مین واقع ہے بمعنے تقدیر کے قرار دیوین اور اُسکے معنے ایجاد نکیے جاوین اور
اُس سے مراد تعیین ہر حقیقت اور ماہیت کی ہووے کہ منجملہ حقائق اور ماہیات کو ہے
اور قدر مخصوص اور اندازۂ معین استعداد اور قابلیت سے مراد ہووے واللہ اعلم بالصواب

جواب سوال ترمذی اور ابن جریر اور حاکم کی حدیث مین حضرت امام حسن رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے اَلْفُ شَهْرٍ يَمْلِكُهَا بَنُوْ اُمَيَّةَ یعنی ہزار مہینہ بنی امیہ کی سلطنت ہے سیکی
اور قاسم بن فضل حرانی نے شمار کیا ہے تو فی الواقع بنی امیہ کی سلطنت کا زمانہ ہزار
مہینے کا ہوتا ہے نہ اس سے کچھ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ ہوتا ہے اور جو اشکال کہ لکھا تھا
واضح ہو اُمہربان من بنی اُمیہ کی سلطنت کا شروع اُسوقت سے قرار دینا چاہیے کہ حضرت
معاویہ رضی بن ابی سفیان کی ابتداء خلافت ہوئی لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت کا
زمانہ درمیان سے منہا کر دینا چاہیے تو حساب درست ہو جاویگا اور حضرت عبداللہ بن زبیر
کی خلافت کا زمانہ یزید کے بعد سے اُسوقت تک رہا کہ عبدالملک کا تسلط ہوا اور جامع
الاصول مین اس حدیث کے بیان مین لکھا ہے قَدْ جَاءَ فِيْ مَتْنِ الْحَدِيْثِ اَنَّ
بَدْوَ دَوْلَةِ بَنِيْ اُمَيَّةَ كَانَتْ عَلٰى رَأْسِ ثَلٰثِيْنَ سَنَةً مِّنْ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ اٰخِرِ سَنَةِ اَرْبَعِيْنَ مِنَ الْهِجْرَةِ وَكَانَ انْقِضَاءُ دَوْلَتِهِمْ عَلٰى يَدِ
اَبِيْ مُسْلِمِ الْخُرَاسَانِيِّ فِيْ سَنَةِ اثْنَيْنِ وَثَلٰثِيْنَ وَمِائَةٍ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ اثْنَيْنِ وَتِسْعِيْنَ سَنَةً

یسقط منها مدۃ خلافۃ عبد اللہ بن الزبیر وھی ثمان سنین وثمانیۃ اشھر یبقی ثلث وثمانون سنۃ واربعۃ اشھر وھی الف شھر انتھی بلفظہ یعنی حدیث کی متن مین آیا ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی وفات سے تیسوین برس کے شروع مین ہوا اور وہ وقت سنہ ۹۱ھ کا آخر تھا اور انکی سلطنت ابی مسلم خراسانی کے ہاتھ سے سنہ ۱۳۲ھ مین زائل ہوئی تو بنی امیہ کی سلطنت بانوے برس رہی اسمین سے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت کا زمانہ منہا کیا جاویگا اور یہ زمانہ آٹھ برس آٹھ مہینے ہے تو تراسی برس چار مہینے باقی رہیگا اور اسکے ہزار مہینے ہوتے ہین یہ جامع الاصول کے قول کا ترجمہ ہے کہ وہ قول بلفظہ اوپر مذکور ہے۔

سوال مصطفیٰ کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب مین اور مرتضیٰ کا لفظ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے القاب مین اسقدر ان دونون حضرات کے ساتھ مخصوص ہو گیا ہے کہ علم کی حد تک پہونچا ہے اور قدیم کی کتابون مین اسقدر تخصیص پائی نہین جاتی ہے معلوم نہین کہ کس وقت سے اس بات نے شہرت پائی ہے

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا لقب جو مصطفیٰ ہے اسکی وجہ مواہب لدنیہ اور سیرت شامیہ اور شرح دلائل الخیرات مین یہ مذکور ہے کہ حدیث مین ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِبْرَاھِیْمَ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی ھَاشِمًا مِنْ قُرَیْشٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اور برگزیدہ کیا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو اور برگزیدہ کیا کنانہ سے قریش کو اور برگزیدہ کیا قریش سے ہاشم کو اور برگزیدہ کیا بنی ہاشم سے مجھکو یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے اور اصطفیٰ کا لفظ حضرت موسیٰ اور حضرت مریم علیہا السلام کی شان مین وارد ہوا ہے بلکہ یہ لفظ سب انبیا اور رسول کے حق مین

وارد ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی یعنی اور سلام ہے اللہ تعالی کے ان بندون پر کہ اللہ تعالی نے انکو برگزیدہ کیا لیکن خاص اصطفی کہ مرتب ساتھ چند مرتبہ کے واقع ہوا ہے مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ ہے اور سیرت شامیہ اور مواہب مین مذکور ہے کہ اَلْمُصْطَفٰی مِنْ اَشْہَرِ اَسْمَائِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ یعنی مصطفی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اسمار سے ہے سب اسمار مین زیادہ مشہور ہے لیکن اس اسم کا استعمال صدر اول مین کم تھا اور یہ ابن مسعودؓ کی ایک روایت مین دیکھا گیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لقب مرتضے احادیث مین دیکھا نہین گیا ہی اور نہ صدر اول مین اس لفظ کا استعمال تھا اور صحیح احادیث مین آپکی کنیت ابو تراب ابو الریحانتین مروی اور ثابت ہے اور صحیح احادیث مین آپ کا ملقب ہونا ان القاب کے ساتھ بھی مروی اور ثابت ہے ذی القرنین اور یعسوب الدین اور صدیق اور فاروق اور سابق اور یعسوب الامۃ اور یعسوب المومنین اور یعسوب قریش اور بیضۃ البلد اور امین اور شریف اور ہادی اور مہدی وغیرہ اور مرزا محمد بن معتمد خان حارثی نے کہ مشہور مورخ اس شہر کے ہوے ہین رسالہ فضائل خلفا اور رسالہ فضائل اہل بیت مین لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ملقب ہونا ساتھ لقب مرتضے کے ثابت ہے اور یہ دونون رسالے انکے عمدہ تصانیف سے ہین لیکن اسوقت فقیر کو یاد نہین کہ کس حدیث سے اس بارہ مین استدلال کیا ہے البتہ انس بن مالکؓ کی حدیث سے کہ حضرت سیدۃ النسار کی تزویج کے واقعہ مین ہے مفہوم ہوتا ہے کہ باوجود خطبہ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کے اس امر مین یعنی حضرت سیدۃ النسار کی تزویج کے بارے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ مرتضی اور مختار قرار پائے فقط

بیان اس امر کا کہ سیوطی رح نے اپنی تصانیف مین اکثر رطب و یابس ذکر کیا ہے اسقدر

التماس ہے کہ سیوطی نے اپنی تصانیف مین اکثر رطب و یابس ذکر کیا ہے لیکن شروع نقل مین کہا ہے کہ اَخْرَجَ فُلَانٌ مِنْ طَرِیْقِ فُلَانٍ کَذَا یعنی بیان کیا ہے فلان شخص نے فلان شخص کے طریق سے اسطرح۔ تو اسمین اول یہ امر ہے کہ سیوطی نے اُسکا نام ذکر کردیا ہے کہ جسنے وہ روایت بیان کی ہے اور محدثین کو ایسی کتابون کی حقیقت معلوم ہے مثلاً تفسیر ابن مردویہ اور کامل بن عدی کی اور تاریخ خطیب فردوس دیلمی اور تاریخ ابن عساکر اور کتاب العظمۃ ابی ہاشم کی اور دوسرا امر یہ ہے کہ سیوطی نے طریق بھی بیان کردیا ہے کہ دار مدار حدیث کی سند کا کس پر ہے اور اُسکا حال ماہر محدث کو معلوم رہتا ہے تو در حقیقت سیوطی نے سند ترک نہ کی ہے اور تفسیر درمنثور مین اکثر یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور ایسا ہی دوسری کتابون مین بھی ہے اور در حقیقت سیوطی کی اصل تصنیف سے یہی ایک کتاب یعنی درمنثور ہے اور باقی دوسرے رسالے جو سیوطی کے ہین مثلاً اتقان اور بدور سافرہ اور شرح الصدور وغیرہ یہ سب اُسی کتاب سے مستخرج ہین اور جمع الجوامع مین بھی اسی امر کا لحاظ ہے۔ فقط

السر الجلیل در فضیلت شیخین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعریف کرتے ہین ہم اللہ کی اور درود بھیجتے ہین اُسکے نبی کریم پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آل اطہار اور صحابہ کرام پر اور بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحفۂ اثنا عشریہ کے لکھنے سے فراغت حاصل ہوئی تو بعضے دوستان صادق و یاران موافق نے نہایت آرزو اور اشتیاق کے ساتھ استدعا کی کہ مسئلہ تفضیل کی بھی تفصیل مناسب کر دیجاوے تا اس بحث مین تحقیق کی احتیاج باقی نہ ہے تو اسوجہ سے یہ مختصر رسالہ اُسوقت عجلت مین لکھا گیا اسواسطے کہ جو چیز کامل طور پر

حاصل نہو سکے تو یہ بھی ضرور نہین کہ وہ مطلقاً ترک کردیجاوے اور اس رسالہ کا نام السر الجلیل فی مسئلة التفضیل رکھا وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

اور اس رسالہ مین گیارہ مقدمہ ہین

مقدمہ اُولےٰ جاننا چاہیے کہ فضل کی دو قسمین ہین۔ قسم اول فضل اختصاصی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ بلا عمل اور بلا عبادت کے کسی چیز کو کسی چیز پر فضیلت بخشے اور ترجیح دیوے اسواسطے کہ وہ مالک ہے اپنے مملوکات سے جسکو چاہے اُسکا مرتبہ اور منصب زیادہ فرماوے اور اُسکو ممتاز کرے اور یہ فضل نہایت وسیع ہے کہ ناطق اور غیر ناطق اور حیوان اور جمادات اور نباتات بلکہ جواہر اور اعراض سب کو شامل ہے مثلاً ابید الشر مین ملائکہ کو فضیلت دیگئی کہ سب کے قبل وجود کی خلعت سے سرفراز ہوے اور مثلاً انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی کہ بلا استعداد سابق کے کہ وہ استعداد عبادت اور ریاضت سے حاصل ہوئی ہو اس مرتبہ سے مشرف ہوے کہ انپر وحی نازل ہوئی اور فضل کے اسی جنس سے ہے فضیلت سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی جمیع اطفال پر اور فضیلت حضرت صالح علیہ السلام کے ناقہ کی جہان کے سب اونٹ پر اور فضیلت اُس بکری کی کہ حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام کے فدیہ مین دیگئی سب اضحیہ اور ہدی پر اور فضیلت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی سب شہرون پر اور فضیلت مسجد کی باقی سب جگہ پر اور فضیلت حجر اسود کی سب پتھرون پر اور فضیلت ماہ رمضان کی باقی سب مہینون پر اور فضیلت روز جمعہ اور روز عرفہ اور روز عاشورا کی باقی سب دنون پر اور فضیلت عشرہ ذی الحجہ کی باقی ایام پر اور فضیلت شب قدر کی دوسری راتون پر اور فضیلت نماز فرض کی نفل پر اور فضیلت نماز عصر اور صبح کی دوسری نمازون پر اور فضیلت سجدہ کی قعود پر ارکان نماز مین اور فضیلت بعضے اذکار کی بعضے پر اور انکی تمثیلات سے واضح ہوا کہ کوئی

فضل ایسا ہوتا ہے کہ اسکی وجہ بشر کی عقل کے موافق ہوتی ہے جیسی فضیلت مساجد کی
دوسری جگہون پر ہے کہ اُن جگہون مین بھی اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے لیکن تخصیص اس
خاص جگہ کی کہ مسجد قرار دیگئی ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے اور کوئی فضل
ایسا ہوتا ہے کہ اسکی وجہ بشر کے عقل مین نہین آتی ہے جیسی فضیلت حجر اسود کی
باقی پتھرون پر ہے اور فضیلت کعبہ شریف کی باقی مقامات پر ہے اور کوئی فضل اصلی
ہوتا ہے جیسے فضیلت حجر اسود کی باقی پتھرون پر ہے اور کوئی فضل تبعی اور طفیلی ہوتا ہے
جیسے فضیلت ذبیح اسمٰعیل ع کی اور جیسے فضیلت سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہے حاصل کلام یہ کہ دارمدار اس قسم کے فضل کا صرف اسپر ہے کہ بلا عمل اور بلا سعی
کے تخصیص حاصل ہوجاوے اور دوسری قسم فضل کی فضل جزائی ہے کہ بعوض عمل
کے عطا ہوتا ہے اور یہ قسم بہ نسبت قسم اول کے خاص ہے کہ اہل عمل کے سوا دوسرے
مین یہ فضل نہین پایا جاتا ہے اور اہل عمل کے تین گروہ ہین ملائکہ اور جن اور انس
اور مرجع اس فضل کا بھی آخر مین وہی فضل اختصاصی ہوتا ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ
آیندہ یہ امر واضح ہوگا اور اس قسم کے فضل مین اکثر نزاع اور اختلاف کی جگہ ہوتی ہے
بخلاف فضل اختصاصی کے کہ اسمین شارع کا صرف نص کافی ہوتا ہے اور اس مقام
مین یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ سب صحابہ کے حق مین فضل اختصاصی ثابت ہے اور اسکی دلیل
یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے اِخْتَارَ لِیْ اَصْحَابًا وَّاَنْصَارًا فَاَصْهَارًا
یعنی برگزیدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اصحاب اور انصار اور اصہار اور ازواج
مطہرات اور بنات مکرمات کے حق مین بھی ایسا ہی ثابت ہے چنانچہ یہ امر ظاہر ہے لیکن
بحث ان بزرگان کی باہمی فضیلت مین ہے اور بعضی احادیث سے ظاہر امعلوم ہوتا ہے
کہ یہ فضل بھی فضل اختصاصی ہے لیکن نظر دقیق اور اکثر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ
فضل جزائی ہے البتہ یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب خلافت و منصب نبوت

مین جو بعضے کو بعضے پر فضیلت ہوئی تو وہ فضل اختصاصی ہے چنانچہ یہ امر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَاَبَی اللہُ اِلَّا تَقْدِیْمَ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی پس انکار فرمایا اللہ تعالی نے دوسرے لوگون کو مقدم کرنے سے اور اس بارہ مین صرف یہ حکم فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقدم کیے جاوین اور اسطرح کے اور بھی اقوال ہین دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ فضل جزائی کہ بعوض عمل کے ہوتا ہے اُسکے بھی چند اقسام ہین تو پہلے اُن اقسام مین غور کرنا چاہیے اور محل نزاع مین جو قسم ثابت ہووے جاری کرنا چاہیے تا فضل جزائی کا مورد متعین ہو جاوے اور نزاع مرتفع ہووے تو پہلے جاننا چاہیے کہ صرف سات وجہین ہین کہ باعتبار اُسکے عامل کو بسبب اُسکے عمل کے غیر پر فضیلت ہو سکتی ہے اور ان سات وجہون کے علاوہ اور کوئی دوسری وجہ نہین کہ باعتبار اُسکے فضل جزائی کی وجہ سے کسی شخص کو دوسرے شخص پر فضیلت ہو سکے اور اُس سات وجہ کی تفصیل یہ ہے اول وجہ ماہیت عمل کی ہے یعنی صورت نوعیہ اور صورت صنفیہ عمل کی جیسے نمازی کی فضیلت روزہ دار پر ہے اور صاحب فرائض کی فضیلت صاحب نوافل پر ہے اور اسکی چند صورتین ہین اول یہ کہ مثلاً کوئی شخص ہے کہ سب فرائض ادا کرتا ہے اور کوئی دوسرا شخص ہے کہ بعضے فرائض ادا کرتا ہے اور بعضے کو ترک کرتا ہے اور نوافل ادا کرتا ہے یا دونون شخص سب فرائض ادا کرتے ہین اور نوافل زیادہ بجالاتے ہین لیکن ایک کے نوافل بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہین یا ایک شخص ہے کہ نماز مین زیادہ ذکر کرتا ہے اور دوسرا شخص ہے کہ خارج نماز زیادہ ذکر کرتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مثلاً دو آدمی ہین اور وہ دونون مجاہدین سے ہین اور ایک اُن مین سے کفار کے معرکہ مین جہاد بہت کرتا ہے اور خطرناک مقامات مین جاتا ہے اور دوسرا شخص مجاہدین کی کمک یعنے مدد کرتا ہے اور دشمنون

کو داہنے بائین سے دور کرنے مین کوشش زیادہ کرتا ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ مثلاً دو
شخص ہین ایک شخص جہاد بہت کرتا ہے اور دوسرا شخص نماز روزہ مین بہت مشغول
رہتا ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو شخص ہین اور وہ دونون مجتہدین سے ہین کہ
اجتہاد کرتے ہین اور انمین سے کوئی ایک بہ نسبت دوسرے کے امر حق زیادہ دریافت
کرتا ہے اور علی ہذا القیاس اسطرح کی اکثر صورتین ہو سکتی ہین اور تمثیل اور تفہیم کے لیے
اسقدر کہ مذکور ہوا کافی ہے اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کا نفس عمل بہ نسبت
دوسرے شخص کے نفس عمل کے افضل ہووے اور دوسری وجہ منجملہ سات وجہ کے
لمیت عمل کی ہے یعنی علت غائی عمل کی ہے اور یہی غرض عمل سے ہوتی ہے کہ اسکو
شرع کے عرف مین نیت کہتے ہین مثلاً کوئی شخص عمل کرتا ہے وہ عمل خالص اللہ تعالی
کی رضامندی کے لیے کرتا ہے اور کوئی دوسری غرض اسکے ساتھ خلط نہین کرتا ہے
اور دوسرا شخص ہے کہ ہر عمل مین اسکے ساتھ برابر ہے لیکن خلوص مین کم ہے اسواسطے
خواہش کرتا ہے کہ اس عمل کی وجہ سے لوگ اسکی مدح و ثنا کرین یا کوئی دوسری دنیاوی
غرض اللہ تعالی کی رضامندی کے ساتھ خلط کرتا ہے اور تیسری وجہ کیفیت عمل کی ہے
مثلاً کوئی شخص ہے کہ ہر عمل جمیع حقوق اور سنن اور آداب کے ساتھ ادا کرتا ہے اور
دوسرا شخص بعضے سنن اور آداب کو ترک کرتا ہے اگرچہ عمل کو باطل نہین کرتا ہے یا مثلاً
کوئی ایسا شخص ہے کہ نیک عمل کرتا ہے اور کبائر سے پرہیز کرتا ہے اور صغائر پر اصرار
نہین کرتا ہے یعنی نہ گناہ کبیرہ کرتا ہے اور نہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہے اور دوسرا
کوئی ایسا شخص ہے کہ باوجود طاعت اور عبادت کے گناہ کبیرہ بھی کرتا ہے اور گناہ
صغیرہ پر اصرار بھی کرتا ہے اور علی ہذا القیاس تفاوت بسبب حضور قلب اور عدم
حضور قلب کے ہوتا ہے اور ایسا ہی تفاوت قرآن شریف کی تلاوت اور ذکر کی فضیلت
مین اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ مثلاً کوئی شخص تلاوت اور ذکر طہارت کی حالت مین یعنے

باوضو کرے اور دوسرا شخص بلا وضو کرے اور چوتھی وجہ کیفیت عمل کی ہے مثلاً دو شخص
ہون اور دونون فرائض ادا کرنے مین برابر ہون لیکن اُنمین سے کوئی ایک شخص بہ نسبت
دوسرے شخص کے نوافل زیادہ ادا کرتا ہو یا مثلاً دو شخص ہون اور دونون شخص نے
ایک ہی وقت مین نیک عمل کرنا شروع کیا ہو اور کوئی ایک شخص دوسرے سے پہلے
فوت ہو جاوے اور وہ دوسرا شخص کہ زندہ رہے فرائض اور نوافل بہت بجا لاوے
چنانچہ صحیح حدیث مین اسیطرح کے دو شخص کے بارے مین وارد ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاین صلوتہ بعد صلوتہ وصیامہ بعد صیامہ یعنی پس کہان ہے
نماز اُسکی بعد نماز اُسکے اور روزہ اُسکا بعد روزہ اُسکے یعنی جو شخص پیچھے زندہ رہا اُسکی
نماز اور اُسکا روزہ جسقدر پہلے شخص کی موت کے بعد ہوا اُسقدر زیادہ ہو گیا بہ نسبت
اُس پہلے شخص کے روزہ اور نماز کے اور پانچوین وجہ زمان عمل ہے تو جس شخص نے
شروع اسلام مین یا ایام قحط مین یا ایسے وقت مین کہ مسلمانون پر حاجت پڑا ہو کوئی
عمل اور طاعت کیا ہو یا جہاد کیا ہو اور صدقہ دیا ہو یا اور کسی امر مین اللہ تعالیٰ کی راہ مین
خرچ کیا ہو تو وہ شخص بہتر ہے اُس شخص سے کہ اُسنے اُسوقت عمل کیا ہو کہ اسلام کو
قوت حاصل رہی ہو اور اسلام مین اُس عمل سے استغنا رہا ہو چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے
لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا
یعنی نہین برابر ہین تم لوگون مین سے وہ لوگ کہ اُن لوگون نے خرچ کیا قبل فتح ہونے
مکہ معظمہ کے اور جہاد کیا بلکہ وہ لوگ زیادہ ہین درجہ مین اُن لوگون سے کہ اُن لوگون نے خرچ کیا
بعد فتح ہونے مکہ معظمہ کے اور جہاد کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی شان مین فرمایا ہے
لو انفق احدکم مثل احد ذہبا ما بلغ مد احدہم ولا نصیفہ یعنی اگر خرچ کرے کوئی تم لوگون سے
جبل احد کے برابر سونا تب بھی کسی صحابی کے درجہ کو نہ پہونچیگا بلکہ صحابی کے نصف درجہ کو بھی
نہ پہونچیگا اور ایسا ہی ایک درم خرچ کرنا خالصاً فقر اور احتیاج کیحالت مین بہتر ہے اُس سے کہ غنا اور ثروت کیحالتمین اُس

دوچند چہار چند خرچ کرے یا اسقدر زیادہ خرچ کرنے کے لیے موت کے وقت وصیت کرے اور
ایسا ہی فرائض ادا کرنا خوف اور مرض اور سفر اور مشقت کی حالت مین اور قلت صحت
اور وفور موانع کے وقت افضل ہے اُس سے کہ اسکے علاوہ دوسری حالت مین یعنے
مثلاً اطمینان کی حالت مین فرائض ادا کیے جاوین اور ایسا ہی موت کے وقت اور
آخر عمر مین عبادت کا شغل بہتر ہے اُس سے کہ شروع عمر مین عبادت کا شغل ہووے
اور عمرہ کہ رمضان مین کیا جاوے ثواب مین حج کے برابر ہوتا ہے اور رمضان شریف
مین جو شخص نفل ادا کرتا ہے تو اُسکو اسقدر ثواب ہوتا ہے کہ جسقدر اُس شخص کو ثواب
ہوتا ہے کہ رمضان شریف کے سوا کسی دوسرے مہینہ مین فرض ادا کرتا ہے اور
جو شخص رمضان شریف مین فرض ادا کرتا ہے تو اُسکو اسقدر ثواب ہوتا ہے کہ جسقدر
ثواب اُس شخص کو ہوتا ہے کہ رمضان شریف کے سوا دوسرے مہینہ مین ستر فرض
ادا کرتا ہے اور رمضان شریف کے بعد اور سب مہینون مین محرم کے مہینے کا روزہ
افضل ہے اور صحیح احادیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ ماہ حرام مین ہر طاعت کا ثواب
دوچند ہوتا ہے اور چھٹی وجہ مکان عمل ہے یعنی عمل کی جگہ ہے مثلاً جو نماز کہ مسجد حرام
مین یا مدینہ منورہ کی مسجد مین ادا کیجاوے افضل ہے ہزار نماز سے کہ دوسری
جگہ ادا کیجاوے اور ایسا ہی جو نماز کہ دار الحرب مین اور جہاد کے مقام مین ادا کیجاوے
افضل ہے اُس نماز سے کہ دوسری جگہ ادا کیجاوے اور جو شخص ایک دن جہاد
مین روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکو دوزخ پر حرام کردیتا ہے اور ساتوین وجہ
امور خارجیہ کی اضافت ہے مثلاً کبھی عمل کا ثواب باعتبار فاعل یا مشارک یا مقارن
کے زیادہ ہو جاتا ہے مثلاً ایک رکعت نماز نبی کی یا ہمراہ نبی کے بہتر ہے اسکے علاوہ
دوسرے نماز سے اور ایسا ہی روزہ اور صدقہ اور جہاد کہ پیغمبر سے واقع ہووے یا
پیغمبر کے ہمراہ واقع ہووے ہزار درجہ بہتر ہے اسکے علاوہ دوسرے کے روزہ

اور صدقہ اور جہاد سے اور اسیوجہ سے صحابہ نے جو اعمال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی بعد کیے اُسکو مانند اُن اعمال کے نہ سمجھتے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیے تھے اور صحیح حدیث مین وارد ہے عُمْرَۃٌ فِی رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّۃً مَعِی یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عمرہ رمضان مین ادا کرنا برابر ہے میرے ساتھ حج کرنے کے اور قرآن شریف مین جابجا اس مضمون کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی لیکن پیغمبر اور وہ لوگ کہ ایمان لائے پیغمبر کے ساتھ اُن لوگون نی جہاد کیا اپنے جان و مال سے وہ لوگ ایسے ہین کہ اُنکے لیے نیکی ہے اور وہ لوگ فلاح پانیوالے ہین اور اس سے ابو قاسم جبائی کا قول باطل ہوگیا کہ اُسنے کہا ہے جَائِزٌ اَنْ یَّطُوْلَ عُمُرُ امْرِءٍ اَنْ یَّعْمَلَ مَا یُوَازِیْ عَمَلَ النَّبِیِّ یعنی جائز ہے کہ اگر بہت زیادہ ہووے عمر انسان کی تو عمل کرے نبی کے عمل کے برابر یعنی ممکن ہے کہ اُسکا عمل نبی کے عمل کے برابر ہو جاوے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ انس بن مالک اور ابو امامہ باہلی اور عبد اللہ بن بشیر اور عبد اللہ بن حارث بن اجزاء اور سہل بن سعد ساعدی اور جابر بن عبد اللہ انصاری کہ ان حضرات نے عمر طویل پائی اور عمل کیا لیکن یہ حضرات افضل نہین خلفاء اربعہ اور ابو عبیدہ بن جراح اور زید بن حارث اور جعفر بن ابی طالب اور مصعب بن عمیر اور سعد بن معاذ اور عثمان بن مظعون کے حالانکہ بعضے اُن حضرات سے کہ اُنکا ذکر پہلے ہوا ہے اسی برس بلکہ نوے برس زیادہ بعد اُن حضرات کے کہ اُنکا ذکر بعد ہوا ہے زندہ رہے اور طاعت بھی بہت بجالائے اور اسیوجہ سے یقین کرتا ہون کہ جو صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت افضل تھے دوسرے صحابی سے تو یہ دوسرے صحابی اُس افضل صحابی کے برابر فضیلت مین ثابت نہین ہوسکتے ہین بسبب اُن اعمال کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی وفات کے بعد بجالائے تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ نتیجہ افضل کے دو امر ہین خواہ فضل اختصاصی ہو کہ بلا عمل

کے ہووے خواہ فضل جزائی ہو کہ بعوض عمل کے ہو اور تفصیل اُن دو امر کی یہ ہے کہ اول امر یہ ہے کہ حق تعالی فاضل کی تعظیم واجب کرتا ہے دنیا مین مفضول پر اور اس امر مین سب فاضل شریک ہین جیسے مثلاً کعبہ محترم شریف اور مسجد اور روز جمعہ اور ماہ رمضان اور حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ ہے کہ یہ سب جمادات اور حیوانات سے ہین اور جیسے مثلاً انبیار علیہم السلام اور ملائکہ اور صحابہ اور ازواج مطہرات اور پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کی اولاد ہین اور دوسرا امر یہ ہے کہ فاضل کے واسطے باعتبار قرب اور منزلت اور مقامات جنت کے ایسا درجہ قرار پاوے کہ وہ درجہ اعلے اور ارفع ہو مفضول کے درجہ سے اور یہ اسوجہ سے ضرور ہے کہ تا فضل ظاہر ہووے ورنہ فضل ظاہر نہوگا بلکہ فضل صرف ایک مہمل لفظ قرار پاویگا کہ اُسکے کچھ معنی نہون اور اس امر مین ایک خاص خصوصیت ہے کہ عامل کے سوا غیر کو میسر نہین اور اسیوجہ سے فضل جزائی کے سوا دوسرے فضل مین یہ امر اصالۃً متحقق نہین ہوتا ہے البتہ تبعاً ہوتا ہے مثلاً اطفال مومنین کے علی الخصوص اطفال انبیار علیہم السلام کے بلا عمل کے جنت مین داخل کیے جاوینگے اور اُنکا درجہ زیادہ ہوگا اور یہ صرف فضل اختصاصی کی بنا پر ثابت ہوتا ہے چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز کہ اُسکی تعظیم کرنے کے لیے ہم لوگون کو حکم دیا گیا ہے صاحب فضیلت ہے اور اس مقدمہ مین جو خدشہ دل مین گذرتا ہے وہ یہ ہے کہ والدین اگر کافر ہووین تو اُنکی بھی تعظیم کرنا اور اُنکے ساتھ احسان کرنا اور عاجزی سے پیش آنا واجب ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ یعنی اور پست کرو والدین کے سامنے عاجزی کا بازو رحمت سے حالانکہ بصورت اُنکے کافر ہونے کے اُنہین کچھ فضیلت نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعظیم شرع کے عرف مین تعظیم نہین بلکہ یہ اُنکے ساتھ ایک طرح کا احسان کرنا ہے اور احسان کو تعظیم نہین کہہ سکتے ہین اور صرف عاجزی کے ساتھ پیش آنا یہ بھی تعظیم نہین اسواسطے کہ انسان کبھی اُس شخص کے ساتھ بھی عاجزی سے پیش آتا ہے

کہ اُس سے نقصان پہونچنے کا خوف ہوتا ہے اور علاوہ اسکے یہ بھی ثابت ہے کہ کافر
والدین کی تعظیم کا شرع مین حکم نہین بلکہ اُنسے بیزار رہنا واجب ہے چنانچہ فرمایا ہی اللہ تعالیٰ
نے لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ
یعنی نہ پاوینگے آپ اُس قوم کو کہ وہ لوگ ایمان لاتے ہین اللہ پر اور آخرت کے دن پر
اس حال مین کہ محبت رکھتے ہون اُن لوگون سے کہ مخالفت کی اُن لوگون نے اللہ سے
اور اللہ کے رسول سے اگرچہ وہ مخالفین اُن مومنین کے آبا ہون اور فرمایا اللہ تعالیٰ
نے اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ
وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یاد کیجیے وہ وقت
کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور اُن لوگون نے کہ آپکے ساتھ تھے اپنی قوم سے کہا
کہ تحقیق کہ ہم بیزار ہین تمسے اور اُس چیز سے کہ عبادت کرتے ہو تم اُسکی کہ وہ سوا خدا کے ہے ہم
انکار کیا ہمنے تمسے اور ظاہر ہوئی درمیان ہمارے اور درمیان تمھارے عداوت اور بغض
ہمیشہ کو اُسوقت تک کہ ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے کہ ایک ہے وہ بلکہ شرعی تعظیم وہ ہے کہ
اُسکی بنا محبت للہ و فی اللہ اور ولی دوستی پر ہووے اور بدامر اہل فضل کے سوا دوسرے
کے حق مین شرع مین کہین وارد نہین چنانچہ یہی امر تفحص اور تحقیق کرنے سے ثابت ہوتا ہے
پانچوان مقدمہ یہ ہے کہ یقیناً معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی تعظیم کے بعد انبیاء علیہم السلام
کی اسقدر تعظیم واجب ہے کہ اسقدر تعظیم کسی دوسرے کی واجب نہین اور اُسقدر تعظیم کا
مستحق انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی دوسرا نہین اور بعد انبیاء علیہم السلام کے آنحضرت
صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی ازواج مطہرات کی اسقدر تعظیم نص قرآنی سے ثابت
ہے کہ اسقدر تعظیم کسی دوسرے کے لیے ہرگز ثابت نہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ یعنی نبی زیادہ بہتر ہے مومنین کے
حق مین انکی جان سے اور نبی کی ازواج مومنین کی مائین ہین اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی زیادہ فضیلت
حاصل ہوئی بہ نسبت دوسرے صحابہ کے اسواسطے کہ ازواج مطہرات کی صحبت اعلی ہے
بہ نسبت دوسرے صحابہ کی صحبت کے اور صحبت کی فضیلت کے علاوہ باعتبار دین کے
ام المومنین ہونے کا حق ازواج مطہرات کو حاصل ہے چھٹا مقدمہ یہ ہے کہ جب
فضیلت کے بارے مین گفتگو ہووے تو یہ ایسا سوال نامناسب نہین کہ عام طور پر کسی طرح
کی دو چیزین ہون اُسکے بارہ مین استفسار کیا جاوے کہ اُن دو چیزون مین کون چیز [illegible]
افضل ہے اسواسطے کہ ایک چیز کی فضیلت دوسری چیز پر صرف اُس صورت مین متحقق ہو سکتی
ہے کہ اُن دونون چیزونکی فضیلت ایک وجہ سے ہووے اور وہ وجہ کسی ایک چیز مین زیادہ
ہو اور دوسری چیز مین کم ہو اور اگر اُن دونون چیزونکی فضیلت دو وجہون سے ہو تو ایسی
دونون چیزون مین ایک کو دوسرے سے افضل نہین کہہ سکتے ہین اسواسطے کہ جب ہم کہتے ہین
کہ ان دونون چیزون مین کون افضل ہے تو اُس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ان دونون چیزون
مین سے کس چیز مین وہ وصف زیادہ ہے کہ اُس وصف مین یہ دونون مشترک ہین تو یہ نہین
کہہ سکتے ہین کہ رمضان افضل ہے یا حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ افضل ہے اور ایسا ہی یہ
بھی نہین کہہ سکتے ہین کہ کعبہ شریف افضل ہے یا نماز افضل ہے اور استفسار کر سکتے ہین کہ
مکہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ افضل ہے اور رمضان شریف افضل ہے یا ذی الحجہ افضل ہے
اور نماز افضل ہے یا زکوۃ افضل ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ افضل ہے یا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی عضباء افضل ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ کلام بے محل ہے کہ حضرت
ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم افضل ہین یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ افضل ہین اسواسطے کہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت عمل
کی بنا پر نہین بلکہ صرف ایک خاص خصوصیت کی وجہ سے ہے ساتوان مقدمہ یہ ہے
کہ بہشت مین اعلی درجہ پانا کسی کے حق مین بطریق تبعیت کے ثابت ہوتا ہے مثلاً اولاد صغار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بہ تبعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
کے بہشت کے اعلے درجے مین رہینگے اور اُن اولاد صغار کا جو یہ درجہ ہوگا تو اس سے
انکا فضل جزائی نہین ثابت ہوتا ہے ورنہ یہ اشکال لازم آویگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کی ازواج مطہرات بہ تبعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے درجہ مین رہینگی تو اس بنا پر چاہیے کہ ازواج مطہرات باقی سب انبیاء علیہم السلام
اور صحابہ کبار سے افضل ہووین اور حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے اور بہشت مین اعلے
درجہ پانا کسی کے حق مین اصالۃً ثابت ہوتا ہے یعنی اپنے عمل کے عوض وہ درجہ پاویگا
اور اس سے اُس شخص کا فضل جزائی ثابت ہوتا ہے اور علی ہذا القیاس جنت مین پہلے
داخل ہونا اور حوض پر پہلے وارد ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کسی کے
حق مین پہلے ہونا اور موقف اور حساب کے اعتبار سے افضل ہونا یہ سب امور دونون قسم
کے فضل سے حاصل ہونگے تو یہ امور بعضے کو فضل جزائی سے حاصل ہونگے اور بعضے
کو فضل اختصاصی سے حاصل ہونگے مثلاً فضل اختصاصی کی وجہ سے امت مصطفویہ ان
امور مین انبیاء پر مقدم ہوگی چنانچہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ
مُتَّكِئُوْنَ یعنی جو لوگ جنت مین رہینگے وہ اور انکی بیبیان سایہ مین تخت پر تکیہ لگائی
ہوے ہونگے اور فرمایا اللہ تعالی نے اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ یعنی جو لوگ ایمان لائے
اور انکی تابعداری ایمان مین انکی اولاد نے کی تو ملادیا ہمنے انکے ساتھ انکی اولاد کو
اور اسطرح کے اور بھی اقوال ہین **آٹھوان مقدمہ** یہ ہے کہ سیادت فضل کے علاوہ
ہے اسواسطے کہ سیادت کسی شخص کی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اُس شخص مین کسی
وجہ سے شرف ہے اصالۃً ہو یا تبعاً ہو تو بہ نسبت امت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد
بسبب اُس شرف کے کہ اُن مین ہے سادات ہین اور ہر فضل موقوف جزائی عمل پر نہین
اور ایسا ہی امارت موقوف فضل پر نہین اور اسکی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مامور

ہوے تھے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرین اسوقت جبکہ عمرو بن عاص
امیر مقرر کیے گئے تھے اور اجماع سے ثابت ہے کہ حضرت عمرو بن عاص حضرت عمر رضی اللہ
عنہ سے افضل نہ تھے اور اس سے معلوم ہوا کہ جب ایک شخص کی اطاعت دوسرے شخص
پر شرعاً واجب ہووے تو اس سے یہ نہین ثابت ہوتا ہے کہ پہلا شخص دوسرے شخص سے
افضل بھی ہے مثلاً عورت اور غلام اور رعایا اور اولاد کو حکم ہے کہ شوہر اور مولا اور سلطان
اور والدین کی اطاعت کرین اور اس سے یہ نہین ثابت ہوتا ہے کہ منجملہ انکے جسکی اطاعت
کرنے کا حکم ہوا ہے وہ افضل ہے اُس سے کہ اُسکو حکم ہوا ہے کہ وہ اطاعت کرے۔
نواں مقدمہ یہ ہے کہ تفضیل کی سات وجوہ کہ اُنکا ذکر اوپر ہوا ہے جب اُن وجوہ مین
باہم تعارض ہووے تو آیات اور احادیث کے ذریعہ سے متعین کرنا چاہیے کہ کسو جہ کا
اعتبار کرنا اولی ہے تو یقیناً شریعت سے ثابت ہے کہ کمیت عمل کا اعتبار بمقابلہ کیفیت
عمل کے نہین اور ایسا ہی کیفیت کی کمیت کا اعتبار نہین بمقابلہ عمل کے وقت کے چنانچہ اللہ تعالے
نے فرمایا ہے لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا
مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا یعنی نہین برابر ہین تم لوگون مین سے وہ لوگ کہ خرچ کیا اُن لوگون نے
قبل فتح ہونے مکہ معظمہ کے اور جہاد کیا بلکہ وہ لوگ زیادہ ہین باعتبار درجہ کے اُن لوگون سے
کہ خرچ کیا اُن لوگون نے بعد فتح ہونے مکہ معظمہ کے اور جہاد کیا اور صحیح احادیث سے
ثابت ہے کہ صحابہ کا عمل جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حضور مین ہوا اُسکے
برابر کوئی دوسرا عمل نہین ہو سکتا ہے تو جو عمل کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے
ساتھ شریک ہو کر کیا گیا اُسکے برابر کوئی دوسرا عمل نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ جب
جماعت کی مشارکت کسی عمل مین ہوتی ہے تو اُس عمل کے لیے ہیئت وحدانیت حاصل
ہوتی ہے جسطرح کیفیت وحدانیت مزاج کی ہے کہ ہر جزو مین اجزاے مرکب سے ممتزج و متشابہ
ہوتی ہے اور اسی وجہ سے شرع مین جماعت کا حکم ہوا ہے اور اس اعتبار سے صحابہ کے لیے

فضل جزائی سب امت پر ثابت ہے اور صحابہ کے درمیان سبقت اور تقدم کا اعتبار کرنا
چاہیے اور یہ اس آیت سے ثابت ہے لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ یعنی
نہیں برابر ہیں تم لوگون مین سے وہ لوگ کہ خرچ کیا اُن لوگون نے قبل فتح ہوئے مکہ معظمہ
کے اور جہاد کیا اسواسطے کہ جسقدر عمل مین تقدم ثابت ہوگا اور یہ کہ جسوقت زیادہ ضرورت
تھی کہ اسلام کو قوت دی جاوے اُسوقت وہ عمل کیا گیا ہو تو اسیقدر اُس عمل کی زیادہ
فضیلت ہوگی چنانچہ یہ امر اس حدیث سے ثابت ہے فَقَالَ صَدَقْتَ وَقُلْتُمْ کَذَبْتَ
یعنی پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا اور تم لوگون نے کہا کہ آپ نے
خلاف فرمایا تو اس اعتبار سے جو لوگ کہ ہجرت کے قبل اسلام کے عمل پر قائم تھے
وہ لوگ افضل قرار پائے اپنے بعد کے لوگون سے مثلاً اُن سابقین لوگون سے یہ حضرات
ہین حضرات ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وحمزہ وجعفر وعثمان بن مظعون وطلحہ وزبیر ومصعب
بن عمیر وعبدالرحمن وعبداللہ بن مسعود وسعید بن زید وزید بن حارث وابوعبیدہ بن
جراح وبلال وسعد بن ابی وقاص وعمار بن یاسر وابوسلمہ بن اشہد وعبداللہ بن جحش
وغیرہم رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین پھر اُن سابقین لوگون مین اہل بدر کو ترجیح ہے
پھر انکے بعد اُن لوگون کو ترجیح ہے کہ وہ لوگ غزوہ مین حاضر رہے اور انکو بھی ترتیب
ترجیح ہے یعنی جو لوگ کہ سابق کے غزوہ مین حاضر رہے انکو ترجیح ہے اُن لوگون پر کہ
وہ لوگ اُسکے بعد کے غزوہ مین حاضر رہے اور یہی ترتیب صلح حدیبیہ تک قرار دیجاویگی
اسواسطے کہ جو لوگ اُس واقعہ مین حاضر تھے اُنپر سکینہ کا نازل ہونا اور انکے قلوب کی
صفائی اور اُنکی نیت کا خلوص نص قرآنی سے صراحۃً ثابت ہے چنانچہ فرمایا ہے اللہ تعالےٰ
نے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ
وَاَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا یعنی تحقیق کہ راضی ہوا اللہ مومنین سے کہ بیعت کرتی ہین آپ سے درخت کے
نیچے پس جانا اللہ نے وہ کہ دلون مین انکے ہے پس نازل کیا اللہ نے سکینہ انپر اور دی

انکو جلد فتح یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہے اور اسکے بعد دوسرا کوئی غزوہ ایسا یقیناً ثابت نہین کہ اسکی بنا پر فضیلت دینا ممکن ہووے اسواسطے کہ اسکے بعد کے ہر غزوہ مین منافقین اور صاحبان اغراض فاسدہ دنیاوی بھی شریک رہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ یعنی اور بعضے اُن لوگون سے کہ تمھارے گرد ہین اعراب سے منافقین ہین اور مدینہ کے بھی بعضے لوگون نے سرکشی کی ہے نفاق کی وجہ سے آپ انکو نہین جانتے ہین ہم انکو جانتے ہین اب یہ بیان کرتا ہون کہ فیما بین ان اشخاص کے کون افضل ہے اور یہی محل نزاع ہے اسواسطے کہ اصل کلام خلفاء اربعہ مین ہے اور یہ سب حضرات متفق ہین سابقیت اور قدیم اور غزوات مین حاضر رہے ہین **دسوان مقدمہ** یہ ہے کہ افضل کی تعیین کے دو طریقہ ہین اول شارع کا نص ہے اور دوسرا تتبع احوال اور اعمال کا ہے اور تفضیلیہ کہتے ہین کہ طریقۂ اول مسدود ہے اسواسطے کہ نصوص مین تعارض ہے تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ تعارض اُسوقت ہوتا ہے کہ ایک لفظ دو آدمی کے حق مین صحیح طور پر ثابت ہووے اور مشہور ہووے اور دونون کے افضل ہونے پر دلالت کرے اور تحقیق سے یہ ثابت نہین بلکہ لفظ افضل اور خیر کا کہ اُس سے مدعا صراحۃً ثابت ہوتا ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حق مین صحیح طور پر ہے اور مشہور ہے اور لفظ سیادت اور محبوب ہونے کا حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ وعنہما کے حق مین ثابت ہے اور مشہور ہے اور اوپر بیان کیا گیا ہے کہ سیادت اور شرف اور احبیت کہ معنی فضل جزائی پر دلالت نہین کرتے ہین تو حقیقت مین کچھ تعارض اس مقام مین نہین لیکن دوسرا طریقہ کہ احوال اور اعمال کا تتبع ہے تو منجملہ اسکے ایک امر جہاد ہے کہ دین کے اعمال مین بہتر عمل ہے اور اسلام کی شوکت کے لیے باعث ہوتا ہے اور نص قرآنی سے ثابت ہے کہ اسکی بنا پر فضل کا اعتبار ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا یعنی نہین برابر ہین وہ لوگ کہ جہاد سے بیٹھ گئے اور معذور لوگون سے نہین اور وہ لوگ کہ اُن لوگون نے جہاد کیا اللہ کی راہ مین اپنے جان و مال سے فضیلت دی اللہ نے اُن لوگون کو کہ جہاد کیا اُن لوگون نے اپنے جان و مال سے اُن لوگون پر کہ بیٹھ گئے وہ لوگ جہاد سے از روے درجہ کے اور ہر ایک کے لیے اللہ تعالےٰ نے بہتری کا وعدہ فرمایا ہے اور فضیلت دی اللہ نے مجاہدین کو اُن لوگون پر کہ وہ لوگ جہاد سے بیٹھ گئے اور یہ فضیلت از روے اجر عظیم کے ہے اور یہ درجات ہین اللہ تعالےٰ کی طرف سے اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہے اور تفضیلیہ کہتے ہین کہ حضرت مرتضی علی رضی اللہ عنہ جہاد مین حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل تھے تو اسکے جواب مین کہتا ہون کہ جہاد کی تین قسمین ہین اول جہاد زبانی کہ اُس سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی دعوت کیجاوے اور احکام شرعیہ سمجھائے جاوین اور وعظ و نصیحت اور ترغیب ترہیب کیجاوے اور دلیل قائم کیجاوے اور مخالفین کے شبہات دفع کیے جاوین اور اس ذریعہ سے اسلام شائع کیا جاوے اور دوسری قسم وہ جہاد کی یہ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جاوے جیسے یہ امور ہین تدبیر اور راے در بارہ جنگ کے مخالفین کے دل مین رعب جمانا اور لڑائی کے لیے لوگونکو جمع کرنا اور مجاہدین کا دل لڑائی کیطرف مائل کرنا اور اسلام کی جماعت زیادہ کرنا اور دشمن کی جماعت مین تفرقہ ڈالنا اور جہاد کا اسباب مثلاً گھوڑا اونٹ اور آلات جنگ وغیرہ مہیا کرنے مین مال خرچ کرنا اور تیسری قسم جہاد کی یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے خنجر سے دشمنون کو مارے اور تلوار چلاوے اور پہلوانونکے ساتھ کشتی کرے اور مخالفین کے ساتھ مقابلہ کرے اور بلاشبہہ آنحضرت

سورۂ تحریم

صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم صرف پہلی دو قسم کے جہاد مین مشغول تھے اور تیسری قسم کے
جہاد مین مصروف نہ تھے اور تیسری قسم کا جہاد یقیناً کمتر درجہ کا جہاد ہے اسواسطے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے مامور تھے چنانچہ فرمایا اللہ تعالی نے یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ
الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ یعنی ای نبی جہاد کیجیے کفار اور منافقین سے
اور سختی کیجیے آنپر اور فرمایا اللہ تعالی نے فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ

سورۂ النساء

یعنی پس قتال کیجیے اللہ کی راہ مین نہین تکلیف دیجاتی ہے آپ کو مگر اپنی جان کے بارے
مین اور اسطرح کی اور بھی آیات ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پہلی دو قسم
کا جہاد اختیار فرمایا تو ضرور ہے کہ وہ دو قسم کے جہاد اعلے اور افضل ہون دوسری
طرح کے جہاد سے اور اس دو قسم کے جہاد مین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما باقی سب
صحابہ پر مقدم تھے اور زیادہ مستعد تھے اسواسطے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام
سے شروع اسلام مین وہ صحابہ مسلمان ہوئے کہ بہترین صحابہ سے شمار کیے جاتے ہین اور
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اسلام کی دعوت کرنے مین مشغول رہے اور جسدن حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا اسدن سے اسلام کی عزت زیادہ ہوئی اور
اسلام کا غلبہ زیادہ ہوا اور آپنے اسلام کی عبادتون کو علانیہ طور پر مکہ معظمہ مین رواج
دیا اور رائے اور مشورہ مین یہ دونون حضرات مشیر اور وزیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
وسلم کے رہے ہین اور کوئی غزوہ اور کوئی مہم بلا مشورہ ان دونون حضرات کے وقوع مین
نہ آیا اور لوگونکو جمع کرنے مین اور دشمنونکی جماعت مین تفرقہ ڈالنے مین ان دونون حضرات
نے ہمیشہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حضور مین زیادہ سعی بہ نسبت
دوسرے لوگون کے کی ہے کہ کفار ان دونون حضرات سے خائف تھے اور ان دونون
حضرات کی وفات سے خوش ہوے چنانچہ ابو سفیان نے لڑائی مین ان دونون حضرات
کا حال دریافت کیا تو جب معلوم ہوا کہ زندہ ہین تو ابو سفیان کو نہایت ندامت ہوئی

اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم دلیر ترین مردم تھے اور اسی
دو قسم کے جہاد کو اختیار فرمایا تو ثابت ہوا کہ یہ دو قسم کے جہاد افضل ہین تیسری قسم
کے جہاد میں اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کبھی ان دو قسم کے جہاد مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مفارقت نہ کی اسواسطے ان دونون حضرات کا جہاد افضل ہے
دوسرے صحابہ کے جہاد سے کہ جیسے اُن صحابہ سے یہ حضرات ہین یعنی حضرات مرتضی علی اور زبیر
اور حمزہ اور مصعب اور ابو طلحہ اور ابو قتادہ اور سعد بن معاذ اور سماک بن حرب رضی اللہ عنہم
اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اکثر فوج کا سرانجام حضرت
ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سرداری سے ہوا اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
تیسری قسم کے جہاد مین بھی شریک ہوے چنانچہ یہ امر تواریخ سے ثابت ہے اور اہل علم کا یہ کلام
ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علم مین دوسرے صحابہ سے افضل تھے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالے
نے قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ یعنی کہدیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کہ کیا برابر ہین وہ لوگ کہ اُنکو علم ہے اور وہ لوگ کہ اُنکو علم نہین تو اسکے جواب مین کہتا
ہون کہ علم کی زیادتی دو طریقہ سے دریافت ہو سکتی ہے اول روایات کی کثرت اور
فتاوی کے زیادہ ہونے سے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
نے کسی کو اُس منصب پر مقرر فرمایا ہو کہ اُسمین علم کی ضرورت ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کسی منصب پر خاص اُسی شخص کو مقرر فرماتے تھے کہ وہ شخص اُس
امر مین بہ نسبت دوسرے لوگون کے زیادہ کامل ہوتا تھا اور یقیناً معلوم ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز اور حج اور جہاد کے
امور مین امیر مقرر فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صدقات کے معاملہ مین عامل مقرر
فرمایا اور محدثین کو اکثر روایات صدقہ کے بارے مین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف
سے پہونچی ہین اور آپ نے زکوٰۃ کے مسائل کی تشریح فرمائی ہے اور زکوٰۃ کی حدیث کہ

حضرت مرتضے علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی گئی ہے اُسکی روایت آپ سے صحیح طور پر ثابت نہین ہوتی ہے اور اسمین ایک وہم واقع ہوا ہے کہ اسکی وجہ سے کسی نے علماء اہل اسلام سے اسپر عمل نہ کیا اور وہ روایت یہ ہے فِی خَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ مِنَ الْاِبِلِ خَمْسُ شِیَاهٍ یعنی زکوٰۃ پچیس اونٹ مین پانچ بکری ہین اور یہ بھی معلوم ہو کہ حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ مصاحب اور مشیر اور وزیر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے رہے اور ظاہر ہے کہ جسکو جسقدر زیادہ صحبت پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی میسر ہوئی ہوگی اُسکی اُسیقدر زیادہ واقفیت احکام اور فتاوی مین رہی ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم بلا کامل علم کے کسی کو اپنا مشیر اور وزیر نہ بناتے تھے اب روایت اور فتاوی کی حالت بیان کرتا ہون کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے بہت کم زمانہ تک عین حیات تھے اور ابھی عنقریب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کا زمانہ گذرا تھا اسوجہ سے لوگون کو روایت کی ضرورت زیادہ نہ تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے اور حج اور عمرہ کے سوا اور کبھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ سے باہر تشریف لیجانیکا اتفاق بھی نہوا تا دور کے لوگ آپ سے روایت کرتے اور باوجود اسکے آپ کی روایت سے ایک سو بیالیس صحیح حدیث ثابت ہین کہ صحابہ کبار نے آپ سے روایت کی ہے اور اُن صحابہ کبار سے حضرات علی بن ابی طالب اور عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان بھی ہین اور حضرت مرتضی علی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک زیادہ ہوئی کہ قریب تیس سال کے بعد پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے آپ عین حیات تھے اور دور دور آپ کے تشریف لیجانے کا اتفاق ہوا اور لوگونکو زیادہ ضرورت پڑی کہ آپ سے روایت کرین اور اُسوقت لوگون کی رائے مین باہم زیادہ اختلاف بھی ہوا اور باہمی نزاع بھی زیادہ ہوئی اور اسوجہ سے بھی زیادہ ضرورت پڑی کہ آپ سے حدیث روایت کیجاوے تاہم آپ کی روایت سے صرف

پانچسو چھیاسی حدیث ثابت ہے تو جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت حیات اور آپکے وقت کے موانع روایات کا موازنہ دوسرے صحابہ کے زمانہ حیات اور موانع روایات کے ساتھ کرتا ہون تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے صحابہ کے علم سے کہین زیادہ تھا اور اسی پر فتاوے کو بھی قیاس کرنا چاہیے اور ایسا ہی حال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بھی ہے اسواسطے کہ آپ کے مسندات سے پانچسو تئیس حدیث ہین اور فتاوے اس سے بھی زیادہ بیشمار ہین بلکہ فقہ کے ہر مسئلہ مین آپنے تحقیق فرمائی ہے اور امر حق کی تحقیق کی ہے اور عقائد اور سلوک اور تفسیر کے مسائل بھی کامل طور پر بیان فرمائے ہین حتے کہ صرف آپکے احکام اور روایات جمع کرنے سے ایک مستقل شافی کتاب ضخیم علم مین ہو سکتی ہے چنانچہ صاحب ازالۃ الخفار رحمہ اللہ نے اس بارہ مین کامل سعی فرمائی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سب روایات اور فتاوے کہ مسائل فقہیہ مین ہین جمع کر کے ایک مستقل رسالہ مرتب کیا ہے اور عقائد اور سلوک مین بھی بقدر کافی تالیف کی ہے اور معلوم ہے کہ حیات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سترہ برس کے زیادہ بہ نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیات سے باقی رہی اور اس مدت دراز مین مسانید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہ نسبت مسانید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صرف بمقدار آنچاس حدیث کے زائد ہے اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متانت تقریر اور قوت تفہیم اور حسن تعلیم کی طرف نظر کرتا ہون تو صراحۃ تفاوت معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ حضرت علی مرتضیٰ کے وقت مین کوئی مسئلہ اختلافیہ منقح نہوا بخلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اور علم قرآن اور اسکی قراءۃ مین مشغول ہونا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان مین ثابت ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم قرآن مین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زائد نہ تھے اور یہ امر بالاتفاق محدثین اور اہل سیر کے نزدیک ثابت ہے بلکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم

قراءت مین ایک درجہ مین تھے اور ظاہر طور پر یقیناً ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
اس امر مین زیادہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ
عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر نماز مین مقدم فرمایا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قراءت
مین بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ بہ نسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زیادہ نہ تھے اور ایسا
ہی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ
اور زیادہ عالم نہ تھے البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قراءت کے بارے مین ترجیح ہے
اسواسطے کہ اونھون نے لوگونکو ایک قراءت پر متفق کیا اور قرآن شریف لکھکر مرتب کیا اور لفظ اور رسم
کی محافظت کی اور چونکہ قرآن شریف صحیفون مین اول حضرات شیخین نے جمع کیا تھا اور
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس سے نقل کیا اور رواج دیا اور اُن حضرات کی سعی
سے استمداد کیا تو اسوجہ سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس امر اہم مین بھی حضرات شیخین
رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ترجیح ہے اور منجملہ وجوہ ترجیح کے تقوی اور
اتباع شریعت ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی کوئی کلمہ خلاف
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے نہ کہا ہے چنانچہ یہ امر صلح حدیبیہ اور جنگ بدر مین
فدیہ لینے کے بارے مین جو معاملہ ہوا اُس سے ظاہر ہے اور آپکا ارادہ کبھی خلاف آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ارادے کے نہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
کا حکم بجالانے مین کبھی سستی نہ کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حال مین وارد ہے کہ ابوجہل
کی لڑکی سے نسبت کرنے کے بارے مین اور تہجد کی قید کے بارے مین مورد عتاب ہوے
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چند امور کہ بخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی
صلاح اور مشورہ کے وقوع مین آئے تو اُسکی وجہ صرف یہ ہوئی کہ حضرت عمر رضی اللہ
تعالی عنہ دین کے بارے مین تشدد زیادہ فرماتے تھے اور آپ مین اللہ تعالی کے حکم
کے بارے مین حمیت اور نہایت غیرت تھی اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وحی آپکی راے کے موافق

نازل ہوتی تھی تو اسطرح کی مخالفت گویا عین اتباع اور موافقت ہو بلکہ اس سے بہتر ہے
اور اسی وجہ سے آپکی رائے کے موافق وحی کا نازل ہونا آپکے مناقب سے شمار کیا گیا
ہے اور منجملہ وجوہ ترجیح کے زہد ہے اور تفضیلیہ کہتے ہین کہ سب لوگون مین زیادہ زاہد
حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو اسکے جواب مین مین کہتا ہون کہ زہد سے مراد یہ ہے کہ بے
رغبتی ہووے دنیا کی لذتون سے اور ایسا ہی بے رغبتی ہو اولاد اور اتباع اور ازواج اور حشم اور
خادم کے بارے مین اور یقینا معلوم ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام
قبول کیا تو اسوقت آپ کے پاس مال بہت تھا اور وہ سب مال اللہ اور اسکے
رسول کی رضامندی حاصل ہونے کے لیے خرچ کر ڈالا اور ضعفا مسلمین سے ایک جماعت
کے لوگونکو خرید کر آزاد فرما دیا حتے کہ کچھ درم آپکے مال سے باقی نہ رہا اور آپ نے اس
جہان سے انتقال فرمایا اور نہ کچھ مزروعہ اور نہ ملکیت اپنے لیے اپنے حین حیات مین خرید فرمائی
اور نہ اپنی اولاد کے لیے چھوڑا اور بیت المال سے صرف بقدر خوراک کے لیتے تھے زیادہ
کبھی کچھ نہ لیا اور مال غنیمت سے جو اپنا حصہ ہوتا تھا وہ بیت المال مین صرف کرتے تھے
بخلاف حضرت مرتضے علی رضی اللہ عنہ کے کہ نخل اور ملکیت بہت حاصل کی اور مزروعہ
حاصل کیا اور باغ نصب کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حال کے موافق حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کا بھی حال ہے چنانچہ اسوقت کے سب صحابہ نے آپ کے زاہد ہونے
کی شہادت دی ہے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا تو چار زوجہ
چھوڑین اور انیس کنیزک اور خادم اور غلام بہت چھوڑے اور قریب تیس کے اولاد
سے چھوڑے اور انکے لیے مزروعہ اور ملکیت اسقدر چھوڑی کہ وہ حضرات اسکے
سبب سے غنی تھے اور قبضۂ بلیغ کہ ہزار وسق پھل اس سے ملتا تھا سوا غلا اور زراعت
کے آپ نے متروکہ چھوڑا بخلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہ آپ نے اسقدر مال اور
اسباب نہ چھوڑا اور یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ زہد حقیقی یہ ہے کہ نہ خود دنیا کی لذت مین مشغول

ہو دے اور نہ اپنے اقارب اور اولاد کو اسمین مصروف کرے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہی حال ہوا کہ مثلاً طلحہ بن عبید اللہ آپ کے بھتیجے تھے اور عبد الرحمن بن ابوبکر آپ کے صاحبزادے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپکی صاحبزادی تھین مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انمین سے کسی کو عامل مقرر نفرمایا اور ایسا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور کسی کو بنی عدنان سے عامل مقرر نفرمایا صرف نعمان بن عدی کو میسان پر عامل مقرر فرمایا تھا پھر جلد معزول کر دیا حالانکہ بنی عدنان سے سعید بن زید اور ابو جہم بن حذیفہ اور خارجہ بن حذافہ اور عمر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن عمر اس امر کے لیے نہایت قابل تھے اور حضرت مرتضی علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل مقرر فرمایا اور عبد اللہ بن عباس کو یمن کا عامل مقرر فرمایا اور قثم بن عباس کو مکہ معظمہ کا عامل مقرر فرمایا اور سعد بن عباس کو مدینہ منورہ پر اور جعدہ ہبیرہ کو کہ آپ کے ہمشیرزادہ تھے کوفہ پر عامل مقرر فرمایا اور محمد بن ابی بکر کو کہ آپ کے ربیب تھے مصر پر عامل مقرر فرمایا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد کے لیے خلیفہ مقرر فرمایا اور اسمین شک نہین کہ یہ حضرات ان اعمال اور اشغال کے مستحق تھے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقارب اور خویش مین بھی ان منصبون کے مستحق تھے چنانچہ انکا ذکر اوپر ہو چکا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ان دونون حضرات کا زہد زیادہ کامل تھا بہ نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زہد کے کہ انکا زہد صرف اپنی جان کے بارے مین تھا اور اپنے اقارب کے بارے مین نہ تھا اور وہ بھی کھانے پینے مین زہد کا خیال تھا اور زمین اور ملکیت اور ازواج اور کنیز اور غلام کے بارے مین نہ تھا اور منجملہ وجوہ ترجیح کے صدقہ اور اللہ کی راہ مین خرچ کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اس وصف مین بھی حضرت مرتضی علی رضی اللہ عنہ کی مشارکت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نہین البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسمین سبقت لیگئے ہین چنانچہ مسجد نبوی کی عمارت مین مبلغ کثیر صرف

کیا اور بیر رومہ خرید کر اسکو فی سبیل اللہ وقف قرار دیدیا اور جیش العسرۃ کا سامان مہیا کیا اور اعلےٰ درجہ کا جہاد مال کے ذریعہ سے کیا لیکن آپ سے بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جہاد اور علم اور زہد مین افضل تھے اور یہ جو کہتے ہین کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی بت کی پرستش نہ کی بخلاف حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے تو اسکے جواب مین مین کہتا ہون کہ بت نہ پوجنا کہ بسبب صغر سنی کے ہووے اسمین کچھ فضیلت نہین اور اجماع سے ثابت ہے کہ عمر حضرت مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ کی تریسٹھ برس کی ہوئی اور سنہ چالیس ہجری مین آپ کی شہادت ہوئی اور ہجرت سے تیرہ برس پہلے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو عمر حضرت مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ کی بعثت کے وقت دس برس کی رہی ہوگی اور اس عمر تک برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے مکان مبارک مین پرورش پائی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو ہمیشہ سے بت پرستی سے نفرت رہی اور لڑکو نکا قاعدہ ہے کہ جو فعل بزرگون کا دیکھتے ہین اُسی کے مطابق وہ بھی عمل کرتے ہین اور اگر صرف بت نہ پوجنا افضل ہونے کا باعث کہا جاوے تو لازم آویگا کہ جو لڑکا اہل اسلام کا پیدا ہووے وہ حضرات حمزہ اور جعفر اور سلمان اور مقداد اور عمار سے افضل ہووے اور حالانکہ یہ ثابت نہین اور منجملہ وجوہ ترجیح کے خلافت اور حسن سیاست اور انجام کرنا مہمات کا ہے کہ فی الواقع مرجع جمیع اعمال خیر کا ہے اور اسمین بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا افضل ہونا ظاہر ہے اسواسطے کہ اول بعد وفات پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے فتنہ مرتدین کا ہوا اور اُس مشکل واقعہ مین کوئی زیادہ ثابت قدم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نہ تھا آپ کی خوبی تدبیر اور حسن سیاست سے وہ فتنہ دفع ہوا پھر کسریٰ اور قیصر کے ساتھ نزاع واقع ہوئی اور غلبہ اسلام کا روز بروز ترقی پر ہوا حتےٰ کہ فارس اور عراق اور شام دار الاسلام ہو گیا اور فقرا اور مساکین غنی ہوئے اور اہل اسلام کو عزت حاصل ہوئی اور کچھ کبھی اہل اسلام مین اختلاف واقع نہوا اور سب لوگ قرآن شریف کی قرارت اور دین کے مسائل حاصل

کرنے مین معروف ہوے اور عبادات اور ریاضات مین مشغول ہوے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین یہ امور اپنے کمال کو پہونچے بخلاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہ آپ کے وقت مین زیادہ فتح نہوئی صرف باہم اہل اسلام مین جنگ و جدال رہا اور قرآن شریف کی قرات اور عبادات مین کمی ہوئی اور کبراے اہل اسلام کی شان مین طعن کرنا اور تجسس عیوب اور بعضے کا بعضے کو برا کہنا اہل اسلام نے باہم اختیار کیا تو آفتاب کی طرح روشن اور ظاہر ہوا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا جہاد اور علم اور قرات اور زہد اور تقوی اور خوف خدا اور صدقہ اور حسن سیاست اور لیاقت خلافت اور طاعت خدا و رسول اور اشاعت دین اور ترویج احکام شریعت مین ایسا مرتبہ ہی کہ وہ دوسرے کو ہرگز حاصل نہین اور شارع نے ان ہی امور کو فضل اور بزرگی کے لیے باعث قرار دیا ہے اور سابق مین بیان کیا گیا کہ سیادت اور قرابت قریبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ ہونا اور بلاغت و فصاحت اور جلاوت اور شمشیر بازی اور نیزہ بازی ان امور کو فضل متنازع فیہ سے کچھ تعلق نہین گیارھوان مقدمہ یہ ہی کہ ختنین یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے مین علما کا باہم اختلاف ہی کہ ان دونون حضرات مین کون صاحب افضل ہین اور اس بارے مین ہم لوگون کے لیے ممکن نہین کہ کسی ایک امر پر یقین کرین اسواسطے کہ ان دونون حضرات کے فضائل برابر ہین چنانچہ اجماع سے ثابت ہی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن شریف کے ترتیب دینے مین اور کثرت قرات مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فتوی اور اجتہاد اور احادیث کی روایت مین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہین اور ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ بذات خاص جہاد کرنے مین اور نیزہ اور تلوار چلانے مین افضل ہین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جہاد مین مال خرچ کرنے کے اعتبار سے افضل ہین اور قرآن شریف مین جہاد بالنفس اور جہاد بالمال دونون کی فضیلت برابر ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ہی کہ لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ

اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجَاهِدِیْنَ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَۃً یعنی برابر نہین وہ لوگ کہ جہاد سے بیٹھ گئے کہ وہ لوگ مومنین سے ہین اور معذور نہین اور وہ لوگ کہ جہاد کرتے ہین اللہ تعالیٰ کی راہ مین اپنے جان و مال سے فضیلت دی اللہ نے انکو کہ وہ جہاد کرتے ہین اپنے جان و مال سے اوپر کہ وہ بیٹھ گئے جہاد سے اور یہ فضیلت باعتبار درجہ کے ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین نہایت احتیاط تھی اور غایت درجہ کا تورع تھا کہ کوئی مسلمان قتل نہ کیا جاوے اور خود قتل ہو جانے مین اور حصار کی مشقت برداشت کرنے مین آپ نے نہایت درجہ کا صبر کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس امر مین نہایت فضیلت ثابت ہے کہ دشمنون کو بھی برا نہ فرماتے تھے اور انکے بارے مین ناحق کلام کبھی ارشاد نہ فرماتے تھے حاصل کلام یہ کہ ختنین کے فضائل باہم متعارض ہین اور فضل اختصاصی مین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصاہرت کی قرابت ہونے مین دونون حضرات شریک ہین واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل اور جب یہ گیارہ مقدمے تمام ہوے تو اُسی وقت خاتمہ تحفہ اثنا عشریہ کا بھی تمام ہوا والحمد للہ جواب جو مسئلہ کہ استفسار کیا گیا ہے نہایت ادق اور معرکۃ الآرا ہے فقیر کے نزدیک جواب منقح ہی لکھتا ہے لیکن ضرور ہے کہ جواب کے قبل دو مقدمے بطور تمہید کے بیان کیے جاوین پہلا مقدمہ یہ ہے کہ مسائل قطعیہ خواہ اعتقادیہ ہون خواہ عملیہ ہون اُنکی دو قسم ہے اول قسم یہ ہے کہ اُن مسائل مین ادلہ مین تعارض نہوا اور علما مین باہم اختلاف واقع نہوا ہوا اور جن دلائل سے وہ مسائل ثابت کیے گئے ہون اُن دلائل مین تاویل کا بھی احتمال نہو جیسے اللہ تعالےٰ کی توحید کا مسئلہ ہے اور ایسا ہی صفات سبعہ کے ثبوت کا مسئلہ ہے اور اسکے مانند جو مسائل ہین اور بداہتہً ظاہر ہے کہ تفضیل کا مسئلہ اس جنس سے نہین اور اس قسم مین داخل نہین اور دوسری قسم یہ ہے کہ اُن مسائل کے ادلہ مین تعارض واقع ہوا اور علما مین باہم اختلاف ہوا ہوا اور

اُن مسائل کے دلائل مین تاویل کا احتمال بھی رہا ہو لیکن مجتہدین نے ایک جانب کو ترجیح
دی ہو اور اسوجہ سے نزاع مرتفع ہوئی ہو اور دونون جانب سے ایک جانب منقح اور
ثابت قرار پائی ہو تو اس قسم کے مسائل اگرچہ ابتدا ءً قطعی نہ تھے لیکن آخر مین قطعی ہو گئے
جیسے رویت اُخرویہ اور عدم خلق قرآن کا مسئلہ ہے یا اور جو اسطرح کے مسائل ہین اور
تفضیل کا مسئلہ اُسی قسم سے ہے اسواسطے کہ اس مسئلہ مین صدر اول مین اختلاف تھا
صحابہ کی ایک قلیل جماعت کا میلان اسطرف تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور سب
صحابہ پر فضیلت ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعضے اولّہ ہین کہ اُس سے اُس جماعت کے
مذہب کی تائید ہوتی ہے اور جن دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو
حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر فضیلت ہی اُن دلائل مین تاویل اور تخصیص کا احتمال تھا لیکن
آخر مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ خلافت مین یہ مسئلہ اہل اسلام مین نہایت مشتہر
ہوا اور لوگون نے اسمین تحقیق فرمائی حتّٰی کہ وہ سب تعارض درہم برہم ہوگیا اور قطعی طور پر
یہ امر منقح قرار پایا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اور سب صحابہ پر فضیلت ہی اور اُن
سب روایات کی تفصیل کے لیے ایک طول و طویل دفتر چاہیے خلاصہ اسکا یہ ہی کہ اجلّہ
صحابہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احباب سے اسّی حضرات نے تفضیل شیخین کا مسئلہ
روایت کیا ہی اور اُن حضرات نے مختلف مواقع مین یہ مسئلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
سُنا ہے اور دار قطنی اور دوسرے بعضے محدثین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایات
بیان کی ہین کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ لَا یُفَضِّلُنِی اَحَدٌ عَلٰی اَبِی بَکْرٍ وَّ عُمَرَ
اِلَّا جَلَدْتُّہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ یعنی جو شخص مجکو فضیلت دیگا حضرت ابو بکر اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہما پر تو مین اُسکو اُسقدر درہ مارونگا کہ جسقدر درہ اُس شخص کو مارنا چاہیے
کہ وہ افترا کا مرتکب ہووے اور ان الفاظ سے صراحۃً معلوم ہوتا ہی کہ یہ مسئلہ قطعی ہی
اسواسطے کہ اجماع سے ثابت ہی کہ امور ظنیہ مین سزا نہین دوسرا مقدمہ یہ ہی کہ

کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ اصل مسئلہ قطعی ہوتا ہی لیکن اُسکی کیفیت کی تعیین ظنی ہوتی ہی
مثلاً صفات سبعہ کا ثبوت بلا شبہ قطعی ہی لیکن یہ امر ظنی ہی کہ آیا وہ صفات ذات باری تعالی
پر زائد ہین یا عین ذات ہین یا لا عین اور لا غیر ہین اور ایسا ہی یہ مسئلہ قطعی ہی کہ قرآن شریف
مخلوق نہین لیکن اسکی کیفیت کی تعیین ظنی ہی کہ قدیم کلام نفسی ہی یا الفاظ کلیہ مین یا لخصوصیات
محل کے اور یہ دونون مثال اعتقادیات کی ہین اور عملیات کی اکثر مثالین ہین مثلاً اُسکی ایک
مثال حجۃ الوداع کا مسئلہ ہے کہ اصل حج کا ثبوت قطعی ہے کہ اُسمین شک کو دخل
نہین لیکن اُسکی کیفیت کی تعیین ظنی ہی کہ قران تھا یا تمتع تھا یا افراد تھا اور اسی وجہ سے
اس امر مین علما مین اختلاف واقع ہوا باوجودیکہ اصل مسئلہ مین اتفاق ہے اور تفضیل کا
مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہی اسواسطے کہ اصل تفضیل قطعی ہی البتہ یہ مسئلہ نزاع اور تعارض
کے بعد قطعی ہوا ہی لیکن اُس تفضیل کی کیفیت کی تعیین ظنی ہی کہ کس چیز مین تفضیل ہی یعنی
تفضیل باعتبار کثرت ثواب کے ہی یا باعتبار اس امر کے ہی کہ اسلام مین نفع کس کی وجہ
سے زیادہ ہوا یا باعتبار کسی دوسرے امر کے ہی تو اس بارہ مین کسی ایک امر پر یقین
حاصل ہونے کی کوئی صورت نہین اسواسطے کہ چند امور کا گمان ہوتا ہی اور اُن امور مین تعارض
ہے اور منشا اُسکا یہ ہے کہ تفضیل کے اقسام اور اُسکے وجوہ بہت زیادہ ہین جو شخص وہ
سب وجوہ مفصل طور پر معلوم کرنا چاہے تو چاہیے کہ کتاب سر الجلیل فی مباحث التفضیل
کو مطالعہ کرے اور اُسکا کچھ خلاصہ یہان لکھا جاتا ہے جاننا چاہیے کہ تفضیل کبھی اصطفائی
ہوتی ہی کہ بلا عمل کے حق تعالی بعض مخلوقات کو دوسرے بعض مخلوقات پر ترجیح
دیتا ہی جیسے فضیلت کعبہ شریف کی جگہ کی ہی باقی سب جگہون پر اور فضیلت حجر اسود کی ہی
باقی سب پتھرون پر اور فضیلت شب قدر کی ہی باقی سب راتون پر اور فضیلت روز جمعہ کی
ہی باقی سب ایام پر اور فضیلت ماہ رمضان کی ہی باقی سب مہینون پر اور فضیلت انبیاءؑ کی
ہی اُمت کے لوگون پر اور بعض فضیلت ایسی ہوتی ہی کہ وہ تبعاً ہوتی ہی ذاتی نہین ہوتی ہی.

جیسے فضیلت حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ہے
باقی سب اطفال پر اور فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ کی صاحبزادیوں اور
ازواج مطہرات کی ہے باقی سب عورتوں پر اور فضیلت بنی ہاشم کی ہے باقی سب
قبائل پر اور اس قسم کی تفضیل مین کسی طرح کی نزاع نہین اور کبھی فضیلت جزائی ہوتی ہے
کہ عمل کے عوض ہوتی ہے اور وہی متنازع فیہ ہے اور فضیلت کی وجوہ نہایت مختلف
ہین منجملہ اُنکے بعضے وجوہ کا شرع کی اصطلاح مین کچھ بھی اعتبار نہین مثلاً قوت بدن کی اور
فراست اور بلاغت اور خوبی سیاست ملک کی اور حسن تدبیر دنیاوی امور مین اور منجملہ
اُنکے بعضے وجوہ کا شرع مین اعتبار ہے اور وہ بہت ہین منجملہ اُسکے تقوے ہے چنانچہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی زیادہ بزرگ تم لوگون
مین اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ ہے کہ تم لوگون مین سے زیادہ پرہیزگار ہووے اور منجملہ
اسکے علم ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ
وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی کہدیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ کیا برابر ہین وہ لوگ کہ جانتے
ہین اور وہ لوگ کہ نہین جانتے ہین اور منجملہ اُسکے جہاد ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے
وَفَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجَاهِدِیْنَ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا یعنی اور فضیلت دی اللہ تعالےٰ
نے مجاہدون کو اُن لوگون پر کہ وہ لوگ جہاد سے بیٹھے اور یہ فضیلت باعتبار اجر
عظیم کے ہے اور منجملہ اُسکے حسن خلق ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے خَیْرُکُمْ
خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ یعنی بہترین شخص تم لوگون مین وہ ہے کہ بہتر ہے تم لوگون مین اپنے اہل
کے حق مین اور منجملہ اسکے زیادہ محبت رکھنا ہے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور اللہ تعالےٰ کی
زیادہ طاعت کرنا ہے اور علیٰ ہذا القیاس کتاب و سنت کے دلائل کا تتبع کرنے سے فضیلت
کی اکثر وجوہ ظاہر ہوتی ہین کہ کہین کسی محل اور کسی مقام مین کوئی وجہ اعتبار کی گئی ہے اور
کہین کسی دوسری محل اور دوسرے مقام مین کوئی دوسری وجہ اعتبار کی گئی ہے اور

جب دونون مقدمون کی تمہید سے فراغت ہوئی تو اب اصل مدعا کی تحقیق کرتا ہون کہ اصل تفضیلت حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ پر قطعی طور پر ثابت ہے اور قطعی مسائل کے قسم ثانی سے ہے اور تعیین فضیلت کی وجہ ظن کے ذریعہ سے ہوتی ہے تو مومن محتاط کو چاہیے کہ اصل تفضیلت کا اعتقاد رکھے اور فضیلت کی وجہ کا متعین ہونا اللہ تعالیٰ کے علم پر تفویض کرے اور اگر دلائل کے تتبع سے منجملہ وجوہ کے کسی وجہ کو اُسکے نزدیک ترجیح ثابت ہووے تو بہتر ورنہ اصل اس عقیدہ سے کہ قطعی ہے باہر نہووے فقط خلاصہ مین لکھا ہے اَلرَّافِضِيُّ اِنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلٰى غَيْرِهٖ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ وَلَوْ اَنْكَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَهُوَ كَافِرٌ یعنے رافضی اگر فضیلت دیوے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے پر یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر تو وہ بدعتی ہے اور اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے انکار کرے تو وہ کافر ہے اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین یہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے وَاَلْحَقَ فِيْ فَتْحِ الْقَدِيْرِ عُمَرَ بِالصِّدِّيْقِ فِيْ هٰذَا الْحُكْمِ وَلَعَلَّ مُرَادَهُمْ بِاِنْكَارِ الْخِلَافَةِ اِنْكَارُ اِسْتِحْقَاقِهِمَا لَهَا فَهُوَ مُخَالِفٌ لِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ یعنی لاحق کیا ہے فتح القدیر مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس حکم مین اور شاید علما کی مراد خلافت کے انکار سے یہ ہے کہ ان دونون حضرات کے استحقاق خلافت سے انکار ہووے اور یہ خلاف صحابہ کے اجماع کے ہے اور فی شرح مواهب الرحمٰن وَلَا خَلْفَ اَيْ لَا يَجُوْزُ الصَّلٰوةُ خَلْفَ مُنْكِرِ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ اَوْ عُمَرَ اَوْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَيَصِحُّ اَيْ مَعَ الْكَرَاهَةِ خَلْفَ مَنْ يُفَضِّلُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِاَنَّهٗ مُبْتَدِعٌ یعنی شرح مواہب الرحمٰن مین لکھا ہے اور جائز نہین نماز پیچھے اُس شخص کے یعنے اور جائز نہین نماز پیچھے اُس شخص کے کہ اُسکو انکار ہووے حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت سے اور صحیح ہے نماز یعنی ساتھ کراہت کے پیچھے اُس شخص کے کہ فضیلت دیتا ہو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اسواسطے کہ وہ بدعتی ہے

وفی المحیط عن محمد رحمہ اللہ لا یجوز الصلوٰۃ خلف الرافض ثم قال لانہم انکروا خلافۃ ابی بکر وقد اجمعت الصحابۃ علی خلافتہ یعنی اور محیط میں لکھا ہے کہ روایت ہے امام محمد علیہ الرحمہ سے کہ جائز نہیں نماز پیچھے روافض کے پھر کہا اسواسطے کہ ان لوگوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے انکار ہے اور حالانکہ آپ کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہے وفی تتمۃ الفتاوی والرافضی الغالی الذی ینکر خلافۃ ابی بکر لا یجوز الصلوٰۃ خلفہ یعنی اور تتمۃ الفتاوی میں لکھا ہے کہ اور رافضی کہ اسکو اپنے مذہب میں غلو ہو اور انکار کرتا ہو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے جائز نہیں نماز پیچھے اسکے وفی المرغینانی ویکرہ الصلوٰۃ خلف صاحب ہوی او بدعۃ ولا یجوز خلف الرافضی ثم قال وحاصلہ ان کان ہوی یکفر بہ لا یجوز والا یجوز ویکرہ یعنی اور مرغینانی میں لکھا ہے اور مکروہ ہے نماز پیچھے اس شخص کے کہ اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کرتا ہو یا بدعتی ہو اور جائز نہیں نماز پیچھے رافضی کے پھر کہا کہ حاصل اسکا یہ ہے کہ اگر وہ خواہش نفسانی ایسی ہو کہ اس سے کفر لازم آتا ہو تو اسکے پیچھے نماز جائز نہیں ورنہ جائز ہے مگر مکروہ ہے وفی الفتاوی البدیعیۃ من انکر امامۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ فہو کافر وقال بعضہم ہو مبتدع والصحیح انہ کافر وکذلک من انکر خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ اما الشافعیۃ فقد قال القاضی حسین فی تعلیقہ من سب النبی یکفر بذلک ومن سب اصحابہ فسق اما من سب الشیخین والختنین ففیہ وجہان احدہما یکفر لان الامۃ اجمعت علی امامتہم والثانی یفسق ولا یکفر واما المالکیۃ فالاشہر عندہم ترک التکفیر وقال محمد بن یوسف الغرمانی وسئل عمن شتم ابا بکر فقال یقال کافر قیل نصلی علیہ قال لا وممن کفر الرافضی احمد بن یونس وابو بکر بن ہانی وقال لا یؤکل ذبائحہم لانہم مرتدون وقال عبد اللہ بن ادریس احد ائمۃ الکوفۃ لیس للرافضی شفعۃ وانما الشفعۃ للمسلم

یعنی اور فتاویٰ بدیعیہ مین لکھا ہی کہ جسنے انکار کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا تو وہ کافر ہی اور کہا بعض علمار نے کہ وہ بدعتی ہی اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہی اور ایسا ہی حکم اُس شخص کے بارے مین بھی ہی کہ اُسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار ہووے اور لیکن شافعیہ کے نزدیک تو کہا قاضی حسین نے اپنی تعلیق مین کہ جو شخص پیغمبر کو بُرا کہے تو اُسکے بارے مین کفر کا حکم دیا جاویگا اور جو شخص اصحاب کو بُرا کہے تو اُسکے بارے مین فاسق ہونے کا حکم دیا جاویگا اور لیکن جو بُرا کہے شیخین رضی اللہ عنہما اور ختنین رضی اللہ عنہما کو تو اُسکے بارے مین دو قول ہین ایک یہ ہی کہ اُسکے بارے مین کفر کا حکم دیا جاویگا اسواسطے کہ ان حضرات کے امام ہونے پر امت کا اجماع ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ اُسکے بارے مین فاسق ہونے کا حکم دیا جاویگا اور کفر کا حکم نہوگا اور لیکن مالکیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہی کہ انکے بارے مین کفر کا حکم نہ دیا جاویگا اور محمد بن یوسف غرمانی سی پوچھا گیا اُس شخص کا حال کہ وہ حضرات ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بُرا کہے کیا ہی اُنھون نے کہا کہ اُسکے بارے مین کفر کا حکم دیا جاویگا تو پوچھا گیا کہ کیا جب وہ مر جاوے تو ہم لوگ اُسکے جنازے کی نماز پڑھین تو کہا کہ نہین اور منجملہ ان علمار کے کہ اُن لوگون نے رافضی کو کافر کہا ہے احمد بن یونس اور ابو بکر بن ہانی ہین اور کہا اُنھون نے کہ چاہیے کہ نہ کھایا جاوے ذبیحہ اُنکے ہاتھ کا اسواسطے کہ وہ لوگ مرتد ہین اور کہا عبد اللہ بن ادریس نے اور وہ ایک امام ایمۂ کوفہ سے ہین کہ نہین ہی رافضی کے لیے حق شفعہ کا اور حق شفعہ صرف مسلمان کے لیے ثابت ہی یہ ترجمہ اوپر کی عربی عبارت کا ہے اور حاصل کلام یہ کہ حنفیہ کی اکثر روایات سے تکفیر ثابت ہوتی ہے اور حنفیہ کا اسپر اتفاق ہی کہ کافر واجب القتل ہی اور اکثر شافعیہ اور مالکیہ اور حنابلہ نے بھی فتوی دیا ہے کہ جو شخص خلفاے اربعہ مین سے کسی خلیفہ کو بُرا کہے وہ مستوجب قتل کیے جانے کا ہی اور بعضی کتابون مین دیکھا گیا ہی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جو بُرا کہے اُسکے بارے مین حنفیہ کے دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ وہ کافر ہی اور شافعیہ کے نزدیک بھی وہ کافر ہے اور احمد

کے نزدیک وہ زندیق ہی جاہیے کہ وہ شخص قتل کیا جاوے اور مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے
کہ وہ شخص درہ مارا جاویگا تو یہ فعل اُنکے نزدیک کفر نہوا اور اس مقام مین دو مقدمے
ہین اسپر لحاظ کرنا چاہیے تو انشاء اللہ تعالے اشتباہ حل ہو جاویگا اول مقدمہ یہ ہی
کہ حضرات شیخین کو بُرا کہنا کفر نہین اور یہی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے البتہ جیسا شیعہ کا
عقیدہ ہی کہ حضرات شیخین کو بُرا کہنا جائز ہی یہ کفر ہے اسواسطے کہ یہ انکار ہی اُس چیز کا
کہ بداہۃً معلوم ہے کہ یہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے دین سے ہی تو اب
یہ اشکال وارد نہین ہوتی ہین کہ بعض صحابہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیغمبر صلے اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حضور مین بُرا کہا لیکن پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے
اُنکے کفر کا حکم نہ فرمایا اور ایسا ہی بعض صحابہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا
اور یہ کہا کہ آپ قتل کرتے ہین یا یہ کہا کہ آپ فجور کرتے اور ایسا ہی صحیحین مین وارد ہے
اِنَّ عَبَّاسًا جَاءَ اِلیٰ عُمَرَ وَمَعَہٗ عَلِیٌّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا وَہُوَ یَقُوْلُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَرِحْنِیْ
مِنْ ہٰذَا الْغَادِرِ الْاٰثِمِ الظَّالِمِ یعنی تحقیق کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے پاس اور حضرت عباسؓ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت
عباسؓ یہ کہتے ہوے آئے کہ یا امیر المؤمنین راحت دیجیے مجکو اس بیوفا گنہگار ظالم سے
اور اس طرح کی اور بھی بعض روایات آئی ہین اور ایسے ہی وہ روایت بھی ہی کہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آپ نے اپنے بُرا کہنے والے کو کافر نہ فرمایا اور اُسکے قتل کا
حکم نہ دیا بلکہ فرمایا کہ بُرا کہنے کے بدلے مین بُرا کہنا چاہیے یا معاف کر دینا چاہیے اور ان
سب روایات کے موافق اُس شخص کے بارے مین حکم ہو سکتا ہی کہ اُسکا یہ اعتقاد نہ ہو
کہ بُرا کہنا اور گالی دینا جائز ہے بلکہ شدت تعصب اور زیادتی محبت والفت کی وجہ سے
اُس شخص سے افراط و تفریط وقوع مین آوے تو اس سے استدلال اس امر پر نہ کیا جاوے
کہ اُسکا عقیدہ یہ ہی کہ بُرا کہنا اور گالی دینا جائز ہے جیسا لڑکا اپنے باپ کے ساتھ بے ادبی

کرتا ہی باوجودیکہ مقتضا انسان کی طبیعت کا ہی کہ یہ عقیدہ ہر انسان کا ہوتا ہی کہ باپ کی تعظیم کرنی چاہیے اور اس توجیہ سے روایات کا ظاہر التعارض رفع ہو جاتا ہی اور دوسرا مقدمہ یہ ہی کہ لزوم کفر اور الزام کفر دونوں دو چیز ہیں اور اس صورت ہین لزوم کفر متحقق ہوتا ہی اور الزام کفر متحقق نہین ہوتا ہی اور امام احمد رحمہ اللہ نے اصطلاح قرار دی ہی کہ جو شخص کوئی ایسا عقیدہ رکھی کہ اُس سے اُسکے حق ہین کفر کا حکم لازم آتا ہو تو اُسکو زندیق کہا جاویگا اگرچہ وہ ظاہر اسلام کا اقرار کرتا ہو اور اسی کو زندقہ کہتے ہین کہ اُس سے مراد یہ ہی کہ کسی کا عقیدہ ایسا ہووے کہ اُس سے کفر لازم آتا ہو اور ظاہر اسلام ظاہر کرتا ہو اور یہ امر اسوجہ سی ثابت ہی کہ جو شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتا ہی تو اُسکا خاص کر مطلب یہ ہوتا ہی کہ وہ شخص ان حضرات کو معاذ اللہ اسلام سے خارج سمجھتا ہی اسواسطے کہ وہ شخص ادعا کرتا ہے کہ ان دونوں حضرات نے معاذ اللہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے خلاف عمل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اہل بیت کا حق غصب کر لیا تو وہ شخص اپنے عقیدے مین معاذ اللہ ان دونون حضرات کو فرعون اور ہامان کے مانند جانتا ہی لیکن وہ جائز نہین جانتا ہے کہ ان حضرات کو بُرا کہنا چاہیے اسواسطے کہ اُسکا یہ خیال ہوتا ہی کہ یہ دونون حضرات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے یار اور وزیر اور محبوب ہین ورنہ اگر اُسکا یہ عقیدہ ہووے تو یہ الزام کفر کا ہوگا لیکن اُسکا یہ دعا قابل سماعت نہین اسواسطے کہ ان حضرات کی شان مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ان حضرات کی جنتی ہونے کی شہادت دی اور ان حضرات کی نجات ہونا یقیناً ثابت ہی اور یہ امر بدیہیات دین سے ہی تو جس شخص کو ان دونون حضرات کی خلافت کا انکار ہووے وہ کافر ہی اور یہ جاننا کہ ان دونون حضرات کو بُرا کہنا جائز ہی کفر اور زندقہ اور الحاد ہے کفر جحود و عناد نہین اور یہ مقدمہ روایات متخالفہ کے حل کرنے کے لیے مفید ہے واللہ الہادی الی سبیل الرشاد

فائدہ جب کوئی شخص کسی ایسی مجلس مین موجود ہو کہ وہان لوگ صحابۂ کبار کو برا کہتے ہون تو اُسپر واجب ہی کہ اگر قادر ہو یعنی اختیار مین ہو تو اپنے قول اور فعل کے ذریعہ سے انکار کرے یعنی اُن لوگون کو اس قبیح فعل سے اپنے قول اور فعل کے ذریعہ سے باز رکھے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ الحدیث یعنی جو شخص کوئی امر خلاف شرع دیکھے تو چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ سے مٹا دیوے آخر حدیث تک اور اگر باز رکھنے پر قادر نہووے تو چاہیے کہ وہان سے اٹھکر چلا جاوے اسواسطے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہی وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ یعنی جب آپ دیکھین اُن لوگونکو کہ فکر و خوض کرتے ہین یعنی اشتباہ کی گفتگو کرتے ہین ہماری آیات مین تو چاہیے کہ آپ اُنسے اعراض کرین اسوقت تک کہ وہ لوگ کسی دوسری بات مین خوض و فکر کرین اور اگر شیطان آپ کو بھلا دیوے تو پھر یاد ہونے پر اُس ظالم قوم کے ساتھ آپ نہ بیٹھین یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہی اور اگر وہ شخص اس پر بھی قادر نہو کہ اُس مجلس سے اٹھکر چلا جاوے اور اُسکو خوف ہو کہ یہ لوگ ہمکو ضرر پہونچاوینگے تو چاہیے کہ صبر کرے اور دل سے برا جانے اور اسپر اکتفا کرے کہ صحیح حدیث مین وارد ہی کہ اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ وَھٰذَا شَاْنُ سَائِرِ الْمُنْکَرَاتِ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دیکھو اُن لوگون کو کہ برا کہتے ہون ہمارے اصحاب کو تو کہو کہ اللہ کی لعنت ہی تمھارے شر پر اور یہی حال باقی سب منکرات کا یعنی امور خلاف شرع کا ہی واللہ اعلم فقط اب یہ امر بیان کرتا ہون کہ شیعہ کے پیچھے نماز مین اقتدا کرنا جائز ہی یا نہین تو اس بارہ مین یہ حکم ہی کہ اگر اسکا عقیدہ اس درجہ تک نہ پہونچا ہو کہ صحابۂ کبار اور امہات المومنین کو کافر جانتا ہو بلکہ صرف ظلم اور غصب اور جور کے ذکر پر اکتفا کرتا ہو تو ضرورت کی حالت مین اُسکے پیچھے نماز مین اقتدا کرنے مین قباحت نہین اور اسکی دلیل

وہ روایت ہی کہ بخاری اور مسلم مین وارد ہی اور مشکوۃ شریف مین بھی موجود ہی اور وہ روایت
یہ ہی اَنَّ عَدِیَّ بْنَ خِیَارٍ دَخَلَ عَلٰی عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَھُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّکَ
اِمَامُ عَامَّۃٍ وَنَزَلَ بِکَ مَا تَرٰی وَیُصَلِّیْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَۃٍ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوۃُ
اَحْسَنُ مَا یَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَھُمْ وَاِذَا اَسَاءُوْا
فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَھُمْ یعنی عدی بن خیار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر
ہوے اور آپ محصور تھے یعنی باغیون نے آپ کا حصار کیا تھا تو عدی بن خیار نے کہا کہ آپ
عام طور پر سب لوگون کے امام ہین اور آپ پر جو تردد آیا ہی وہ آپ پر ظاہر ہی اور ہم لوگون
کے آگے فتنہ کا امام یعنی مفسد امام نماز پڑھاتا ہے اور ہم لوگون کو اسمین حرج معلوم ہوتا
ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز نہایت بہتر عمل لوگون کے اعمال مین
سے ہی تو جب لوگ نیک عمل کرین تو تم بھی اُنکے ساتھ نیک عمل کرو اور جب لوگ بُرا عمل
کرین تو اُنکی بُرائی سے پرہیز کرو یہ ترجمہ روایت مذکورہ کا ہے لیکن شیعہ کے پیچھے نماز مین
اقتدا کرنا بحالت ضرورت بھی اس شرط کے ساتھ جائز ہی کہ ارکان نماز اور واجبات
وضو مین ہمارے مذہب کے موافق عمل کرے اور اسمین کچھ خلل نہووے مثلاً وضو مین
ہمارے مذہب کے موافق پانون دھووے ایسا نہو کہ اپنے مذہب کے موافق پانون پر مسح
کرے ورنہ اُسکے پیچھے نماز مین اقتدا کرنا ہرگز جائز نہین البتہ مسائل اجتہادیہ کہ منصوصات
قطعیہ سے نہین اور علما مین اُن مسائل مین فرضیت اور وجوب کے بارے مین باہم اختلاف
ہی ایسے مسائل مین اگر خلل واقع ہو تو اسمین مضائقہ نہین جیسے یہ مسئلہ ہی کہ وضو مین ترتیب
اور نیت شافعی رح کے نزدیک واجب ہی اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک ثابت ہی کہ
جب خون نکلے اور بہ جاوی تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس حال مین بھی متاخرین حنفیہ کا
مذہب یہی ہی کہ شیعہ کے پیچھے نماز مین ہرگز اقتدا نہ کرنا چاہیے لیکن مذہب منصور اور اقوے
یہ ہی کہ جب شرط مذکور پائی جاوے تو اقتدا جائز ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ حضرت امام

ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے ہارون رشید کے پیچھے اقتدا کی تھی یعنی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جائز ہی کہ فاضل مفضول کے پیچھے اقتدا کرے اور مذہب تحقیق یہ ہی کہ مسائل اجتہادیہ مین حق تابع اجتہاد کا ہوتا ہے بخلاف مسائل منصوصہ کے یعنی بخلاف اُن مسائل کے کہ اُسمین نص وارد ہی کہ اگر خلاف اس نص کے اجتہاد کیا جاوے تو وہ قابل سماعت نہین فقط

سوال فی الملل والنحل ومما تقیم الحکمۃ من الخوارج وعن علیؓ المرتضی کرم اللّٰہ وجہہ انہ قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین فقاتل الناکثین فاغتنم اموالہم وسبی ذراریہم ونساءہم وقاتل مقاتلۃ القاسطین وما اغتنم اموالہم وما سبی ثم رضی بالتحکیم وقاتل مقاتلۃ المارقین واغتنم اموالہم وسبی ذراریہم یعنے روایت ہی حضرت علی مرتضی کرم اللّٰہ وجہہ سے کہ آپ نے قتال کیا ناکثین اور قاسطین اور مارقین کے ساتھ تو ناکثین کے ساتھ قتال کیا اور اُنکا مال بطور غنیمت کے لیا اور اُنکی اولاد اور عورتون کو گرفتار کیا اور قتال کیا قاسطین کے ساتھ اور نہ اُنکا مال لیا اور نہ اُنکی اولاد اور نہ اُنکی عورتونکو گرفتار کیا پھر تحکیم پر راضی ہوئے اور قتال کیا مارقین کے ساتھ یعنی گروہ خوارج کے ساتھ اور اُنکا مال بطور غنیمت کے لیا اور اُنکی اولاد کو گرفتار کیا تو ان تینون گروہ کے حق مین حکم مین فرق ہونے کا سبب کیا ہے۔

جواب ناکثین اور قاسطین کے بارے مین ان امور مین جو فرق کیا گیا تو وہ صرف حسب اتفاق وقوع مین آیا اور اس امر کا بیان یہ ہی کہ قاسطین پر ایسا کامل غلبہ نہوا کہ ممکن ہووے کہ اُنکا مال بطور غنیمت کے لیا جاوے اور اُنکی اولاد اور عورتین گرفتار کی جاوین اور لفظ اغتنم کا کہ ناکثین کے حال مین وارد ہے اُس سے بھی مراد صرف غنیمت صوری ہی یعنی مراد یہ ہی کہ صرف تنبیہاً اُنکا مال اپنے قبضے مین رکھا گیا اور اُنکی عورتین اور اولاد حراست مین رکھی گئین چنانچہ حضرت طلحہؓ کا مال اُنکے لڑکون کو واپس دیا گیا اور بغاوت کے بارے مین حکم یہ ہی کہ جس مقتول نے وارث نہ چھوڑا ہو تو اُسکا مال بیت المال مین بطور

وقت کے رکھا جاویگا اور جو شخص زندہ ہووے اور بغاوت سے باز آوے تو اُسکا مال اُسکو واپس کر دیا جاویگا اور اگر اُسکو بغاوت پر اصرار ہووے تو اُسکا مال ضبط رہے گا اہل اسلام مین تقسیم نہ کیا جاویگا اور یہ جو روایت ہی کہ مارقین کا مال بطور غنیمت کے لے لیا گیا اور اُنکی اولاد گرفتار کی گئی تو یہ روایت اہل حدیث اور اہل سیر کے نزدیک مسلم نہین بلکہ صحیح کتابون مین اسی قدر مذکور ہی کہ یہ لوگ طعن کرتے تھے کہ کیا باعث ہے کہ اُن لوگون کا خون کرنا مباح ہی اور اُنکا مال حرام ہی اور اسکے خلاف روایات مارقین کے حق مین موجود ہین کہ عندالافاقہ نقل کرکے انشاءاللہ العزیز بھیجدیجاویگی اور یہی حق بھی ہی اسواسطے کہ محکمہ یہ طعن نہروان کے قتل کے قبل کرتے تھے اور نہروان کا قتل مارقین کے ساتھ اسکے بعد وقوع مین آیا تو اسکے کچھ معنی نہین کہ جو امر ہنوز وقوع مین نہ آیا تھا اسکے بارے مین طعنہ کیا گیا ہو اور باوجود اسکے اُنکی اولاد انکے ہمراہ نہ تھی حاصل کلام سیر اور حدیث کے اعتبار سے یہ عبارت مختل اور موہوم معلوم ہوتی ہی فقط

سوال و جوب وصایت کہ مختلف فیہ ہی اُس صورت مین کہ وصایت سے مراد خلافت ہووے اسواسطے کہ بصورت وقوع اس امر کے تفسیق اور تخطیہ تمام مہاجرین اور انصار کی لازم آتی ہی۔

سوال و جواب درباره فدک کے اہل سنت کی کتابون سے وراثت کے دعوی کے سوا اور کچھ صحیح طور پر ثابت نہین اور صاحب ملل و نحل نے شیعہ کی روایات کے موافق دونون شق وراثت اور ہبہ کی بیان کی ہین اور جو اہل سنت کی بعضی روایات مین کہ نہایت ضعیف ہین لفظ ہبہ کا دعوی مین واقع ہوا ہے تو وہ بھی شیعہ کے اختلاط اور تلبیس کے قبیل سے ہی معارج النبوۃ مین بھی اسی طرح کی روایات اخذ کرکے اُسکا ترجمہ کیا ہوگا فقط

کلینی کی کافی مین مذکور ہی لَمَّا وَرَدَ اَبُوالْحَسَنِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلَی الْمَھْدِیِّ رَاٰہُ یَرُدُّ الْمَظَالِمَ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا بَالُ مَظْلِمَتِنَا لَا تُرَدُّ فَقَالَ لَہٗ وَمَا

ذلك يا ابا الحسن قال ان الله تبارك وتعالى لما فتح على نبيه صلى الله عليه
وآله وسلم فدك وما والاها لم يوجف عليها بخيل ولا ركاب فانزل
الله على نبيه صلى الله عليه وآله وسلم وآت ذا القربى حقه فلم يدر
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من هم فراجع في ذلك جبرئيل عليه السلام
وراجع ربه فاوحى الله ان ادفع فدك الى فاطمة فدعاها رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم فقال يا فاطمة ان الله امرني ان ادفع اليك فدك
فقالت قبلت يا رسول الله من الله ومنك فلم يزل وكلاؤها فيها حيوة
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فلما ولي ابو بكر اخرج عنها وكلاءها فاتته
فسألته ان يردها عليها فقال لها ائتيني باسود واحمر يشهد لك فجاءت
بامير المؤمنين عليه السلام وام ايمن فشهدا لها فكتب لها بترك التعرض
فخرجت والكتاب معها فلقيها عمر فقال ما هذا معك يا بنت محمد قالت
كتاب كتبه لي ابن ابي قحافة قال ارينيه فابت فانتزعه من يدها
ونظر فيه ثم تفل فيه ومحاه وخرقه وقال لها هذا لم يوجف عليه
ابوك بخيل ولا ركاب فضعي الحبال في رقابنا فقال له المهدي حدها لي
فقال حد منها جبل احد وحد منها سيف البحر وحد منها دومة الجندل
هي حصن على خمسة عشر ليلة من المدينة وحد منها عريش مصر فقال له
كل هذا قال نعم يا امير المؤمنين هذا كله هذا كله مما لم يوجف اهله
على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بخيل ولا ركاب فقال كثير وانظر
فيه یعنی جب ابو الحسن موسی علیہ السلام مہدی کے پاس وارد ہوی اور انکو دیکھا کہ لوگو نکا
مظالم واپس کرتے ہیں یعنی جسکا مال ظلم سے کسی نے لے لیا ہی وہ اسکو واپس لواتے ہیں
تو ابو الحسن نے کہا کہ ای امیر المومنین ہم لوگون کی چیز جو ظلم سے لیگئی ہی اسکا حال کیا ہے

کہ وہ ہم لوگونکو واپس نہین دلواتا تو مہدی نے کہا کہ ای ابوالحسن وہ کیا چیز ہے تو ابوالحسن
نے کہا کہ تحقیق کہ اللہ تعالی نے جب اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فدک پر اور اسکے
متصل کی زمین پر فتح دی کہ اسپر گھوڑے اور اونٹ پر سوار ہوکر حملہ نہ کیا گیا تھا تو اللہ تعالے
نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ صاحب قرابت کو اسکا حق دیجیے
تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہوا کہ وہ لوگ کون ہین تو یہ امر حضرت جبرئیل
علیہ السلام سے پوچھا اور انھون نے اپنے پروردگار سے پوچھا تو اللہ تعالی نے وحی نازل
فرمائی کہ فدک حضرت فاطمہ کو دیجیے تو حضرت فاطمہ کو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا اور
کہا کہ ای فاطمہ اللہ تعالی نے مجھکو حکم فرمایا ہے کہ مین تمکو فدک دون تو حضرت فاطمہ رضی اللہ
عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ مین نے قبول کیا جو مجھکو اللہ کی طرف سے اور آپکی طرف سے
ملا پھر برابر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وکلاء یعنی کارپردازان اسمین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی حیات تک رہے پھر جب والی یعنی متصرف حضرت ابوبکر ہوے تو اس مقام سے
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وکلاء یعنی کارپردازون کو نکال دیا تو حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر
کے پاس تشریف لائین اور کہا کہ آپ فدک ہمکو واپس دیدیوین تو حضرت ابوبکر نے حضرت
فاطمہ سے کہا کہ ہمارے پاس اسود اور احمر کو لے آؤ کہ وہ تمھارے موافق شہادت دیوین
تو حضرت فاطمہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور ام ایمن کو لے آئین تو ان دونون حضرات
نے حضرت فاطمہ کے موافق شہادت دی تو حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے لیے لکھدیا کہ
فدک کے بارے مین تعرض نہ کیا جاویگا تو حضرت فاطمہ باہر تشریف لائین اور وہ نوشتہ
آپ کے پاس تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر نے کہا کہ اے
صاحبزادی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیا چیز تمھارے پاس ہے تو کہا کہ ایک نوشتہ
ہے یہ میرے واسطے ابن ابی قحافہ نے لکھدیا ہے تو حضرت عمر نے کہا کہ یہ نوشتہ مجھکو
دکھلاؤ تو حضرت فاطمہ نے انکار کیا تو حضرت عمر نے آپکے ہاتھ سے وہ نوشتہ کھینچ لیا اور اسکو دیکھا

پھر اُسپر تھوک دیا اور اُسکو مٹا دیا اور اُسکو چاک کر دیا اور حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ اسپر تمھارے والد نے گھوڑا اور اونٹ ہمراہ لیکر حملہ نہ کیا تھا تو تم حبال ہلوگونکی گردن مین بکھتی ہو تو ابوالحسن سے مہدی نے کہا کہ اُسکی حد مجھسے بیان کرو تو ابوالحسن نے کہا کہ اُسکے ایک جانب کی حد جبل اُحد ہے اور دوسرے جانب کی حد کنارہ دریاے شور کا ہے اور تیسرے جانب کی حد دومۃ الجندل ہے اور وہ ایک قلعہ ہے کہ مدینۂ منورہ سے پندرہ دن کی راہ فصل پر ہے اور اُسکے چوتھے جانب کی حد عریش مصر ہے تو مہدی نے ابوالحسن سے کہا کہ کیا یہ سب ہے تو ابوالحسن نے کہا کہ ہان یا امیر المومنین یہ سب ہے یہ سب اُس چیز سے ہے کہ وہان کے لوگون نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گھوڑا اور اونٹ ہمراہ لیکر حملہ نہ کیا تو مہدی نے کہا کہ بہت ہے اور یہ قابل غور کے ہے۔

سوال یہ حدود اربعہ فدک کی کہ مذکور ہوئین ان حدود کے درمیان کی مسافت ہندوستان کے دو صوبہ کی مسافت سے زیادہ ہوتی ہے اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وکلا یعنی کارپرداز حضرت سیدۃ النساء علیہا السلام کے زمانہ مین جناب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسپر متصرف تھے اور معلوم ہے کہ ہنوز مصر کا ملک فتح نہو تھا بلکہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے خلافت مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتح ہوا۔

جواب جو حدیث کہ کلینی سے تحریر فرما کر بھیجی ہے وہ بالکل دروغ اور افترا ہے اصل قصہ یہ ہے کہ اہل سنت کی کتابون مین مذکور ہے کہ ایک دن مہدی عباسی نے امام موسیٰ کاظم سے بطریق مباسطت کے کہا کہ جملہ دعوی تمھارا ہمپر فدک کی بابت ہے آؤ فدک ہم تمکو واپس کر دیوین تو امام موسیٰ کاظم نے فرمایا کہ فدک اگر اُسکی سب حدود کے ساتھ ہمکو دیدو تو قبول کرتا ہون تو مہدی نے پوچھا کہ فدک کی حدود کیا ہین تو امام موسیٰ کاظم نے کہا کہ ایک حد اُسکی سمرقند ہے اور دوسری حد افریقیہ ہے اور تیسری حد کنارہ دریاے شور کا ہے

کہ عدن کی طرف سے منتہا ہے یمن تک ہے اور غرض اُنکی یہ تھی کہ ہمارا دعوی تمہاری ساتھ خلافت کے بارے مین ہے صرف فدک کے بارے مین نہین یہی قصہ انکے روات نے اس ترتیب کے ساتھہ روایت کیا ہے انکی جو نہایت صحیح کتابین ہین اُنکی حالت یہ ہے فقط

مسئلہ جو مسائل استفسار کیے گئے ہین منجملہ اُنکے پہلا مسئلہ قصہ رباعی کا ہے کہ تحفۂ اثنا عشریہ کے باب مکائد مین مرقوم ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ یہ طعن شیعہ پر اُنکے اصل مذہب کے بارے مین ہے کہ اُنکے نزدیک ضرور ہے کہ صرف خاک پر یا اُس چیز پر کہ جنس سے خاک کے ہووے سجدہ کرنا چاہیے اور اُنکے مذہب مین اس بارے مین کسی خاص خاک کی خصوصیت نہین کہ مثلاً خاص خاک تربت مطہرہ حضرت امام شہید رضی اللہ عنہ کی ہووے یا اور کوئی دوسری خاک ہووے البتہ اُنکا معمول یہ ہے کہ اُس خاک کی نسبت آنجناب کی تربت مطہرہ کے ساتھہ کرتے ہین اور بہر حال تحفۂ اثنا عشریہ کے اس کلام سے یہ مفہوم نہین ہوتا ہے کہ اُنکے سجدہ گاہ کی خاک سنیون کے استنجا کے قابل ہے تا اُسمین سوء ادب کا گمان ہووے نعوذ باللہ من ذلک بلکہ امر بالعکس ہے اُسکا مضمون یہ ہے کہ اگر سنی کسی خاک سے استنجا کرین تو اُنکے نزدیک وہ خاک سجدہ گاہ ہونے کے قابل ہو سکتی ہے اسواسطے کہ اُنکی فقہ کا مسئلہ ہے کہ جب پیشاب کا مقام تین مرتبہ جھاڑ دیا جاوے تو اُسکے بعد جو کچھ پیشاب وغیرہ نکلے پاک ہے تو مثلاً اگر سنی پیشاب کے بعد پیشاب کا مقام تین مرتبہ جھاڑ دیوے اور اُسکے بعد کلوخ سے استنجا کرے یعنی کلوخ لیوے تو وہ کلوخ اُنکے نزدیک سجدہ گاہ ہو سکتا ہے اور سوء ادب اُسوقت ہوتا کہ یہ کہا گیا ہوتا کہ جس خاک پر شیعہ سجدہ کرتے ہین چاہیے کہ سنی اُس سے استنجا کرین اور اس کلام مین کچھہ بھی سوء ادب نہین اور فرق ظاہر ہے ہمارے اس قول مین کہ ایک قول یہ ہے کہ جس خاک سے سنی استنجا کرتے ہین اُسپر وہ لوگ سجدہ کرتے ہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ جس خاک پر وہ لوگ سجدہ کرتے ہین

تنی اُس سے استنجا کرتے ہین اور وحشت کا باعث اخیر قول ہوسکتا ہے پہلا قول نہین ہوسکتا ہے تو اس شعر کے معنی یہی ہین غور فرمانا چاہیے ہرگز کوئی دوسرے ایسے معنے مفہوم نہین ہوتے ہین کہ اسمین سوء ادب ہووے اور اسپر دلیل یہ ہے کہ اس شعر کے سیاق مین ایک دوسرا شعر لکھا ہے کہ اُس سے اصل مراد صراحۃً معلوم ہوجاتی ہے شعر روزے گفتیم بکلوخ استنجا ؎ خوش باش کہ شیعیان بتو سجدہ کنند ؎ یعنی ایک دن مین نے کہا کلوخ استنجا کا تو خوش رہ کہ شیعہ تجھے سجدہ کرتے ہین حاصل کلام یہ کہ شبہ سوء ادب اس شعر مین قبیل سے ایہام العکس کے ہے کہ اسمین جو مضمون مذکور ہوتا ہے اپنے عکس کے ساتھ مشتبہ ہوجاتا ہے لیکن کچھ غور کرنے سے یہ ایہام دفع ہوجاتا ہے چنانچہ یہ امر آپ ایسے لوگون پر مخفی نہین فقط

مسئلہ تیسرا مسئلہ کہ تحفۂ اثنا عشریہ مین باب امامت مین آیت تطہیر کے بیان مین مذکور ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے اہل بیت کی عدم عصمت پر حالانکہ نفس نفیس آنجناب کا بھی اہل بیت مین داخل ہے اور عصمت آنجناب کی یقینی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ نفس نفیس آنجناب کا اہل بیت سے اس آیت مین تخصیص عقلی کے طور پر خاص کر لیا گیا ہے اسواسطے کہ آنجناب کی عصمت عقلی اور یقینی دلائل سے ثابت ہے اور معصوم طاہر ہے اور تطہیر طاہر کی عقل کے خلاف ہے اسواسطے کہ اس سے تحصیل حاصل کی لازم آتی ہے جیسے ذات پاک رب العزۃ کی تخصیص عموم آیۃ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سے کیجاتی ہے اسواسطے کہ قدرت صرف ممکن کے بارے مین ثابت ہوتی ہے اور واجب اور ممتنع کے بارے مین ثابت نہین ہوتی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمنے تسلیم کیا کہ نفس نفیس آنجناب کا بھی اہل بیت مین کہ اس آیت مین مذکور ہے داخل ہے لیکن یہ ارادہ کرنا کہ اُس جماعت کی تطہیر کیجاوے کہ اُس جماعت سے بعض طاہر ہے اور بعض طاہر نہین یہ عقل کے موافق ہے خلاف نہین اسواسطے کہ تطہیر کا تعلق اُسکے ساتھ ہے جو طاہر نہین تو تحصیل حاصل کی لازم

نہین آتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ ارادہ تطہیر کل مجموعی کا منافی اسکے نہین کہ اس کل مجموعی کے بعضے کی طہارت اور عصمت ثابت ہے تو اس صورت مین کوئی قباحت لازم نہین آتی ہے اسواسطے کہ کل مجموعی جب موضوع ہوگا تو قضیہ حکم مین شخصیہ کے ہوگا اور تناقض رفع ہو جاتا ہے جب باعتبار کل اور جزء کے اختلاف ہووے جیسا اس مشہور مثال مین ہے اَلزَّنجِیُّ اَسوَدُ اَی بَعضُہٗ وَالزَّنجِیُّ لَیسَ بِاَسوَدَ اَی کُلُّہٗ یعنی زنگی سیاہ ہوتا ہے یعنی بعض بدن اسکا سیاہ ہوتا ہے اور زنگی سیاہ نہین ہوتا ہے یعنی کل بدن اسکا سیاہ نہین ہوتا ہے اور یہان بھی ایسا ہی ہے اسواسطے کہ عدم عصمت کل مجموعی کی صادق ہوتی ہے اسکے بعض اجزاء کی عصمت منتفی ہونے سے اور اس سے اسکے سب اجزا کی عصمت کی انتفا لازم نہین آتی ہے تا محال لازم آوے اور تیسرا جواب فہی ہے کہ اُس سے آپ متنبہ ہوئے فقط

سوال وجواب یہ جو قول ہے قَاتِلُ الزُّبَیرِ فِی النَّارِ یعنی قاتل زبیر کا دوزخی ہے شیعہ نے اسکی توجیہ یہ کی ہے کہ وہ قاتل اسوجہ سے دوزخی ہوا کہ اُسنے خودکشی کی اور اسوجہ سے وہ دوزخی نہوا کہ زبیر کو اُسنے قتل کیا تو یہ توجیہ فاسد ہے اور اصول کے خلاف ہے اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہوا ہے کہ جب کسی حکم کی تعلیق کسی وصف کے ساتھ ہو تو اُس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ وصف علت ہے اُس حکم کے لیے تو یہ حکم کہ وہ قاتل دوزخی ہے اسکی علت اس قول سے یہ ثابت ہے کہ اُسنے حضرت زبیرؓ کو قتل کیا اور کوئی دوسری علت نہین اور علاوہ اسکے استدلال کرنا اس قول سے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ ان دونو حضرات کے حق مین برابر ہے خواہ ان دونون حضرات کا توبہ کرنا ثابت ہو یا نہ ثابت ہو بلکہ ان دونون حضرات کی خطا اور سوا انکے ایسے اور دوسرے لوگونکی خطا اُس قبیل سے ہے کہ جیسے بعضے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لغزش وقوع مین آئی فقط

متفرقات مسائل

سوال کیا قول ہے علمار کا اس مسئلہ مین کہ ایک شخص وحدت شہود کا قایل ہے اور کہتا ہو کہ کتابونکا نازل ہونا اور پیغمبرونکا مبعوث ہونا اسی مطلب کے لیے ہوا اور جس شخص نے کلمہ طیبہ کے معنے بطور وحدت وجود کے یا بطور وحدت شہود کے نہ سمجھے تو اُسکا ایمان لانا کلمہ طیبہ کے معنے پر درست نہوا اگرچہ جب وہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر ایمان لایا تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ اُن سب چیزون پر ایمان لایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف سے ہملوگونکو پہونچی ہین اور یہ امر اُسکی نجات کے لیے باعث بھی ہوا لیکن چونکہ توحید مذکور کے معنی کی تصدیق کرنا اُسکے حق مین ثابت نہین اسواسطے وہ مشرک ہوا اگرچہ وہ شخص علماے محدثین اور ایمہ مجتہدین سے ہو تو جو شخص کہ ایسا عقیدہ رکھے وہ اہل سنت کے مذہب مین داخل ہے یا نہین اور اُسکے پیچھے نماز پڑھنے کے بارہ مین کیا حکم ہے

جواب اگر کوئی شخص وحدت وجود کا قائل ہو اور اُسمین غلو اور افراط نہو یعنی واجب اور ممکن کے مرتبہ مین فرق جانے اور ایسا ہی مسلمان اور کافر مین اور نبی اور دجال مین اور نماز اور زنا مین اور خنزیر اور بکری مین فرق جانے اور محدثین اور فقہاے متکلمین سے جو لوگ ایسے ہوئے ہین کہ وحدت وجود کے قائل نتھے اُنکی تکفیر اور تضلیل نکرے اور جانتا ہو کہ انبیار علیہم السلام بھی یہ مسئلہ دریافت کرنے مین معذور ہین تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اسواسطے کہ اکثر ایمہ سے مثلاً شیخ اکبر اور بعضے دوسرے صوفیہ اسیطرح کے گذرے ہین اور یہ کسطرح کہا جاوے کہ اُن حضرات کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہ تھا اور اگر وہ شخص کہ وحدت وجود کا قائل ہے افراط کرتا ہے اور اُسکو غلو ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا تو بلاشک وہ بدعتی ہے اور فقہ کی کتابون مین وارد ہے کہ لَا یَجُوزُ الصَّلٰوۃُ خَلْفَ المُبْتَدِعِ یعنی بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہین واللہ اعلم۔

پہلا سوال سوال کرتے ہین اور فتوی چاہتے ہین طالب العلم او عامۂ اہل اسلام

علماء دین اور مفتیان شرع متین سے اس مسئلہ مین کہ جو شخص کشف وحدت وجود کا قائل ہو اور کشف وحدت شہود کا منکر ہو اور اسمین الحاد اور اتحاد اور اباحت اور حلول کلی طبعی کے خیال کا شائبہ نہو تو کیا وہ مسلمان ہے اور حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمۃ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت قطب الدینؒ اور حضرت خواجہ فریدالدین قدس سرہم یہ مشرب رکھتے تھے یا نہین۔

دوسرا سوال ایک شخص اہل قبلہ اور اہل شہادت سے ہے اور حتی المقدور اکثر احوال مین ظاہر اور باطن مین شرع شریف پر قائم ہے تو اُسکو کافر کہنا اور ارتداد کا حکم اُسپر جاری کرنا درست ہے یا نہین اور جو شخص ایسا حکم جاری کرے اُسکے بارے مین کیا حکم ہے۔

تیسرا سوال ایک شخص کو بزرگون سے مرید کرنے کی اجازت حاصل ہے اور مرید کو اُسکے حوصلے کے موافق شریعت اور طریقت کے احکام کی تعلیم بھی دیتا ہے تو اُس شخص سے مرید ہونا درست ہے یا نہین۔

چوتھا سوال ہم لوگ اکثر خواص و عوام بعضے قادریہ طریقہ مین اور بعضے چشتیہ طریقہ مین حضرت شیخ فرید شکر گنج کی اولاد سے مرید ہوئے ہین اور بعضے سہروردیہ طریقہ مین شیخ بہاؤالدینؒ ملتانی کی اولاد سے مرید ہوے ہین اور بعضے دوسرے طریقہ مین اُس طریقہ کے خلفاء سے مرید ہوے ہین اور بعضے بوساطت میان محمد رمضانؒ شاہ کے مرید ہوے ہین اور میان صاحب موصوف نے ہملوگون سے چھ چیز سے توبہ کرائی ہے کہ مضمون سے آیۃ اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ کے ثابت ہے اور جس چیز کے کرنے کے لیے حکم شرع شریف مین ہے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اُن سب چیزون سے عام طور پر توبہ کرائی ہے اور بیچیرے بھائیون اور بہنون مین باہم رشتہ داری قرار دی ہے اور کلمۂ نفی کبیر اور خلفاء سے اُن لوگون کو بہونچایا ہے مثلاً کشکول حضرت شاہ کلیم اللہؒ جہان آبادی

کی اسکی تعلیم ہوئی ہے اور قول الجمیل اور حضرت شیخ نظام الدینؒ ہانسوی قدس سرہ کی ارشاد الطالبین کی بھی تعلیم ہوئی ہے تو ہم لوگوں کا مرید ہونا اُن حضرات سے درست ہوا ہے یا نہیں اور اس عہد سے پھر جانا واجب ہے یا نہیں بینوا توجروا

جواب سوال اول۔ وحدت وجود کا قائل ہونا ایسے طور پر کہ احکام شرع کے خلاف نہو عین ایمان و اسلام ہے اسمین کفر کا شائبہ نہین یعنی سب موجودات کو مظاہر حق کا جانے اور یہ سمجھے کہ وجود ایک ہے لیکن وجود کے ہر مرتبہ کے لیے حکم جداگانہ ہے وجود بعضے مراتب مین عبدیت کے ساتھ موصوف ہے اور بعض مراتب مین الوہیت کے ساتھ موصوف ہے اور بعضے مراتب مین حلال کے ساتھ موصوف ہے اور بعضے مراتب مین حرام کے ساتھ موصوف ہے اور بعضے مراتب مین طاہر کے ساتھ موصوف ہے اور بعضے مراتب مین نجس کے ساتھ موصوف ہے اور چاہیے کہ وجود کے مراتب مین خلط نہ کرے اور یہ عقیدہ رکھے

شعر

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد * گر حفظ مراتب نکنی زندیقی * یعنی وجود کے ہر مرتبہ کے لیے علٰحدہ علٰحدہ حکم ہے اگر تو حفظ مراتب نہ کرے تو زندیق ہے اور چاہیے کہ یہ بھی عقیدہ رکھے کہ عبد عبد ہے یعنی عبد ہمیشہ مرتبہ مین عبد کے رہیگا اگرچہ کسیقدر زیادہ ترقی کرے اور رب رب ہے یعنی رب ہمیشہ مرتبہ مین رب کے رہیگا اگرچہ وہ اپنی رحمت سے عباد کی شان مین محبت کا کلمہ فرماوے کہ اُس سے بلا تشبیہ اُسکا اختلاط عبد کے ساتھ ظاہراً گمان کیا جاوے اور مشائخ کبار اور علماء نامدار نے ان سب امور کی تصریح فرمائی ہے اور اپنی تصنیفات مین یہ سب امور مفصل طور پر ذکر فرمائے ہین قادریہ طریقہ کے اس بارہ کے مشائخ سے شیخ عبدالرزاقؒ کا یہی قول ہے اور چشتیہ طریقہ کے مشائخ سے حضرت سید گیسودرازؒ اور سید جعفر مکیؒ اور نقشبندیہ طریقہ کے مشائخ سے حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ اور مولانا عبدالغفور لاریؒ اور شیخ عبدالرزاق کاشیؒ اور مشائخ عرب سے شیخ محی الدین عربیؒ اور شیخ صدرالدین قونویؒ اور شیخ عبدالکریمؒ

حلبی اور شیخ عبدالوہاب اور علماء مدینہ منورہ سے حضرت شیخ ابراہیم کردی اور مشائخ مکہ معظمہ سے شیخ حسام الدین علی متقی نے اور دوسرے علماء نے مثلاً شیخ عبدالحق وہلوی نے مرج البحرین میں یہی قول اختیار فرمایا ہے تو یہ جاننا کہ یہ قول کفر ہے گویا ان سب بزرگوں کی تکفیر کرنی ہے نعوذ باللہ من ذلک اور حضرت غوث الاعظم اور حضرت خواجہ بزرگ اور حضرت خواجہ قطب الدین علیہم الرحمۃ کے کلام میں بھی اسیطرف اشارہ پایا جاتا ہے اور حضرت خواجہ فریدالدین شکر گنج سے متواتر طور پر منقول ہے کہ اپنے مریدوں کو پنجابی زبان میں فکر کی تلقین فرماتے تھے کہ ہر جہت کی طرف متوجہ ہوکر یہ لفظ کہیں دلیل تو اور اس سے صراحۃً وحدت وجود کا اقرار ثابت ہوتا ہے اور ترمذی کی حدیث میں ہے لَوْ اَنَّکُمْ دَلَّیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَهَبَطَ عَلَی اللّٰهِ یعنی اگر تم لوگ رسی ساتوین زمین تک لٹکاؤ تو وہاں بھی اللہ کے پاس پہونچیگی اور یہ بھی صحیح حدیث میں ہے اِذَا رَفَعْتَ عَنِ الرُّکُوْعِ فَقُلْ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ عَلٰی لِسَانِ عَبْدِهٖ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ یعنی جب تو اپنا سر رکوع سے اٹھاوے تو چاہیے کہ یہ کلمہ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اسواسطے کہ تحقیق اللہ تعالی اپنے بندے کی زبان سے کہتا ہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ یعنی سنا اللہ نے اس شخص کی بات کو کہ جسنے اللہ کی حمد کی بلکہ اکثر آیات میں اس مضمون کی طرف اشارہ وارد ہوا ہے اور اس بارہ میں زیادہ صریح یہ آیات ہیں سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ یعنی قریب ہے کہ دکھلاوینگے ہم انکو اپنی نشانی آفاق میں اور انکے نفسوں میں حتے کہ انپر ظاہر ہوجاویگا کہ تحقیق کہ یہ حق ہے کیا کافی نہیں تیرے پروردگار کے لیے یہ کہ وہ ہر چیز کے پاس حاضر ہے آگاہ رہیے اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہ یہ لوگ شک میں ہیں اللہ تعالے سے ملنے کے بارے میں آگاہ رہیے تحقیق کہ اللہ ہر چیز پر محیط ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنی پس جسطرف تم رخ کرو وہاں اللہ تعالی کی ذات ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی

سورۂ حم السجدہ

یعنی اور تیر نہ چلایا آپنے جب آپ نے تیر چلایا لیکن اللہ نے تیر چلایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ یعنی تحقیق کہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں تو سوا اسکے دوسرا امر نہیں کہ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھ پر ہے

جواب دوسرے سوال کا۔ جو شخص کہ اہل قبلہ سے ہو یعنی اہل سنت کے عقائد کا اعتقاد رکھتا ہو اُسکو کافر کہنا اور اُسپر کفر کا حکم جاری کرنا اہل اسلام کے طریقہ کے خلاف ہے اور جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو وہ قابل تعزیر کے ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے عن قَذَفَ مُسْلِمًا بِیَا فَاسِقُ وَھُوَ لَیْسَ بِفَاسِقٍ یَا ابْنَ فَاسِقٍ یَا کَافِرُ یَا یَھُوْدِیُّ یَا نَصْرَانِیُّ پھر کچھ عبارت کے بعد ہے عُزِّرَ یعنی جو شخص کسی مسلمان پر یہ تہمت لگاوے کہ اُس سے کہے یا فاسق اور حالانکہ وہ فاسق نہو یا یہ کہے اے لڑکے فاسق کے یا کہے اے کافر یا یہ کہے اے یہودی یا کہے اے نصرانی تو اُسکو سزا دیجاویگی اور مشکوۃ شریف کی حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہے اُسکی طرف کفر کی نسبت نہ کرنی چاہیے اور اُسکو اسلام سے خارج نہ سمجھنا چاہیے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ثَلٰثٌ مِّنْ اَصْلِ الْاِیْمَانِ اَلْکَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا یُکَفِّرُوْہُ وَلَا یُذَنِّبُ لَا تُخْرِجُہٗ مِنَ الْاِسْلَامِ بِعَمَلٍ اِلٰی اٰخِرِہٖ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ یعنی تین چیز اصل ایمان سے ہے باز رہنا اُسکی بدگوئی سے کہ اُسنے کہا لا الٰہ الا اللہ چاہیے کہ اُنکو کافر نہ کہا جاوے اور نہ گنہگار کہا جاوے اور نہ خارج کر تو اُسکو اسلام سے کسی عمل کیوجہ سے آخر حدیث تک۔

جواب تیسرے سوال کا۔ مرید ہونا اُس شخص سے درست ہے کہ اُسمیں پانچ شرطیں متحقق ہوویں پہلی شرط یہ ہے کہ کتاب اور سنت کا علم رکھتا ہو خواہ خواندہ ہو خواہ کسی عالم سے دریافت کرکے علم حاصل کیا ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اُسمیں عدالت اور تقوی کی صفت پائی جاوے اور کبیرہ گناہ سے پرہیز کرتا ہو اور صغیرہ گناہ پر اصرار نہ کرتا ہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ اُسکو دنیا سے بے رغبتی ہو اور آخرت کے امور کی طرف راغب ہو اور طاعات

ہو گندہ ہمیشہ ادا کرتا ہو اور صحیح احادیث مین جو اذکار وارد ہین اُسمین بھی ہمیشہ مشغول رہتا ہو اور چوتھی شرط یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہو یعنی نیک عمل کرنے کے لیے حکم کرتا ہو اور برے اعمال سے منع کرتا ہو اور پانچوین شرط یہ ہے کہ مشائخ سے یہ امور حاصل کیے ہون اور معتد بہ صحبت اُن حضرات کے ساتھ رکھی ہو تو جب یہ سب شروط کسی شخص مین متحقق ہووین تو اُس سے مرید ہونا درست ہے چنانچہ قول الجمیل فی بیان سواء السبیل مین تفصیل ان شروط کی مذکور ہے۔

جواب چوتھے سوال کا۔ ایسے لوگون سے مرید ہونا درست ہے اور جب مرید ہو جاوے تو پھر اُس سے برگشتہ ہونا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اسواسطے کہ مرید ہونے سے مراد عہد کرنا ہے بندگان خدا سے کسی بندہ کے ہاتھ پر کہ وہ بندہ واسطہ ہو واسطہ نائب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نائب خدا کے ہین تو گویا اُس شخص نے خدا کے ساتھ عہد کیا تو جب اُس عہد کو توڑیگا تو لازم آویگا کہ اُسنے خدا کا عہد توڑا چنانچہ قرآن شریف مین وارد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ یعنی تحقیق کہ جو لوگ بیعت کرتے ہین آپسے سوا اسکے دوسرا امر نہین کہ وہ لوگ بیعت کرتے ہین اللہ سے اللہ کا ہاتھ اُن لوگونکے ہاتھون پر ہے پس جسنے عہد توڑا تو سوا اسکے دوسرا امر نہین کہ اُسنے عہد توڑا اپنی جان کے نقصان کو لیے اور جسنے وفا کی وہ چیز کہ عہد کیا ہے اُسکے لیے اللہ سے پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکو اجر عظیم دیگا اور ایسی اکثر آیات ہین کہ اُنمین عہد شکنی کی مذمت وارد ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ یعنی تحقیق کہ جو لوگ خرید کرتے ہین یعنی لیتے ہین اللہ کے عہد کے عوض

سورۂ الفتح

سورۂ آل عمران

اور اپنی قسمون کے بدلے مین کم قیمت اُنکے لیے کچھ حصہ آخرت مین نہین اور نہ کلام کریگا اُنسے اللہ اور نہ نظر کریگا اُنکی طرف قیامت کے دن اور نہ پاک کریگا اُنکو اور اُنکے لیے دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ اور جو لوگ کہ توڑتے ہین عہد خدا کا بعد اُسکے کہ وہ عہد مضبوطی کے ساتھ کرتے ہین اور منقطع کرتے ہین اُس چیز کو کہ اللہ نے اُسکے بارہ مین حکم فرمایا ہے اس سے کہ ملائی جاوے وہ چیز یعنی اُس حکم کی تعمیل ملتوی کرتے ہین اور فساد کرتے ہین زمین پر اُنکے حق مین لعنت ہے اور اُنکے لیے آخرت کی بُرائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ یعنی آیا جب عہد کیا اُن بدکارون نے تو اُنمین سے کسی فریق نے وہ عہد توڑا اور صحیح حدیث مین مذکور ہے اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ یعنی منافق کی چیز تین ہین اگر وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے کو مسلمان سمجھے اور وہ تین نشانیان یہ ہین کہ جب بات کرے تو جھوٹھ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے -

سوال قبر کا طواف کرنا کفر ہے یا نہین اور جو شخص قبر کا طواف کرے اُسکو کافر کہنا چاہیے یا نہین -

جواب طواف کرنا صالحین اور اولیاء کی قبر کا بلا شبہ بدعت ہے اسواسطے کہ سابق زمانہ مین نہ تھا اور اس امر مین اختلاف ہے کہ یہ بدعت حرام ہے یا مباح ہے فقہ کی بعضی کتابون مین مباح لکھا ہے اور اصح یہ ہے کہ مباح نہین اسواسطے کہ بت پرستونکے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے کہ وہ بتونکے گرد اگرد یہ عمل کرتے تھے اور مباح نہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ شرع مین طواف کا حکم صرف کعبہ شریف کے بارے مین وارد ہے اور یہ سمجھنا خوب نہین کہ

بزرگون کی قبر کعبہ شریف کے مانند ہے لیکن یہ بھی نہایت قبیح ہے کہ جو شخص یہ عمل کرے اُسکو کافر کہا جاوے اور دائرہ اسلام سے اُسکو خارج سمجھا جاوے اور یہ بھی نہایت قبیح ہے کہ جو شخص ایسے شخص کو کافر کہے اسکو کافر کہا جاوے فقط

بزرگون کی روح سے استمداد کرنے کی دو قسمین ہین ایک قسم یہ ہے کہ اس طریقہ سے زندہ بزرگان دین سے بھی استمداد کرتے ہین اور وہ طریقہ یہ ہی کہ یہ سمجھے کہ ان بزرگون کی دعا جلد قبول ہوتی ہے اور اکثر قبول ہوتی ہے اور اس خیال سے انکو اپنے مطالب کی درخواست کے لیے واسطہ قرار دیوے اور صرف یہ سمجھے کہ یہ بزرگان صرف واسطہ اور بمنزلہ آلہ کے ہین اور اسکے سوا اور کوئی دوسرا خیال نکرے کہ معاذ اللہ یہ بزرگان قادر مطلق ہین بلکہ انکو صرف بمنزلہ عینک کے سمجھے اور یہ بلا شبہ جائز ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ مستقل طور پر اپنی مراد بزرگان دین سے چاہے اور یہ سمجھے کہ مراد حاصل کرا دینے مین یا خود مراد پوری کرنے مین اُنکو بالاستقلال اختیار ہے اور یہ جانے کہ یہ بزرگان حق تعالی کے قرب کا ایسا مرتبہ رکھتے ہین کہ اللہ تعالی کی تدبیر اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہین اور یہی طریقہ ہی کہ عوام جس طریقہ سے استمداد کرتے ہین یعنی عوام اسی طریقہ سے بزرگان دین وغیرہ سے مدد چاہتے ہین اور یہ طریقہ خالص شرک ہے اسواسطے کہ جاہلیت کے زمانہ کے مشرکین اس سے زیادہ اور کوئی دوسرا امر اپنے بتونکے حق مین اعتقاد نرکھتے تھے اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ حدیث ہے اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا بِأَصْحَابِ الْقُبُورِ یعنی جب تم کسی امر مین متحیر ہو جاؤ تو چاہیے کہ اصحاب قبور سے مدد چاہو تو فی الواقع یہ حدیث نہین بلکہ یہ کسی بزرگ کا قول ہے اور اس قول کے چند معانی ہین منجملہ ان معانی کے ایک معنے یہ ہین کہ جب بعض اشیاء کی حل اور حرمت کے بارے مین دلائل متعارض ہون اور اسوجہ سے ان اشیاء کے بارے مین حکم دینے مین تمکو حیرت ہو تو چاہیے کہ اُسکے بارے مین اپنا اجتہاد ترک کرو اور جو بزرگان دین فوت ہو گئے ہین اُنکی تقلید کرو اور یہ قول عبداللہ بن مسعود اور سفیان

نوری سے منقول ہے اور منجملہ اُن معانی کے ایک معنے یہ ہین کہ جب دنیاوی امور مین تم متحیر ہو جاؤ اور اُسکی وجہ سے تمھارا دل ضیق مین پڑ جاوے تو چاہیے کہ اصحاب قبور کے حال کیطرف نظر کرو کہ کسطرح اُن لوگون نے دنیا چھوڑ دی اور آخرت کی طرف متوجہ ہوے اور سمجھو کہ تمھارا بھی وہی حال ہونے والا ہے جو اُن لوگونکا حال ہوا ہے اور یہ خیال کرنے سے دنیا کی مصیبتین تمکو آسان معلوم ہونگی اور دنیا کی سختی سہل معلوم ہوگی حاصل کلام اس قول سے ثبوت استمداد کا نہین ہوتا ہے فقط

سوال علمار اور حکمار کا اسپر اتفاق ہے بلکہ کفار کا بھی اسپر اتفاق ہی کہ ارواح کے لیے موت کے بعد فنا نہین تو حیات کے بارے مین شہدا کی تخصیص کی وجہ کیا ہی کہ یہ مضمون قرآن شریف مین صراحۃً مذکور ہی اور اس بارے مین انبیا علیہم السلام کی تخصیص کی بھی وجہ کیا ہے۔

جواب ارواح کے لیے موت کے بعد فنا نہین بلکہ صرف بدن سے اُسکا تعلق منقطع ہو جاتا ہے لیکن عوام کے حق مین روح کی حیات سے مراد صرف یہ ہی کہ روح باقی رہتی ہی اور شہدار کو اس بقا کے علاوہ دو امر زائد دیے جاتے ہین کہ دنیا مین روح کا تعلق جو بدن کے ساتھ ہے اُسکا حاصل بھی وہی دو امر ہین اول یہ کہ شہدار کے اجر مین ترقی ہوتی ہی چنانچہ صحیح حدیث مین وارد ہے یَنْمِیْ لَہٗ عَمَلُہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ یعنی شہید کا عمل شہادت کے بعد بھی زیادہ کیا جاتا ہے حتے کہ قیامت تک زیادہ ہوتا جاویگا اور دوسرا امر یہ ہی کہ تو سط بدن کے شہدار کو روزی دیجاتی ہے چنانچہ حدیث مین مذکور ہے کہ شہدار کی روح سبز چڑیونکے قالب مین بہشت کے پھل کے نزدیک جاتی ہے اور پھر اُن قندیلون مین آکر رہتی ہے کہ عرش کے نیچے لٹکائی ہوئی ہین اور نص قرآنی مین سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران مین صراحۃً اشارہ ان دونون وجہ کی طرف ہے اور انبیار علیہم السلام کو اس سے بھی زیادہ درجہ حاصل ہے کہ امت کے احوال آنکے حضور مین پیش کیے جاتے ہین اور امت کے امور مین اصلاح کی جانب

توجہ فرماتے ہین کہ عوام کی دنیاوی حیات کے اثر سے یہ کہین زیادہ ہی باقی صرف خبردار ہونا بعضے احوال سے اور تلذذ اور تالم یہ سب بقائے روح کے لوازم سے ہے کہ لطیفۂ دراکہ ہی ہو اور حیات باعتبار اس معنے کے مشترک ہے مومنین اور کفار مین اسواسطے کہ روح سب کی باقی رہتی ہے اور شعور اور ادراک اسکی ذاتیات سے ہے وہ منسلخ نہین ہوتا ہی اور شیخ اکبر کو جو مکاشفہ ہوا کہ بعضے دوسرے آدمی کے ساتھ قبل ظہور حضرت آدم علیہ السلام کے ملاقات کی تو یہ اجداد بنی آدم کے بعضے کمال کی تمثل پر محمول ہے کہ نوع انسان کے ظہور شادی کے قبل یہ تمثیل وقوع مین آئی اور ظاہر ہے کہ یہ بزرگ اگر اولاد سے حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام کے نہوتے تو حضرت آدم علیہ السلام اپنے کو انکے اجداد سے کیون قرار دیتے جب ان بزرگ نے اپنے معمول کے موافق تمثل اور ملاقات انکے ساتھ کی تو اپنے سابق تمثل سے بھی اطلاع دی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکاتیب مین یہی تحقیق لکھی ہے اور اس تقریر سے حیرت دفع ہوئی اسواسطے کہ انھون نے ظہور کی نوع سے اپنے کو پوشیدہ کرنے کی تعبیر موت کے ساتھ کی ہے اور شاید اس مصدر فیوض اور مبدأ انتظام نشأۃ مین رہے ہون جب یہ منقطع ہوا تو اسکی تعبیر موت کے ساتھ کرتے ہین اور تعدد آدم یعنی شخص شخص کا خیند شخص ہو جانا یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ انکا کمال نسل بعضے اوقات مین ظہور مثالی کے ذریعہ سے مبدأ ظہور برکات اور انتظام نشارات کا ہوا۔

سوال وجواب نقل اموات کے بارے مین اسطرح کی اکثر حکایات واعظون کی کتابون مین مذکور ہین کہ بعضے اموات بعضے مقام مین دفن کیے گئے اور پھر حسب اتفاق کسی وجہ سے وہ قبر کھودی گئی تو جو شخص دفن کیا گیا تھا اسکی لاش نہ تھی کوئی دوسری لاش تھی اور اسیدن ایسا ہی اتفاق کسی دوسرے مقام مین بھی ہوا اور وہان بھی ایسا ہی واقعہ ظہور مین آیا پھر یہ معلوم ہوا کہ ان دونون مقامات سے ہر ایک مقام کی میت دوسرے مقام مین پائی گئی یعنی منتقل کردی گئی اور ان ہی کتابون مین یہ بھی مذکور ہے

کہ اس امر کے لیے خاص فرشتہ مقرر ہے کہ جب کوئی شخص دفن کیا جاتا ہے تو جس مقام کے
قابل وہ رہتا ہے اگر اُس مقام مین وہ مدفون نہین ہوتا ہے تو وہ فرشتہ اُسکی لاش
اُس مقام سے کسی دوسرے مقام مین کہ اُسکے مناسب ہوتا ہے منتقل کر دیتا ہے
اور ایسی کتابون مین ایک حدیث بھی اس بارہ مین نقل کرتے ہین اور اس جماعت کے
بعضے لوگ اس امر مین اس قول مشہور سے استدلال کرتے ہین کہ اُسکے حدیث ہونے
مین خدشہ ہے اور وہ قول مشہور یہ ہے اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا یَحْشُرُ الْاَھْلَ اِلَی الْاَھْلِ یعنی
تحقیق کہ اللہ کا ایک فرشتہ ہے کہ وہ اہل کو اہل کیطرف پہونچاتا ہے اور اس صحیح حدیث
سے بھی استدلال کرتے ہین اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی انسان اُس شخص کے ساتھ
رہیگا کہ اُسکی محبت رکھتا ہوگا اور اس صحیح حدیث سے بھی استدلال کرتے ہین
سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمْ یَلْحَقْ بِھِمْ
فَقَالَ ھُوَ مِنْھُمْ اَوْ مَعَھُمْ یعنی پوچھا گیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے اُس شخص
کا حال کہ کسی قوم کے ساتھ محبت رکھتا ہو مگر اُس قوم کے شامل نہو تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص اُن ہی لوگون مین سے ہے یا یہ فرمایا کہ وہ
شخص اُن ہی لوگون کے ساتھ ہے اور اس استدلال مین جو خدشہ ہوتا ہے وہ مخفی
نہین اور اسطرح کی حکایات رد ہو جاتی ہین اُس قول سے بھی کہ لوگون مین مشہور
ہو گیا ہے اور وہ قول یہ ہے اِنَّ الْمَیِّتَ یُدْفَنُ فِی التُّرْبَۃِ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْھَا یعنی
میت اُس جگہ دفن کیجاتی ہے جس جگہ کی خاک سے اُسکی پیدائش ہوتی ہے اور
یہ حکایات اُس سے بھی رد ہو جاتی ہین جو صحیح احادیث مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے اِدْفِنُوْا مَوْتَاکُمْ وَسْطَ قَوْمٍ صَالِحِیْنَ فَاِنَّ الْمَیِّتَ
یَتَاَذّٰی مِنْ جَارِ السُّوْءِ کَمَا یَتَاَذّٰی الْحَیُّ یعنی دفن کرو اپنی اموات کو نیک لوگون کے
درمیان مین اسواسطے کہ میت کو اذیت ہوتی ہے بُرے ہمسایہ سے جسطرح زندہ کو بُرے ہمسایہ

سے اذیت ہوتی ہے تو اگر ثابت ہووے کہ اموات منتقل کیے جاتے ہین تو اسکی کوئی
وجہ نہوگی کہ بُرے لوگون کی قبر کے نزدیک دفن کرنے سے میت کو اذیت پہونچتی ہے فقط
فائدہ معلوم ہووے کہ قادریہ طریقہ کی بنا روح کے تصفیہ پر ہے اور جب یہ آئینہ کدورت
سے صاف ہوجاویگا تو ضرور ہے کہ اُسمین صور عالیہ ظاہر ہونگے اور نقشبندیہ طریقہ کی
بنا اس تصور پر ہے کہ حضرت حق کی صورت ذہنیہ بلا کیف کو لطیفہ قلب مین جگہ دیوین اور
ہمیشہ تصور کو ملحوظ نظر رکھین اور اسپر لحاظ کرتے رہین تا علم حضوری کے قریب پہونچ جاوے
اور چشتیہ طریقہ کی بنا اسپر ہے کہ اسمین کوشش کیجاوے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت غایت درجہ
کی حاصل ہووے اور شوق اور وجد وغیرہ لوازم عشق حاصل ہووین تا معشوق حقیقی کا
خیال غالب ہوجاوے اور سب خیالات کو مطلقاً محو کردیوے بہرحال ان تین طریقو سے
جو طریقہ مناسب مزاج ہو اُسکے بارے مین اشارہ فرمانا چاہیے اور مآل تینون طریقو کا امر
واحد ہے مصرعہ خواب یک خواب ست باشد مختلف تعبیرہا۔
فائدہ یہ جو قول ہے طَعَامُ المَیِّتِ یُمِیتُ القَلبَ یعنی میت کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے
تو یہ قول حدیث نہین بلکہ بعضے تجربہ کارونکا قول ہے اور وہ لوگ کہتے ہین کہ میت کے
کھانے سے وہ کھانا مراد ہے کہ چالیس دن تک لوگ کھلاتے ہین اور وہ کھانا دل کو مردہ
کرتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میت کی موت کے آثار ظاہر ہونے کے وقت
سے اور اسکے بعد اس کھانے کے سرانجام اور تقسیم کا خیال رہا کرتا ہے کہ یہ کھانا اقربا مین
یا اُن لوگون مین جو کہ مسجدون مین رہا کرتے ہین تقسیم کیا جاویگا تو جن لوگون کو یہ کھانا
پہونچتا ہے وہ لوگ متوقع اور منتظر اُس کھانے کے رہتے ہین اور شرع کا مقصود یہ ہے کہ
میت کی موت سے لوگ عبرت پکڑین اور نصیحت سے مستفید ہووین اور آخرت کی فکر مین
مشغول ہووین اور غفلت سے ہوشیار ہوجاوین اور یہ مقصود اس صورت مین بالکل
مفقود ہوجاتا ہے اور جو کچھ حدیث صحیح مین وارد ہے اور صحاح ستہ مین موجود ہے وہ اسیقدر

ہی کہ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ الْمَيِّتِ یعنی منع فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے میت کے طعام یعنی کھانے سے اور قبر پر چراغ جلانا تزئین اور تشہیر کی غرض سے صحیح حدیث مین منع ہی لیکن اگر اس غرض سے چراغ جلایا جاوی کہ وہان دعا پڑھنا مقصود ہو یا زائرین کے اجتماع کے وقت بقدر ضرورت دو ایک چراغ روشن کیے جاوین تو اسمین مضائقہ نہین۔

سوال قبر پر جو شیرینی لیجاتے ہین اور تعزیہ کے نزدیک جو شیرینی اور حلوا لیجاتے ہین کہ لوگ اُسکے سامنے بطریق پیشکش کے رکھتے ہین تو اس بارے مین صحیح اور مرجح قول آن جناب کے نزدیک کیا ہے۔

جواب مکروہ ہے

سوال حدیث مین آیا ہی اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ یعنی آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ ای پروردگار نہ بنانا میری قبر کو بت کہ اُسکی پرستش کیجاتی ہے تو قبر کا بت ہونا زائرین کے کس کس فعل کے باعث سے متصور ہوتا ہے

جواب وثن سے مراد یہ ہے کہ قبر کو سجدہ کیا جاوے اور شرک کے دوسرے مراسم بجالا کے جاوین۔

سوال مسلمانون کی قبر پر جو سبزی یا پھول اور خوشبو رکھتے ہین تو یہ سنت ہی یا مستحب ہے یا بیفائدہ اسراف ہی یا مباح ہے کہ اسمین نہ کچھ نفع ہے اور نہ کچھ ضرر ہی جو کچھ شرعی دلیل سے ثابت ہو بیان فرماوین۔

جواب حدیث مین وارد ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ایک مرتبہ دو قبر کے پاس گذرے اور اُن دونون قبر کی میت پر عذاب کیا جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونون میت پر عذاب کیا جاتا ہی ایسی چیز کی وجہ سے کہ اُنپر شاق نہ تھی پھر خرمہ کے درخت کی ایک شاخ طلب فرمائی اور اُسکو درمیان سے شق فرمایا اور ایک

ایک نصف دونون قبر پر رکھکر فرمایا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ مَا لَمْ يَيْبَسَا یعنی تخفیف کیا جاویگا ان دونون میت کا عذاب جب تک یہ دونون حصے شاخ کے خشک نہونگے اور اس حدیث کی مراد مین علما مین باہم اختلاف ہی بعضے علمانے کہا ہی کہ یہ امر صرف وقت کی تعیین کے لیے وقوع مین آیا کہ اُسوقت تک عذاب مین تخفیف کیجاویگی یعنی یہ حکم خاص اُن ہی دونون میت کے حق مین تھا عام نہین ہی اور بعضے علمار نے کہا ہی کہ یہ حکم عام ہی جب کوئی شخص ایسا کریگا تو جب تک شاخ خشک نہوگی عذاب مین تخفیف ہوگی اسواسطے کہ سبز شاخ تسبیح کرتی ہی اور تسبیح کی مقاربت تخفیف عذاب کے لیے باعث ہوتی ہی چنانچہ کانٹا اور گھانس وغیرہ جو قبر پر جمجاوے تو اگر وہ سبز ہووے یعنی تازہ ہووے تو اُسکو وہان سے نکال لینا مکروہ ہی اسواسطے کہ یہ چیزین جب تک تر رہتی ہین تسبیح کرتی ہین اور اُس تسبیح سے عذاب مین تخفیف ہوتی ہی اور میت کو اُنس ہوتا ہی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے خرمے کے درخت کی تازہ دو شاخین قبر پر سر ہانے کی جانب رکھکر فرمایا کہ امید ہی کہ جب تک یہ دونون شاخین خشک نہونگی انکی تسبیح کی برکت سے اس میت کے عذاب مین تخفیف رہیگی اور اسیوجہ سے بعضے علمانے بہتر جانا ہی کہ پھول قبر پر رکھا جاوے لیکن یہ بھی کہا ہی کہ اگر اُس پھول کی قیمت بطور صدقہ کے دیوین اور اُسکا ثواب اُس میت کو پہونچاوین تو یہ زیادہ بہتر ہوگا اور جو کچھ قبر پر جمے اور پھر وہ خشک ہوجاوے تو وہ نکال دینا مکروہ نہین اور اہل قبور سے استمداد کے بارے مین فقہا مین باہم اختلاف ہی تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور باقی سب انبیا علیہم السلام کے سوا دوسرے اہل قبور سے استمداد کرنے کے بارے مین اکثر فقہا نے انکار کیا ہی اور وہ فقہا کہتے ہین کہ زیارت سے شرع مین صرف یہ مقصود ہے کہ اموات کے حق مین دعا اور استغفار کیا جاوے کہ اس ذریعہ سے اُنکو نفع پہونچے اور بعضے فقہا اس امر کے قائل ہین کہ انبیا علیہم السلام کے سوا دوسرے اہل قبور سے بھی استمداد کرنا جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جو فقہا میت کے سمع اور ادراک کے قائل ہین وہ اس امر کے بھی قائل ہین

کہ اہل قبور سے استمداد کرنا جائز ہی اور جن فقہا کو میت کے سمع اور ادراک سے انکار ہے
اُنکو استمداد کے جواز سے بھی انکار ہی اور اہل قبور سے استمداد کرنا ایک ایسا امر ہے کہ
مشائخ صوفیہ کہ اہل کشف و کمال سے ہین اُنکے نزدیک یہ کامل طور پر ثابت ہی حتیٰ کہ
وہ حضرات کہتے ہین کہ اکثر لوگونکو ارواح سے فیض حاصل ہوا ہے چنانچہ امام شافعی رح
علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہی کہ قبر امام موسی کاظم علیہ السلام کی مجرب تریاق ہے دعا قبول ہونے
کے لیے اور حجۃ الاسلام نے فرمایا ہی کہ جس سے حیات کی حالت مین استمداد کیا جاتا ہی اُس سے
اُسکی موت کے بعد بھی استمداد کیا جاتا ہی اور امام رازی نے فرمایا ہے کہ جب زائر قبر کے پاس
جاتا ہی تو اُسکے نفس کو ایک خاص تعلق اُس صاحب قبر کے ساتھ حاصل ہوتا ہے جیسے
اُس صاحب قبر کے نفس کو ایک خاص تعلق اُس زائر کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور ان
دونون تعلق کے سبب سے حاصل ہوتا ہی درمیان دونون نفس کے تقابل معنوی اور علاقہ
مخصوص تو اگر صاحب قبر کا نفس زیادہ قوی ہوتا ہی تو زائر کا نفس مستفیض ہوتا ہے
اور اگر اسکے بالعکس ہوتا ہی تو استفاضہ بھی برعکس ہوتا ہی اور شرح مقاصد مین مذکور ہی
کہ قبر کی زیارت مین نفع پایا جاتا ہی اور ایسا ہی صالحین اموات کے نفس سے استعانت
کرنے مین بھی نفع پایا جاتا ہی اسواسطے کہ بدن سے مفارقت کرنے کے بعد بھی نفس کا تعلق
بدن کے ساتھ باقی رہتا ہے اور میت کے نفس کا تعلق اُس تربت کے ساتھ بھی رہتا ہی
کہ جسمین وہ دفن کیا جاتا ہی تو جب زندہ اُس تربت کی زیارت کرتا ہی اور میت کے نفس
کی طرف متوجہ ہوتا ہی تو دونون نفس مین تلاقی حاصل ہوتی ہی اور استفاضہ ہوتا ہی اور
اس بارے مین اختلاف ہے کہ امداد زندہ کا زیادہ قوی ہی میت کی امداد سے یا اسکا برعکس
ہی تو بعضے محققین کے نزدیک دوسری شق مختار ہی اور اس بارے مین بعضے روایت
کرتے ہین کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ جب تم متحیر ہو جاؤ امور
مین یعنی کوئی کام انجام کرنے مین متحیر ہو جاؤ تو چاہیے کہ مدد چاہو اصحاب قبور سے اور

شیخ اجل نے مشکوۃ کی شرح میں لکھا ہی کہ پائی نہیں جاتی ہی کتاب اور سنت اور سلف
صالح کے اقوال میں کوئی ایسی چیز کہ مخالف اور منافی اس استمداد کے ہو اور اسکو رد کرے
اور حاصل کلام یہ کہ یہ ثابت ہوا کہ روح باقی رہتی ہی اور اسکا ایک خاص تعلق بدن
کے اجزا کے ساتھ بدن سے مفارقت کرنے کے بعد اور اس بدن کی کیفیت متغیر ہو جانے
کے بعد بھی باقی رہتا ہی کہ اس تعلق کی وجہ سے قبر کی زیارت کے لیے جو لوگ آتے
ہیں انکے احوال سے اس روح کو خبر ہوتی ہے اور کاملین کی ارواح کو بحالت حیات
اللہ تعالی کے نزدیک قرب کا درجہ حاصل رہتا ہے اور اسوجہ سے انکی روح کرامات
اور تصرفات اور استمداد میں موثر ہوتی ہی اور بعد موت کے بھی قرب کا وہ درجہ باقی رہتا ہے
اور اسوجہ سے تصرفات کی قوت بھی باقی رہتی ہی جس طرح حیات میں یہ قوت رہتی ہی
کہ اس وقت روح کا تعلق کلی بدن کے ساتھ رہتا ہی یا موت کے بعد تصرفات کی وہ قوت
زیادہ ہو جاتی ہی تو ایسی حالت میں استمداد سے انکار کرنے کے لیے کوئی صحیح وجہ نہیں
معلوم ہوتی ہی مگر یہ کہ اول امر سے منکر ہو جاویں یعنی یہ کہیں کہ بعد موت کے روح کی
مفارقت بدن سے ہو جاتی ہے اور حیات کا علاقہ زائل ہو جاتا ہی تو اس حالت میں
روح کا کچھ بھی تعلق بدن کے ساتھ باقی نہیں رہتا ہے اور یہ نص کے خلاف ہی اور
اس صورت میں قبر کی زیارت کرنا اور قبر کے پاس جانا یہ سب لغو اور فضول ہو جاتا ہی
اور یہ ایک ایسا امر ہی کہ عامہ اخبار اور آثار سے اسکے خلاف ثابت ہوتا ہی اور استمداد
کی کوئی دوسری صورت نہیں بلکہ صرف یہی صورت ہی کہ محتاج اپنی حاجت طلب کرے
جناب باری عز اسمہ سے اس بندے کے روحانی توسل کے ذریعہ سے کہ وہ بندہ اللہ تعالی
کی درگاہ میں مقرب ہو اور کہے کہ اے خداوند تعالی اس بندہ کی برکت سے کہ تو نے رحمت
اسپر فرمائی ہی اور اسکو بزرگی مرحمت کی ہی میری حاجت پوری فرما یا اس بندہ مقرب
ومکرم کی طرف متوجہ ہو کر کہے کہ اے خدا کے بندے اور ولی میرے حق میں سفارش کر اور میری

مراد خداوند تعالیٰ سے طلب کرتا خداوند تعالیٰ میری حاجت پوری فرمادوی تو بندہ درمیان مین اور کچھ نہین سوا اسکے صرف وسیلہ ہی اور قادر اور معطی اور مسئول حق تعالیٰ ہی اور اس صورت مین شرک کا کچھ شائبہ بھی نہین جو منکر کو وہم ہوا ہی اور ظاہر ہے کہ بالاتفاق جائز ہی کہ صالحین اور دوستان خدا سے اُنکی حالت حیات مین توسل طلب کیا جاوی اور اُنسے دعا کرنے کے لیے کہا جاوی تو یہ کیون جائز نہین کہ اُنکی وفات کے بعد اُنسے استمداد کیا جاوے اور کاملین کی ارواح مین حین حیات مین اور بعد ممات کے ان دونون حالت مین کچھ فرق نہین سوا اسکے کہ بعد ممات کے اُنکے کمال مین ترقی ہو جاتی ہی اور مشکوٰۃ کی شرح مین اور سیوطی کی کتاب شرح الصدور مین یہ امر مفصل مذکور ہی اور ان کتابون مین احادیث متعدد طریق سے اس بارے مین منقول ہین لیکن جو نذر عوام مانتے ہین کہ منجملہ صالحین کی قبور کے کسی قبر کے پاس جاتے ہین اور کہتے ہین کہ ای ہمارے سید اگر تم میری حاجت پوری کردو تو تمھارے لیے اسقدر روپیہ نذر مانتا ہون یا یہ کہتے ہین کہ اگر میری حاجت پوری کردو تو تمھارے لیے اسقدر کھانا نذر مانتا ہون تو بحر الرائق مین لکھا ہی کہ یہ نذر بالاجماع باطل ہی اسواسطے کہ یہ مخلوق کی نذر ہی اور یہ جائز نہین بلکہ چاہیے کہ کہے کہ اے خداوند تعالیٰ مین نے تیرے لیے نذر مانی کہ اگر تو میری فلان حاجت پوری فرمادے تو مین فقرا کو کھانا اس سید مقرب مرحوم مکرم کے در پر کھلاؤنگا تو بلاشبہہ یہ نذر جائز ہے اسواسطے کہ نذر کا مال فقرا مین صرف کرنا چاہیے اور یہ امر پایا گیا اور جائز نہین کہ وہ کھانا کسی توانگر یا کسی شریف کو دیا جاوے یا اُسکو کھلایا جاوے۔

فائدہ وَالنَّذْرُ الَّذِیْ یَقَعُ مِنْ اَکْثَرِ الْعَوَامِ بِاَنْ یَّاْتِیَ اِلٰی قَبْرِ بَعْضِ الصُّلَحَاۗءِ وَیَرْفَعُ سِتْرَہٗ عَلٰی رَاْسِہٖ قَائِلًا یَا سَیِّدِیْ فُلَانُ اِنْ قَضَیْتَ حَاجَتِیْ کَرَدِّ الْغَائِبِ وَمُعَافَاتِ الْمَرِیْضِ فَلَکَ مِنِّیْ مِنَ الذَّھَبِ اَوْ مِنَ الطَّعَامِ اَوْ مِنَ الْکِسْوَۃِ اَوْ مِنَ الشَّمْعِ اَوْ مِنَ الذَّھَبِ مَثَلًا کَذَا اَبَاطِلٌ اِجْمَاعًا

نعم لو قال يا الله اني نذرت لك ان شفيت مريضي او نحوها
ان اطعم الفقراء الذين بباب السيدة نفيسة او نحوها او اشتري حصيرا
لمسجدها او زيتا لوقودها او دراهم لمن يقوم بشعائرها مما يكون فيه نفع
للفقراء والنذر لله وذكر الشيخ انما هو محل لصرف النذر لمستحقيه
العاكفين برباطه او مسجده او جامعه بهذا الاعتبار اذ مصرف النذر
الفقراء وقد وجد المصرف لكن لا يحل صرفه الا الى الفقراء لا الى
ذي علم لعلمه ولا لذي نسب لنسبه ولا لحاضري الشيخ الا ان
يكون فاحداً من الفقراء واذا عرفت هذا فما يوجد من الدراهم
ونحوها وينقل الى ضرائح الاولياء تقربا اليهم فحرام بالاجماع
مما لم يقصد صرفها في الفقراء الاحياء وقد ابتلي الناس بذلك
كذا في النهر الفائق والبحر الرائق وعالمگيري لا يجوز صرف ذلك لغني
غير محتاج ولا صرفه لذي منصب ولم يثبت في الشرع جواز الصرف
للاغنياء للاجماع على حرمة النذر للمخلوق ولا ينعقد ولا تشتغل الذمة
به وانه حرام بل سحت ولا يجوز لخادم الشيخ اخذه ولا اكله ولا التصرف
فيه بوجه من الوجوه الا ان يكون فقيرا او له عيال فقراء عاجزون
عن الكسب وهم مضطرون فياخذونه على سبيل الصدقة المبتدأة
فاخذه ايضا مكروه ما لم يقصد به الناذر التقرب الى الله تعالى و
صرفه الى الفقراء ويقطع النظر عن نذر الشيخ فاذا علمت هذا فما
يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت وغيرها وينقل الى ضرائح
الاولياء تقربا اليهم فحرام باجماع المسلمين ما لم يقصد صرفها في
الفقراء الاحياء لا القبور قولا واحدا - البحر الرائق - النذر الذي

يقع للاموات وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقربًا اليهم فهو بالاجماع باطل حرام ما لم يقصدوا صرفها للفقراء وقد ابتلى الناس بذلك ولا سيما في هذه الاعصار وقد بسطه العلامة قاسم في شرح درر البحار ولذا قال الامام محمد رحمه الله تعالى لو كان العوام عبيدي لاعتقتهم واسقطت ولائهم لانهم لا يهتدون فالكل به يتغيرون كذا في الدر المختار في اخر باب الصوم

یعنی اور وہ نذر بالاجماع باطل ہے جسطرح عوام نذر مانتے ہین کہ اُنمین سے جب کسی کی کوئی حاجت ہوتی ہے تو وہ شخص بعض صالحین کی قبر کے پاس جاتا ہے اور اُسکا پردہ اُٹھاکر اپنے سر پر رکھتا ہے یہ کہتا ہوا کہ اے میرے سید فلان اگر تم میری حاجت پوری کردو مثلاً یہ کہتا ہے کہ فلان شخص کہ کہین دوسری جگہ ہے وہ آجاوے یا یہ کہتا ہے کہ فلان مریض کو صحت ہوجاوے تو تمھارے لیے میری طرف سے اسقدر سونا یا طعام یعنی کھانا یا کپڑا یا شمع یا روغن زیتون یا کوئی دوسری چیز کہتا ہے کہ فلان چیز دیجاویگی تو یہ نذر جائز نہین البتہ اُس صورت مین نذر جائز ہوگی کہ وہ کہے کہ اے اللہ مین نے تیرے لیے نذر مانی کہ اگر میرے مریض کو تو صحت بخشے یا اسیطرح کوئی دوسری اپنی حاجت کہے کہ اگر تو میری فلان حاجت پوری کردے تو مین اُن فقرا کو کھانا کھلاؤنگا جو فلان سید کے دروازے پر رہتے ہین یا اُسکی مسجد کے لیے چٹائی خریدونگا اور اُس مسجد مین روشنی کرنے کے لیے روغن زیتون خریدونگا یا اسقدر درہم اُن لوگون کو دونگا جو اُسکی خدمت مین مصروف رہتے ہین اور اسی طرح کی اور جو نذر ہو کہ اُسمین فقرا کا نفع ہو اور نذر اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے لیے ہو اور شیخ کا ذکر صرف اس غرض سے ہووے کہ متعین ہوجاوے کہ نذر کی چیز اُن لوگون کے مصرف مین آویگی کہ وہ لوگ نذر کے مال کے مستحق ہین مثلاً یہ کہے کہ فلان بزرگ کے رباط یا اُنکی مسجد یا جامع مسجد مین جو لوگ رہتے ہین اُنکے مصرف مین اس

نذر کا مال صرف کیا جاویگا اور اس صورت مین نذر اسوجہ سے جائز ہے کہ نذر کے مال کے
مستحق فقرا ہین اور ان ہی کے حق مین صرف کرنے کے لیے نذر مین نیت کی گئی ہے اور
ایسا مال صرف فقرا کے حق مین صرف کرنا جائز ہے اور جو غنی ہو اور ذی علم ہو تو صرف
اُسکے علم کے لحاظ سے خاص اُسکے حق مین صرف کرنا جائز نہین اور ایسا ہی جو غنی ہو
اور عالی نسب ہو تو صرف اُسکے نسب کی شرافت کے لحاظ سے اُسکے حق مین بھی صرف کرنا
جائز نہین اور ایسا ہی جو غنی ہو اور کسی بزرگ کے حضور رہا کرتا ہو تو اُسکے حق مین
بھی نذر کا مال صرف کرنا جائز نہین البتہ یہ لوگ اگر فقیر ہون تو اُنکے حق مین نذر کا مال
صرف کرنا جائز ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیے کہ وہ درہم بالاجماع حرام ہے
کہ اولیاء کرام کے روضہ مین بھیجتے ہین اس غرض سے کہ اُنسے تقرب حاصل ہووے اور
یہ مقصود نہین ہوتا ہو کہ وہان جو زندہ فقرا رہتے ہین اُنکے مصرف مین یہ درہم آوے اور اس
ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہووے اور اکثر لوگ اس معصیت مین مبتلا
ہین ایسا ہی نہر الفائق اور بحر الرائق اور عالمگیری مین ہے اور جو غنی ہو محتاج نہو اُسکے لیے
نذر کا مال جائز نہین اور ایسا ہی اُسکے لیے بھی جائز نہین جو غنی ہو اور ذی منصب
ہو خلاصہ یہ ہے کہ غنی کے لیے نذر کا مال جائز نہین اسواسطے کہ اسپر اجماع ہے کہ نذر مخلوق
کے لیے حرام ہے اور ایسی نذر منعقد نہین ہوتی اور اُسکا ایفا واجب نہین بلکہ ایسی
نذر بلاشبہہ حرام ہے اور کسی بزرگ کے خادم کے لیے جائز نہین کہ ایسی نذر کی چیز
لیوے یا کھا وے یا اپنے کسی دوسرے مصرف مین لے آوے البتہ اس صورت مین
جائز ہے کہ وہ خادم فقیر ہو یا اُسکے عیال ہووین اور وہ فقیر ہون اور کسب سے عاجز
ہون اور مضطر ہون تو اُنکے لیے جائز ہے کہ عام صدقے کے طور پر وہ نذر کا مال بھی
لیوین اور جب نذر ماننے والے کی یہ نیت نہو کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہووے اور نذر
کا مال فقرا کے حق مین صرف کیا جاویگا بلکہ خاص مستقل طور پر کسی بزرگ کی نذر کی نیت

ہو تو ایسی نذر کا مال لینا فقرا کے حق میں بھی مکروہ ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ درہم اور شمع اور روغن زیتون وغیرہ جو چیز اولیاء اللہ کے روضے پر بھیجی جاتی ہے اس غرض سے کہ انکا تقرب حاصل ہووے تو وہ سب حرام ہے اور اسپر اہل اسلام کا اجماع ہے البتہ اس صورت میں جائز ہے کہ یہ نیت ہووے کہ اس روضہ پر جو رہنے والے فقرا رہتے ہیں انکے حق میں یہ چیز صرف کیجاوے اور خاص قبر کی نذر کی نیت نہووے یہ بحر الرائق کی عبارت مذکورہ کا مضمون ہے اور وہ نذر کہ اموات کے لیے مانی جاتی ہے اور جو کچھ درہم اور شمع اور روغن زیتون اور اسطرح کی اور جو چیز اولیاء کرام کے روضہ پر بھیجی جاتی ہے اس غرض سے کہ ان حضرات کا تقرب حاصل ہووے یہ سب بالاجماع باطل ہے اور حرام ہے البتہ اس صورت میں جائز ہے کہ یہ نیت ہو کہ اللہ تعالی کا تقرب حاصل ہووے اور یہ مال فقرا کے حق میں صرف کیا جاوے اور اکثر لوگ اس معصیت میں مبتلا ہیں خصوصا اس زمانہ میں یہ امر نہایت مروج ہے اور علامہ قاسم نے یہ مسئلہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اسیوجہ سے امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر عوام میرے پاس ہوتے تو میں انکو اس امر سے منع کر دیتا اسواسطے کہ وہ لوگ جائز طور پر نذر نہیں مانتے ہیں بلکہ خلاف شرع امور کو اسمیں خلط کر دیتے ہیں یہ در مختار کے باب الصوم کے اخیر کی عبارت مذکورہ کا مضمون ہے۔

سوال مردے پر کیا کیا گذرتا ہے اور کہاں رہتا ہے۔

جواب نزع کے وقت ملائکہ حاضر ہوتے ہیں کہ وہ تابعین سے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ہیں اور روح کو بدن کے اجزا سے کھینچتے ہیں اور جب روح کے لینے کا وقت ہوتا ہے تو حضرت عزرائیل علیہ السلام خود اپنے ہاتھ میں روح کو لیتے ہیں اور حق تعالی نے زمین کا طبقہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے سامنے اسطرح رکھا ہے کہ جسطرح کھانے کا طبق کھانے والے کے سامنے رکھا جاتا ہے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا ہاتھ کہ روح

قبض کرنے کے لیے ہے اُسمین اسقدر اُنگلیان حق تعالی نے بنائی ہین کہ ہر اُنگلی اپنے کام مین مشغول رہتی ہے ایک اُنگلی دوسری اُنگلی کے کام مین مزاحم نہین ہوتی ہی تو جب حضرت عزرائیل علیہ السلام وہ روح اپنے ہاتھ مین لیتے ہین تو فوراً منجملہ اُنکے خدام کے ایک جماعت فرشتونکی وہ روح لے لیتی ہے تو اگر وہ شخص نجات کے قابل ہوتا ہے تو جو ملائکہ اُس روح کو لیتے ہین وہ نہایت خوبصورت ہوتے ہین اور اُنسے خوشبو آتی ہے اور نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے ہین اور ریشمی کپڑا بہشت کی خوشبو سے معطر کر کے لیے رہتے ہین اُن ہی کپڑونمین اُس روح کو لیتے ہین اور اگر وہ شخص دوزخی اور شقی ہوتا ہے تو اُن ملائکہ کے خلاف دوسری طرح کے ملائکہ ٹاٹ مین کہ اُس سے بدبو آتی ہے اُس روح کو لیتے ہین اور آسمان کیطرف لیجاتے ہین اور کافر کی روح کے لیے آسمان کا دروازہ ملائکہ نہین کھولتے ہین اور لعنت بھیجتے ہین اور کہتے ہین کہ لیجاؤ اُسکو اُسکی مان کیطرف کہ ہاویہ ہے تو ملائکہ اُسکو سجین پر گرا دیتے ہین اور وہان اُسکا عملنامہ پہونچاتے ہین اور سجین ایک پتھر کا نام ہے کہ دوزخ کے اوپر رکھا ہوا ہے وہان کفار کے اعمال کے لکھنے والے ملائکہ جمع ہوتے ہین اور جو ملائکہ اُس کام کے داروغہ ہین اُنکے حوالے وہ عملنامہ کر دیتے ہین اور وہان روح کی حاضری دلوا کر پھر اُس مردے کے بدن کے پاس اُس روح کو پہونچاتے ہین اور صالحین اور مومنین کی روح کے لیے آسمان کا دروازہ ملائکہ کھولدیتے ہین اور ملائکہ خوش ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ بہتر روح ہے کہ زمین کی طرف سے آئی ہے خدا کی رحمت تجھپر ہو اور اُس بدن پر ہو جسمین تو دنیا مین تھی اور اُسکو تو نے آباد کیا تھا اور اُس روح کو ملائکہ علیین تک لیجاتے ہین اور علیین وہ مقام ہے کہ وہان ملائکہ مقربین حاضر ہوتے ہین اور انسان مین جو کاملین ہوتے ہین وہ وہان پہونچائے جاتے ہین تو ملائکہ اُس روح کی حاضری وہان دلواتے ہین اور اُسکا عملنامہ حوالے کرتے ہین پھر اُسکو اُسکے بدن کے پاس لے آتے ہین

اور ہنوز اُس میت کو غسل دینے مین اور اُسکی تجہیز و تکفین کے سامان مین لوگ مصروف ہاتے ہین کہ ملائکہ وہ روح ہاتھ مین لیے ہو وے وہان حاضر ہوجاتی ہین اور جب جنازہ لیجاتے ہین اور قبر مین رکھتے ہین یا اگر وہ کافر ہے تو جب اُسکو آگ مین رکھتے ہین تو ملائکہ اُسکی روح اُسکے بدن کے پاس چھوڑ دیتے ہین اور خود چلے جاتے ہین اور جب لوگ اُسکے دفن سے فارغ ہوتے ہین یا اگر وہ کافر ہوتا ہے تو جب لوگ اُسکے جلانے سے فارغ ہوتے ہین تو وہ فرشتے کہ ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے فرشتہ کا نام نکیر ہے آتے ہین اور اُسکو بٹھاتے ہین تو اگر وہ ایمان دار ہوتا ہے تو بلا تشویش اطمینان کے ساتھ بیٹھتا ہے اور بعضون کو گمان ہوتا ہے کہ آفتاب کے غروب کا وقت ہے تو کہتا ہے کہ مجھکو جلد چھوڑ دو کہ عصر کی نماز سے فارغ ہوجاؤن آفتاب غروب کے قریب ہے اور وقت چلا جاتا ہے بہرحال ہر میت سے پوچھتے ہین کہ تیرا پروردگار کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور تو اپنے دین مین کسکا تابع ہے اور آپکے حق مین یعنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حق مین کیا اعتقاد رکھتا ہے تو بندہ مومن کہتا ہے کہ میرا معبود خدا ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے پیغمبر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حق تعالے کی کتاب ہمارے پاس پہونچائی اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی حقیقت دریافت کی اور مین آپ پر ایمان لایا اور مین نے آپکی متابعت کی تو وہ فرشتے اُس میت کو اُسکے اُس عمل سے آگاہ کرتے ہین کہ وہ عمل اُسکے اُن اعمال سے ہوتا ہے جو ایمان کے بعد وہ بجالایا اور اُس عمل کے ذریعہ سے وہ بخشا گیا اور وہ فرشتے کہتے ہین کہ اب تو آرام سے سورہ جس طرح اطمینان سے بلا تشویش عروس سوتی ہے اور اُسکی قبر جہان تک اُسکی نظر جاتی ہے کشادہ کرتے ہین اور روشن کردیتے ہین اور پہلے دوزخ کیطرف دریچہ کھولتے ہین اور کہتے ہین کہ دیکھ حق تعالی نے بڑی بلا تیرے سر سے

دفع کی اور پھر وہ دریچہ بند کر دیتے ہین اور اسکے بعد بہشت کیطرف دریچہ کھولدیتے ہین
اور یہ شخص اُسکی تازگی اور خوشبو سے بہرہ مند اور خوش ہوتا ہے پھر کچھ عرصے کے بعد
ایک شخص آتا ہے اور وہ شخص نہایت شکیل وجمیل اور خوبصورت ہوتا ہے اور نہایت
مہربانی کے ساتھ پیش آتا ہے اور کہتا ہے کہ مین قرآن ہون تم ہمیشہ میری ساتھ رہے
یا وہ شخص کہتا ہے کہ مین فلان علم ہون کہ میرے ساتھ تمکو دنیا مین نسبت تھی یا کہتا
ہے کہ مین تمہارا نیک عمل ہون کہ دنیا مین تمنے میرا لحاظ رکھا یہ سب رزق اور فرش اور
لباس تمہارے آرام کے لیے اسباب ہے تو وہ شخص خرامان خرامان آہستہ آہستہ بطور
سیر کے اس طرف اُس طرف پھرتا ہے اور اپنے عزیز و قریب اور اپنے دوستونکے ساتھ
کہ اس جہان سے فوت ہوے رہتے ہین ملاقات کرتا ہے اور وہ لوگ بطور ضیافت کے
اور کبھی بطور تفریح کے اپنے مقام مین اُسکو لیجاتے ہین اور کبھی بطور تہنیت کے خود اسکے
پاس آتے ہین اور روز بروز اسکے دل کا اطمینان زیادہ ہوتا جاتا ہے اور جن لوگون کی
نجات ہو جاتی ہے اُنکے لیے چار طرح کا مکان وہان رہتا ہے ایک مکان خلوت کا رہتا
ہے اور گویا وہ مکان ایسا ہوتا ہے جیسے رات کے وقت رہنے کے لیے مکان ہوتا ہی
اور دوسرا مکان دربار کا ہوتا ہے کہ جو لوگ اسکے ساتھ عقیدت رکھتے تھے اُنکے ساتھ
اُس مکان مین دربار کرتا ہے اور تیسرا مکان سیر و تماشا کے لیے ہوتا ہے اور اسکے
متعلق ایسی چیزین رہتی ہین جیسے دنیا مین چاہ زمزم اور مساجد متبرکہ اور ایسے دوسرے
مقامات ہین کہ برزخ مین ظاہر کیے جاتے ہین اور چوتھا مکان دوستون اور ہمسایہ
کے لوگون سے ملاقات کرنے کے لیے ہوتا ہے جیسے دیوان خانہ ہوتا ہی اور وہان یہ مکانات
بندہ کی اخیر عمر مین طیار کیے جاتے ہین اور جب طیار ہو جاتے ہین تو اُس بندے کو
یہان سے لیجاتے ہین اور یہ گمان نہ کیا جاوے کہ یہ سب مکانات تنگ قبر کے اندر کیسے
ہوتے ہین تو ایسا نہین بلکہ یہ تنگ قبر صرف بمنزلہ دروازی کے ہوتی ہے کہ اس دروازے

سے ہوکر اُن مکانات مین جاتے ہین اور اُن مکانات سے بعضے مکان آسمان اور زمین کے درمیان مین ہین اور بعضے مکانات دوسرے اور تیسرے آسمان پر ہین اور شہدا کو لیے بطور مکانات کے پرنور قندیلین ہین کہ عرش کے نیچے آویزان کی ہوئی ہین اور لوگ وہان صرف سرور حاصل ہونے کی غرض سے ذکر اور تلاوت اور نماز اور متبرک مقامات کی زیارت مین مشغول ہوتے ہین اور قوم کے جو لوگ بزرگ ہین جہان انکو نکی نسبت کہ یہان سے فوت ہوکر گئے ہین باہم مقرر کرتے ہین کہ قیامت کے دن اُن لڑکون اور لڑکیونکے درمیان مین باہم تزویج کا عقد منعقد کرینگے اور وہان یعنی برزخ مین جماع کی لذت کے سوا ہر طرح کی لذت حاصل ہوتی ہے اور عبادتون مین روزہ کے سوا اور جو عبادت کرنے کی خواہش ہووے کر سکتا ہے اور اوقات متبرکہ مین مثلاً شب قدر اور شب جمعہ مین اپنے اُن عزیزونکے پاس گذرتے ہین کہ وہ عزیز اُن اموات کو یاد کرتے ہین اور اُنکے اہل وعیال جو زندہ رہتے ہین اُنکے احوال سے اُن اموات کو اطلاع ہوا کرتی ہے کبھی اس ذریعہ سے اطلاع ہوتی ہے کہ وہ اموات خود اُنکے پاس آتے ہین اور کبھی ملائکہ اُنکا احوال پہونچاتے ہین کہ فرشتے اموات سے ملاقات کرتے ہین اور زندہ لوگون کا پیغام اور احوال پہونچاتے ہین اور اموات کے پاس جو شخص جاتا ہے اور دعا کرتا ہے اور کلام کرتا ہے تو اُن اموات کو یہ سب معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ اُنکے حواس باقی رہتی ہین کہ یہ سب اُنکو معلوم ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بزرگان دین پر غیب کے امورات منکشف ہوتی ہین اور جو کچھ شدنی اور ناشدنی ہی بواسطہ ارواح طیبہ کے ملاء اعلے اور متکفلان کارخانہ قضا و قدر سے بزرگان دین کو معلوم ہوتا ہی اور کبھی میت خود خواب مین زندہ لوگون سے ملاقات کرتی ہی اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جو فرشتہ روح پر موکل ہے وہ اُنکی صورت کے ساتھ متشکل ہوکر نیک بد احوال سے اطلاع دیتا ہے اور لیکن کفار اور منکرین اور منافقین کا حال یہ ہی کہ یہ سب

سوال مین متحیر ہو جاتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم کچھ نہین جانتے ہین کہ یہ کون تھے اور نہ ہم یہ
جانتے ہین کہ ہمارا دین فلان دین ہے اور ہمارا معبود فلان بت ہے یا فلان روح ہے
تو اُنپر عذاب کرتے ہین بعضون پر یہ عذاب ہوتا ہے کہ قبر دونون طرف سے ملا دیجاتی ہے
کہ اُنکی ہڈیان سُرمے کے مانند ہو جاتی ہین اور کبھی آگ کا عذاب کرتی ہین اور کبھی سانپ
اور بچھو مسلط کرتے ہین اور کبھی آہنین اور آتشین گرز سے مارتی ہین کہ ریزہ ریزہ ہو جاتا
ہے اور پھر گرز اُٹھانے کے ساتھ ہی اُسکا بدن طیار ہو جاتا ہے اور اسیطرح انواع اقسام کا
عذاب اُنپر کرتے ہین اور جو لوگ دنیا مین صبح کی نماز نہین پڑھتے ہین اُنکو داغتے ہین
اور جو شخص خودکشی کرتا ہے وہ جس طور سے اپنی جان مارتا ہے اُسی طور سے بعد موت کے
وہ خود اپنے اوپر عذاب کیا کرتا ہے اور جو شخص اپنی حلال عورت چھوڑ کر زنا کی رغبت
کرتا ہے اُسپر یہ عذاب ہوتا ہے کہ اُسکے سامنے کھانے کے دو طبق رکھے جاتے ہین ایک
طبق مین عمدہ پاکیزہ کھانا رہتا ہے اور دوسرے طبق مین نجس متعفن کھانے کی چیز رہتی ہے
اور اُسکو وہ ناپاک چیز کھلاتے ہین اور جو شخص سود کھاتا ہے تو اُسکو خبیث خون کی نہر
مین ڈالدیتے ہین اور وہ جب نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو اُسکے مُنھ پر پتھر مارتی ہین اور اُسکو
نکلنے نہین دیتے ہین اور بعضون پر یہ عذاب کرتے ہین کہ اُسکو فقر اور گرسنگی اور برہنگی
مین مبتلا کرتے ہین اور ذلت اور رسوائی کے ساتھ دربدر پھراتی ہین اور جو شخص دنیا مین
زکوٰۃ نہین دیتا ہے تو اُسکا مال دوزخ کی آگ سے گرم کرتے ہین اور اُس سے اُسکی
پیشانی اور پیٹھ اور اُسکے دونون پہلو داغتے ہین اور یہ سب عذاب ہمیشہ سب گنہگارون پر
نہین ہوتا ہے بلکہ بعضے گنہگارون پر یہ عذاب ہمیشہ ہوتا ہے اور وہ برابر اس تکلیف مین
مبتلا رہینگے اور بعضے گنہگارون پر ہر روز کسی وقت عذاب ہوتا ہے اور کسی وقت اُنکو
عذاب سے رہا کرتے ہین اور بعضے گنہگارون پر صرف شب جمعہ تک عذاب ہوتا ہے یعنے جب
وہ مرتے ہین تو اُسدن سے شب جمعہ کے آنے تک اُنپر عذاب ہوتا ہے اور جب شب جمعہ

آتی ہے تو پھر وہ عذاب سے رہا کر دیے جاتے ہین اور پھر اُنپر کبھی برزخ مین عذاب نہین ہوتا ہے اور بعضے گنہگارون پر رمضان کے مہینے تک عذاب ہوتا ہے یعنی جب وہ مرتے ہین اُسوقت سے رمضان شریف کا مہینہ آنے تک اُنپر عذاب ہوتا ہے پھر جب رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے تو وہ عذاب سے رہا کر دیے جاتے ہین اور پھر اُنپر کبھی برزخ مین عذاب نہین ہوتا ہے اور بعضے گنہگارون پر اُسوقت تک عذاب ہوتا ہے کہ اُنکے حق مین شفاعت ہووے اور پھر شفاعت کے بعد عذاب سے وہ لوگ رہا کر دیے جاتے ہین فقط

سوال بعض بعض جہلا کہتے ہین کہ جب اولیاء اللہ سے کوئی انتقال کرتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اُسکو غسل دینے اور دفن کرنے کے لیے آتے ہین تو جو لوگ ایسا اعتقاد رکھین اُنکے بارے مین شرعًا کیا حکم ہے۔

جواب اُن لوگونکا یہ قول بلا دلیل ہے قبول نہ کرنا چاہیے اور اِس قول کے قائل کو جاننا چاہیے کہ مسائل مین جاہل ہے۔

سوالات قاضی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک دن پیر و مرشد کے حضور مین چند مقامات کی تحقیق ارشاد فرمانے کے لیے مین نے عرض کیا کہ وہ مقامات مشہور و معروف ہین لیکن اُن مقامات کی حقیقت سے جیسا چاہیے کوئی آگاہ نہین منجملہ اُن مقامات کے ایک مقام یہ ہے کہ مین نے عرض کیا کہ گنج مخفی کسکو کہتے ہین تو جناب والا نے انسان کے وجود کیطرف اشارہ فرمایا پھر مین نے سوال کیا کہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ حق تعالی کے لیے مکان نہین اور بعضے کہتے ہین کہ حق تعالی کے لیے مکان ہے تو جناب والا نے اس بارے مین بھی انسان کی طرف اشارہ فرمایا پھر

یہ حدیث فرمائی ہی کہ لَا یَسَعُنِیْ الْاَرْضُ وَلَا السَّمَاءُ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ
یعنی اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے لیے گنجایش نہ زمین رکھتی ہی اور نہ آسمان رکھتا ہی ولیکن
میرے لیے گنجایش مومنین کے قلوب رکھتے ہین یعنی میری گنجایش نہ زمین مین ہے اور
نہ آسمان مین ہی بلکہ میری گنجایش مومنین کے دلون مین ہی فقط پھر مین نے سوال کیا کہ
حق تعالی قدیم ہی یا جدید ہے تو ارشاد فرمایا کہ جدید کہان سے آیا اور قدیم کہان گیا وہ نہ آیا
ہے اور نہ گیا ہے اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ یعنی اب اسی طرح سے ہی جیسا تھا پھر مین نے سوال
کیا کہ بعضے کہتے ہین کہ حق تعالی کا دیدار نہوگا تو جناب مولانا صاحب علیہ الرحمۃ نے
فرمایا مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی یعنی جو شخص اس دنیا مین
اندھا ہے وہ آخرت مین بھی اندھا ہوگا پھر مین نے سوال کیا کہ آدمی کا یہ وجود کس تخم
سے پیدا ہوا ہے کہ اسمین سب مخلوقات ظاہر ہوتی ہے تو فرمایا کہ یہ مقام مشکل ہے
بلا توجہ مرشد کامل کے اس مقام تک تو نہین پہونچ سکتا ہے پھر مین نے سوال کیا کہ
یہ خاکی بدن کس چیز کے ذریعہ سے ہوا ہے تو فرمایا کہ بدن کے لیے محرک روح ہے اور
روح کے لیے محرک نور ہے اور نور کے لیے محرک ذات باری تعالی کی ہے عزیز میرے
یہ مقام کماحقہ جاننا نہایت محال ہی سوا اسکے کہ کوئی شخص طالب صادق ہووے
اور مرشد کامل کی توجہ ہو اور اسکے سوا اور کوئی دوسری صورت نہین کہ اس سے
ان مقامات کی انتہا تک کوئی شخص پہونچے اگرچہ شب و روز ان مقامات کے ذکر
و فکر اور سیر و طیر مین رہے پھر مین نے سوال کیا کہ عبادت کی کئی قسمین ہین تو فرمایا کہ
ایک عبادت وہ ہی کہ بدن کے متعلق ہی اور دوسری عبادت وہ ہی کہ دل کے متعلق
ہی اور تیسری عبادت وہ ہے کہ جان کے متعلق ہے اور ان تینون مقام کو شریعت اور
طریقت اور حقیقت کہتے ہین اور یہ امر بھی مشکل ہی کہ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اَمْوَالِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ
وَاَفْعَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ یعنی اللہ تعالے نظر نہین کرتا ہی تمہاری

صورتون کیطرف اور نہ تمھارے مال کیطرف اور نہ تمھاری اعمال کیطرف اور نہ تمھارے افعال کیطرف بلکہ نظر کرتا ہی تمھارے دلون کی طرف اور تمھاری نیتون کیطرف تو جب تک یہ امر معلوم ہوگا کسی طرح کی لذت رحمانی اور لذت نورانی سے فائدہ حاصل نہین ہو سکتا ہی پھر مین نے سوال کیا کہ امیر اور فقیر اور دوسرے لوگ سب کی عبادت یکسان ہی یا اُن لوگون کی عبادتون مین باہم تفاوت ہی تو فرمایا کہ بہت تفاوت ہے اسواسطے کہ جو عبادت فقیر کرتے ہین اگر وہ عبادت امیر کرین تو وہ عبادت اُنکے حق مین کفر اور ضلالت کے لیے باعث ہوگی اور اس امر کی تعلیم کرنے کے لیے مرشد کامل چاہیے کہ ان مراتب کی تلقین کرے پھر مین نے سوال کیا کہ فقر کے قسم ہی تو فرمایا کہ دو قسمین ہین ایک قسم فقر ظاہر ہے اور دوسری قسم فقر باطن ہی یہ دونون مقام بھی بلا توجہ مرشد کامل کے منکشف نہین ہوسکتے ہین پھر مین نے سوال کیا کہ دم کس طرح کا ہوتا ہے تو فرمایا کہ دم کی تین روشین ہین ایک روش شہوت ہی اور دوسری روش طمع ہے اور تیسری روش غصہ ہی پھر مین نے سوال کیا کہ تینون روشین کس طرح رفع ہوتی ہین یعنی اس سے رہائی کسطرح ہوسکتی ہی تو فرمایا کہ خلوت کے وقت معلوم ہوگا پھر مین نے سوال کیا کہ اپنے کو دیکھنا اس سے کیا مراد ہے تو فرمایا کہ یہ مقام بھی صدق طلب اور مشاہدہ کے ذریعے سے سمجھایا جاویگا پھر مین نے سوال کیا کہ قالب خاکی کس راہ سے آتا ہے اور کس راہ سے جاتا ہی تو فرمایا کہ یہ ایک الیسا رمز ہے کہ یہ دونون مقام معلوم کرنا شریعت اور طریقت اور حقیقت اور معرفت مین سب انسان پر فرض اور واجب ہے جو شخص یہ مقام نہین جانتا ہی حیوان مطلق ہے بلکہ اُسکو زندہ نہ کہنا چاہیے گویا مردہ ہے پھر مین نے سوال کیا کہ علم کے لیے یعنی جاننے کے لیے کوئی حد ہے یا نہین تو فرمایا کہ علم وہ ہے کہ پہچانتا ہے رب کو اُسکے مربوب کے نام سے ہر چیز مین پھر مین نے سوال کیا کہ عناصر کا مؤکل کون ہے تو فرمایا کہ خاک کے مؤکل حضرت جبرئیل علیہ السلام ہین اور

پانی کے موکل حضرت میکائیل علیہ السلام ہین اور آگ کے موکل حضرت عزرائیل علیہ السلام
ہین اور ہوا کے موکل حضرت اسرافیل علیہ السلام ہین پھر مین نے سوال کیا کہ آدم کو
حقیقت جامعہ کیون کہا ہے اور اسکا سبب کیا ہے تو فرمایا کہ ہان تحقیق یہ ہے کہ تین معدنیات
انسان کے جسم مین بالذات موجود ہین اور ظاہر ہین تو پھر مین نے عرض کیا کہ مجکو کسطرح
اس سے واقفیت حاصل ہو سکتی ہے اور وہ امور کہ اُنکا ذکر اسکے قبل ہوا اُن امور
سے بھی کسطرح آگاہی حاصل ہو سکتی ہے تو فرمایا کہ انشاء اللہ تعالی عنقریب تمکو اُس سے
آگاہ کر دونگا اور نفس کی چار قسمین ہین پہلی قسم نفس ناطقہ ہے کہ وہ گویا بیخ کے مانند ہے
اور اُسکے معنے یہ ہین کہ اُسکی وجہ سے گویائی فصیح اور پاکیزہ طرح طرح کی ہووے کہ دل سے
چسپان ہووے اور علما اور جہلا کے نزدیک دلپذیر اور دل پسند ہووے اور دوسری قسم
نفس امارہ ہے اور وہ گویا مانند شاخ کے ہے اور اُسکے معنے یہ ہین کہ گویائی بیفایدہ ہو کہ اسکو
سخن لاابالی کہتے ہین اور عمدہ کھانا اور اُس چیز کی خواہش ہو کہ اُس مین آخرت کا نفع ہووے
یہ سب اُسی نفس امارہ کے ذریعے سے ہوتا ہے اور فارسی مین اُسکو ہوا اور ہوس
کہتے ہین اور تیسری قسم نفس مطمئنہ ہے اور اُسکے معنے یہ ہین کہ اُسکی وجہ سے گویائی کبھی
بہتر نہایت خوبی کے ساتھ ہووے اور اُسکے ساتھ نیک فعل بھی ہو اور کبھی نہایت
قبیح گویائی ہو کبھی اللہ تعالی کے امر ونہی کے موافق اُسکا عمل ہوتا ہے اور کبھی شرع
کے خلاف ہوتا ہے اور چوتھی قسم نفس لوامہ ہے اور اُسکے معنے یہ ہین کہ شب و روز
ہر لحظہ اور ہر ساعت شریعت اور طریقت اور حقیقت اور معرفت کے موافق اُسکا عمل ہوتا ہے
حاصل کلام ان چار طریقے کے خلاف اُسکا عمل نہین ہوتا ہے اور روح کی تین قسمین ہین پہلی
قسم وہ ہے کہ جسکے بارے مین اللہ تعالی نے فرمایا ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی
یعنی کہدیجیے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ روح میری پروردگار کے حکم سے ہے اور دوسری
قسم روح وجودی ہے کہ رگ رگ مین فرشتہ پیوستہ کر دیتا ہے اور تیسری قسم روح نوری ہے کہ

ہر عضو مین طرح طرح کی تجلی حق تعالیٰ مرحمت فرماتا ہے اور وہی تجلی روح نوری سے مراد ہی اور توجہ کی چار قسمین ہین منجملہ اُنکے ایک قسم القا ہے اور القا کے معنے یہ ہین کہ ڈالنا یعنے بنجورہ کی طرح کہ جب پانی سے خالی ہوجاتا ہی تو پھر اُسکو بھر دیتے ہین الغرض مراد اُس سے یہ ہی کہ ہر روز توجہ قدرے قدرے دیا کرتے ہین اور دوسری قسم اخذ ہے اور اخذ سے مراد یہ ہے کہ وہ پھول اور تل کے مانند ہو کہ اوپر اور نیچے پھول رکھتے ہین اور اُس کے درمیان ہین کنجد یعنی تل رکھتے ہین تو چند روز مین پھول کی خوشبو تل مین اپنا اثر پہونچاتی ہی اور جیسے خشک کپڑے کے اوپر تر کپڑا رکھین تو ضرور ہے کہ تر کپڑے کی تری کا اثر خشک کپڑے مین پہونچے گا اور تیسری قسم انعکاس ہے کہ چشتیہ طریقے کے لوگ اس قسم کی توجہ مین زیادہ مشغول ہوتے ہین اور وہ لوگ اسکو صحبت کہتے ہین اور معنے اسکے یہ ہین کہ ہر روز مطلوب کا عکس ڈالتے ہین جسطرح آفتاب کا عکس پڑتا ہے الغرض یہ تینون طریقے فی زماننا بہت زیادہ جاری ہین اور قادریہ طریقہ اور چشتیہ طریقہ اور نقشبندیہ طریقہ وغیرہ ہر طریقہ مین توجہ کے ان تینون طریقے کا بہت زیادہ معمول ہے اور چوتھی قسم توجہ کی اتحاد ہے اور اُسکے معنی یہ ہین کہ دو جنس ملکر ایک ہوجاوین یعنی دونون جنس ظاہر مین بھی اور باطن مین بھی ایک ہوجاوین اور مراد اس سے یہ ہی کہ مرشد مرید کو کیا ظاہر اور کیا باطن دونون حال مین اپنے مانند کر دیوے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ وصل وصل مین کر دیا لیکن یہ توجہ شاذ ہی یعنی ہزارون مین کوئی ایک ایسی توجہ دیتا ہے اور جب اپنے بزرگون کے مزار پر جاوے تو پورب رخ قبلے کے جانب پیٹھ کرکے کھڑا ہووے اور فاتحہ پڑھے پھر سینے کی طرف بیٹھے اور اکتیس مرتبہ یہ دعا پڑھے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ یا اسم ذات کا ذکر کرے اُسکے بعد خاموش مراقبہ مین بیٹھے اور جب رخصت ہو تو یہ کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ اور جب دوسرے لوگون کی قبر پر جاوے تو چاہیے کہ فاتحہ پڑھے اور پھر سینے کی طرف مراقبہ مین بیٹھے اور جب اُٹھے تو یہ کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اور جب منظور

ہووی کہ کسی خاص شخص سے ملاقات ہووی خواہ مرشد ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو خواہ زندہ ہو خواہ مردہ ہو تو چاہیے کہ اکتیس مرتبہ سورۂ انا انزلناہ پڑھو اور اپنے اوپر دم کری اور اس شخص کا تصور کری انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اُس سے ملاقات ہوگی لیکن چاہیے کہ باوضو صدق دل سے پڑھے اور ذکر قلبی کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی اور ذکر روحی کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی اور ذکر سری کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی اور ذکر خفی و اخفیٰ کی نسبت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ ہی فقط

اور یہ جو قول ہی کہ لا اَعْلَمُ لِلْعَالَمِ مُدَّةً یعنے مین عالم کی مدت نہین جانتا ہون تو یہ باعتبار وجود علمی عالم کے ہی کہ بعضے کاملین پر منکشف ہوجاتا ہی اور یہ قول باعتبار وجود عینی کے نہین اور اسی وجہ سے تصوف کی کتابون مین واقع ہے کہ اَلْعَالَمُ قَدِيْمٌ فِي الْعِلْمِ حَادِثٌ فِي الْعَيْنِ یعنی عالم قدیم ہی باعتبار علم کے اور حادث ہے باعتبار عین کے اور یہ امر بھی قابل لحاظ کے ہے کہ عالم کا اطلاق احیاناً بطریق مجاز کے بعضے مراتب خفیہ پر بھی ہوتا ہی کہ درحقیقت وہ شعاب اور تفصیل بعضے اسماء و صفات الٰہی جل شانہ کی ہی اور اُن مراتب کے قدیم ہونے مین کچھ کلام نہین اور یہ جو قول ہے کہ لا اَعْلَمُ لِلْعَالَمِ مُدَّةً یعنے مین عالم کی مدت نہین جانتا ہون تو یہ قول بصورت حادث ہونے عالم کے بھی صادق ہی اسواسطے کہ مدت معینہ ابتدائے پیدائش عالم سے زمانۂ حال تک معلوم نہین اگر کوئی مدت کی تعیین کرتا بھی ہی تو صرف حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ابتدار عالم کی تعیین کرتا ہے ایسا نہین کہ اصول عالم کی پیدائش سے ابتدائے عالم کی تعیین کرتا ہو البتہ اسقدر مجمل طور پر معلوم ہی کہ عالم حادث ہے پہلے نہ تھا پھر پیدا کیا گیا فقط

سوال کتاب مجالس الابرار لکھوانا منظور ہے اگر معتبر ہو تو لکھوائی جاوے۔

جواب معتبر ہے واللہ اعلم بالصواب

سوال مسئلہ دیگر عدالت۔ زاہد خان مورث اعلی کے دو لڑکے بردل خان اور روشن خان کنیزک کے بطن سے ہین اور زاہد خان مذکور کا ایک لڑکا حسین علی خان زوجہ منکوحہ کے بطن سے ہی تو بردل خان مذکور کی اولاد کو زاہد خان مورث اعلے مذکور کے ترکہ سے کچھ پہونچتا ہے یا نہین۔

جواب شرعًا یہ حکم ہے کہ مسلمان کا فعل تا امکان زنا پر محمول نہین کیا جاتا ہو لہذا بردل خان اور روشن خان مذکورین کی اولاد کو شرعی حصہ پہونچتا ہو واللہ اعلم بالصواب

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلے مین کہ کوئی شخص کسی تقریب مین تاریخ معینہ سے دو تین دن قبل یا اُسی دن اپنے مکان مین مجلس مزامیر اور منہیات کی مثلاً نوبت اور سرود کی مجلس منعقد کرے اور ریشمی فرش بچھاوے اور ظروف نقرہ مہیا کرے اور عام دعوت اپنے دوستون کی علٰحدہ مکان مین کرے یا کسی دوسرے شخص کے مکان مین کہ وہ اُس جلسے مین شامل نہووے کھانا بھیجدیوے تو وہ کھانا کہ عام ہوتا ہے شرعًا کھانا جائز ہے یا نہین اور ایسا ہی وہ کھانا شادی کا اگر ان لوگون کے پاس بھیجدیوے کہ شب و روز وہان رہتے ہین تو وہ کھانا اُن لوگون کے لیے جائز ہی یا نہین اور اگر اُس شخص کے ذمے قسم کا کفارہ ہووے اور اُس کھانے مین سے ہمسایے کے دس آدمی کو کھلا دیوے تو کفارہ ادا ہو جاویگا یا نہین۔

جواب اگر مدعو کو جانے کے قبل معلوم ہو کہ وہان لہو و لعب اور محرمات شرعیہ ہے تو چاہیے کہ دعوت قبول نہ کرے اور اگر وہان جانے کے بعد دیکھے اور وہ شخص عوام الناس سے ہووے تو چاہیے کہ بیٹھ جاوے اور کھانا کھاوے اور اگر اُسکو منع کرنے کا اختیار ہو تو چاہیے کہ منع کرے ورنہ صبر کرے اور اگر مدعو خواص سے ہو اور اُسکو منع کرنیکا اختیار نہو تو چاہیے کہ باہر چلا آوے اور وہان نہ بیٹھے اور اگر لہو و لعب دسترخوان پر

ہو تو عوام کے لیے بھی مناسب نہین کہ وہان بیٹھین اور کھاوین اور جو کھانا لوگونکے گھر
بھیجدیوے تو اگر وہ کھانا مال حلال سے ہو تو وہ کھانا جائز ہے اور یہی حکم کفارہ کے بارے
مین بھی ہے اگر وہ کھانا وجہ حلال سے ہوگا تو کفارہ ادا ہوجاویگا بشرطیکہ ہمسایہ کے وہ
لوگ جنکو کھانا دیا جاوے مسکین ہون ورنہ کفارہ ادا نہوگا ومن دعی الی ولیمۃ او
طعام فوجد ثمۃ لعبا او غناء فلا باس بان یقعد ویاکل قال ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ
علیہ ابتلیت بھذا مرۃ فصبرت وھذا لان اجابۃ الدعوۃ سنۃ قال علیہ
السلام من لم یجب الدعوۃ فقد عصی ابا القاسم فلا یترکھا لما اقترنت بہ
من البدعۃ من غیرہ کصلوۃ جنازۃ واجبۃ وان حضرتھا نیاحۃ فان قدر
علی المنع منعھم وان لم یقدر یصبر وھذا اذا لم یکن مقتدی بہ فان کان مقتدی
ولم یقدر علی منعھم یخرج ولا یقعد لان فی ذلک شین الدین وفتح باب
المعصیۃ علی المسلمین والمحکی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی فی الکتاب کان قبل
ان یصیر مقتدی ولو کان ذلک علی المائدۃ لا ینبغی ان یقعد وان لم یکن مقتدی
لقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین وھذا کلہ بعد الحضور
ولو علم قبل الحضور لا یحضر لانہ لم یلزمہ حق الدعوۃ بخلاف ما اذا ھجم علیہ
لانہ قد لزمہ ودلت المسئلۃ علی ان الملاھی کلھا حرام حتی التغنی بضرب
القصب وکذا قول ابی حنیفۃ ابتلیت لان الابتلاء بالمحرم یکون واللہ اعلم
ہدایہ یعنی اور جو شخص طعام ولیمہ یا کسی دوسری کھانے کی مجلس مین بلایا جاوے اور
وہان غنا یا اور کوئی چیز منہیات سے دیکھے تو مضائقہ نہین کہ وہان بیٹھ جاوے اور
کھانا کھاوے اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ مین ایک مرتبہ اس امر
مین مبتلا ہوگیا تو مین نے صبر کیا اور یہ حکم اسوجہ سے ہے کہ دعوت قبول کرنا سنت ہے
اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسنے دعوت قبول

کی تو اُسنے حضرت ابوالقاسم کی نافرمانی کی تو چاہیے کہ دعوت اسوجہ سے ترک کیجاوے
تو اُسکے ساتھ بدعت شامل ہووے جیسے جنازے کی نماز واجب ہے اگرچہ وہان عورتین
نوحہ کرنے والی موجود ہون اور اگر مدعو کو منع کرنے کا اختیار ہو تو چاہیے کہ اُن لوگون کو
منع کرے جو اُس بدعت مین شامل ہون اور اگر اختیار منع کرنے کا نہو تو چاہیے کہ صبر
کرے اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ مدعو مقتدی نہو اور اگر مقتدی ہو اور منع کرنے کا
اُسکو اختیار نہو تو چاہیے کہ وہان سے باہر چلا آوے اور وہان نہ بیٹھے اسواسطے کہ اس سے
دین کی بُرائی لازم آویگی اور مسلمانون کے لیے معصیت کا دروازہ کھلیگا اور امام ابوحنیفہ
علیہ الرحمۃ سے جو حکایت منقول ہے تو وہ واقعہ آپ کے مقتدی ہونے کے قبل کا ہے
اور اگر منہیات دسترخوان پر ہون تو جو شخص مقتدی نہ بھی ہو اُسکے لیے بھی مناسب
نہین کہ وہان بیٹھے اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے
کہ جب آپ کو یاد آجاوے یعنی یہ امر یاد آجاوے کہ یہ کفار خلاف شرع امر مین خوض و فکر
کر رہے ہین تو چاہیے کہ آپ اُن ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھین اور یہ سب حکم اُس
صورت مین ہے کہ معلوم نہو اور دعوت کے مقام مین پہونچ جاوے لیکن اگر وہان پہونچ
جانے کے قبل معلوم ہو جاوے کہ وہان منہیات ہین تو چاہیے کہ وہان نہ جاوے اسواسطے
کہ ہنوز اُسپر دعوت کا حق لازم نہوا ہے بخلاف اُس صورت کے کہ وہ اس امر مین مبتلا
ہو جاوے اسواسطے کہ اُس صورت مین اُسپر دعوت کا حق لازم ہو جاویگا اور اس سے
ثابت ہوا کہ ملاہی یعنی لہو و لعب کی جسقدر چیزین ہین وہ سب حرام ہین حتیٰ کہ اگر غنا کے ساتھ
بانسلی بھی بجائی جاوے تو یہ بھی حرام ہے اور یہی حکم امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اس
قول سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ابتلیت کا لفظ فرمایا اسواسطے کہ مبتلا ہونا
اُسی صورت مین کہا جاتا ہے کہ جب کوئی محرمات مین مبتلا ہو جاوے واللہ اعلم
یہ مضمون ہدایہ کی عبارت کا ہے فقط

سوال ایسا اعتقاد رکھنا کہ بعض چیز منحوس ہوتی ہے درست ہے یا نہین مثلاً کوئی شخص اعتقاد رکھتا ہو کہ گھوڑے کا بچھیڑا جو ساون کے مہینے مین پیدا ہوتا ہے وہ منحوس ہوتا ہے اور ایسا ہی بھینس کا بچہ جو ماگھ کے مہینہ مین پیدا ہوتا ہے وہ بھی منحوس ہوتا ہے تو ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہین۔

جواب حدیث شریف مین وارد ہے کہ شُوم یعنی نحوست اس تین چیز مین ہوتی ہے عورت اور مکان اور چار پایہ اور بعضے روایات مین صرف چار پایہ کا ذکر ہے اور بعضے روایات مین خاص گھوڑے کا ذکر ہے اور حدیث مین وارد ہے کہ شکال کو گھوڑے مین مکروہ جانتے ہین اور شکال سے مراد یہ ہے کہ داہنا ہاتھ اور بایان پاؤن یا اسکا عکس یعنی بایان ہاتھ اور داہنا پاؤن ایک رنگ پر ہو اور وہ رنگ باقی سب بدن کے رنگ کے خلاف ہو مثلاً سب بدن کا رنگ کمیت ہو اور ان دونون عضو کا رنگ سفید ہووے اور ایسا ہی بعض روایات مین ارجل کا مکروہ ہونا بھی وارد ہے اور ارجل اُس گھوڑے کو کہتے ہین کہ اسکے تین پاؤن اور باقی سب بدن کا ایک رنگ ہو اور ایک پاؤنکا دوسرا رنگ ہو اس روایت سے اصل نحوست ان چیزون مین ثابت ہوتی ہے مگر اسکی تفصیل حدیث مین وارد نہین کہ کون چیز کس طرح کی منحوس ہے اور کون نحوست عام طور پر سب مالکون کے حق مین ہے اور کون نحوست بعضے کے حق مین ہے اور بعضے کے حق مین نہین بلکہ یہ تجربہ کے متعلق ہے کہ کسی شخص کے پاس ان چیزون مین سے کسی خاص طرح کی کوئی چیز چند مرتبہ رہی ہو اور ہر مرتبہ اُسکی نحوست ظاہر ہوئی ہو یا اس طرح کی چیز اکثر آدمیون کے پاس رہی ہو اور ہر ایک کے حق مین اُسکی نحوست کا اثر ہوا ہو تو اُس سے پرہیز کرنے اور احتیاط رکھنے مین کچھ قباحت نہین فقط

سوال اگر اُستاد بیٹھا ہو اور شاگرد آوے تو اُستاد پہلے سلام کرے یا نہ کرے۔

جواب سلام کے بارے مین از روے حفظ مراتب کے سنت یہ ہی کہ چاہیے کہ جو شخص کھڑا ہو وہ اُس شخص کو سلام کرے کہ وہ بیٹھا ہوا ور جو شخص چلا جاتا ہو وہ اُس شخص کو سلام کرے کہ وہ کھڑا ہوا اور چاہیے کہ جو شخص صغیر ہو وہ کبیر کو سلام کرے اور جس جماعت کے لوگ کم ہون وہ اُس جماعت کے لوگونکو سلام کرین کہ وہ لوگ زیادہ ہون اور چاہیے کہ جو شخص سوار ہو وہ پیادہ کو سلام کرے لیکن جو شخص ایسا ہے کہ اُسپر لازم نہین کہ پہلے سلام کرے اگر وہ شخص بطریق تواضع کے باعزیمت پر عمل کرنے کے خیال سے سلام کرنے مین خود پیشدستی کرے اور پہلے سلام کرے تو یہ اعلےٰ اور افضل ہے چنانچہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جب مجلس مبارک مین بیٹھے رہتے تھے یا راہ مین صحابہؓ سے ملاقات ہوتی تھی تو خود ابتدأً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سلام فرماتے تھے فقط

فائدہ محبت دینی زیادہ ہونے کے دو معنی ہین اول یہ کہ اپنے محبوب مین امور دینیہ زیادہ پائے جانے کا معتقد ہووے اور اس صورت مین اس معنے کے اعتبار سے البتہ لازم آتا ہے کہ وہ شخص اپنے محبوب کے افضل ہونے کا معتقد ہے اور دوسرے معنی یہ ہین کہ کسی کو اپنے محبوب سے دین مین زیادہ نفع پہونچا ہو کہ اسقدر نفع اُسکو کسی دوسرے سے نہ پہونچا ہوا ور اس صورت مین اس معنی کے اعتبار سے لازم نہین آتا ہے کہ وہ شخص اپنے محبوب کے افضل ہونے کا معتقد بھی ہے اسواسطے کہ ہر مرید اپنے شیخ کے ساتھ زیادہ محبت رکھتا ہے مگر اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ اُس مرید کو اپنے شیخ کے افضل ہونے کا اعتقاد بھی ہے اور ایسا ہی ہر شاگرد اپنے اُستاد سے زیادہ محبت رکھتا ہی مگر اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ وہ شاگرد اپنے اُستاد کے افضل ہونے کا اعتقاد بھی رکھتا ہو اور اشعری شوری کو افضل کے تعیین مین دلیل قرار دیتے ہین اسواسطے کہ حضرات ختنین کی فضیلت دوسرے صحابہ پر ثابت ہونا اشعری کے نزدیک قطعی نہین

بلکہ یہ مسئلہ اجتہادیہ ہے لیکن صحابہ کے اقوال کے اعتبار سے اس تاویل کو گنجایش نہین چنانچہ یہ امر ظاہر ہے اور اسی وجہ سے اکثر اشاعرہ نے یہی اختیار کیا ہے اور مفضول کی امامت باوجود موجود ہونے فاضل کے جائز ہے اور بعضے نے تفصیل کی ہے کہ اگر افضل کو امام مقرر کرنے مین فتنہ زیادہ ہونے کا خوف ہووے تو جائز ہے کہ وہ افضل امام مقرر نہ کیا جاوے بلکہ دوسرا شخص امام قرار دیا جاوے اور اگر فتنہ زیادہ ہونے کا خوف نہو تو یہ امر جائز نہین یعنی اس صورت مین جائز نہین کہ افضل کے ہوتے ہوئے دوسرا شخص امام مقرر کیا جاوے کہ وہ اس افضل سے فضیلت مین کم ہو فتاوی عالمگیری مین لکھا ہے اور یہ عبارت اسمین فتاوے قاضیخان سے نقل کی گئی ہے اور وہ عبارت یہ ہے رَجُلٌ قَالَ مَالِي صَدَقَةٌ عَلٰى فُقَرَاءِ مَكَّةَ اِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَحَنِثَ وَتَصَدَّقَ عَلٰى فُقَرَاءِ بَلْخٍ اَوْ بَلْدَةٍ اُخْرٰى جَازَ وَيَخْرُجُ عَنِ النَّذْرِ انتہی یعنی کسی شخص نے کہا کہ میرا مال صدقہ ہے مکہ معظمہ کے فقرا کے لیے اگر مین ایسا کرون اور پھر وہ شخص حانث ہوا یعنی وہ کام کیا اور اسنے اپنا مال بطور صدقہ کے بلخ کے فقرا کو یا کسی دوسرے شہر کے فقرا کو دیا تو جائز ہو جاویگا یعنی اسکے ذمہ سے وہ نذر ساقط ہو جاویگی یہ عالمگیری کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور یہ جواب نذر کے بارے مین ہے اور جب نذر نہووے تو اس صورت مین بھی اسی مسئلہ کے قیاس پر بطریق اولے یہ امر جائز ہے امام غزالی علیہ الرحمۃ کا ایک رسالہ اس بیان مین ہے کہ کس امر مین کفر لازم آتا ہے اور کس امر سے کفر لازم نہین آتا ہے اس رسالہ مین کلام طویل کے بعد یہ لکھا ہے اِعْلَمْ اَنَّ شَرْحَ مَا يُكَفَّرُ بِهٖ وَمَا لَا يُكَفَّرُ بِهٖ يَسْتَدْعِيْ شَرْحًا طَوِيْلًا يَفْتَقِرُ اِلٰى ذِكْرِ الْمَقَالَاتِ وَالْمَذَاهِبِ وَذِكْرِ شُبْهَةِ كُلِّ وَاحِدٍ وَدَلِيْلِهٖ وَوَجْهِ بُعْدِهٖ عَنِ الظَّاهِرِ وَوَجْهِ تَاْوِيْلِهٖ وَذٰلِكَ لَا يَحْتَوِيْهِ مُجَلَّدَاتٌ وَلَيْسَ يَسَعُ شَرْحَ ذٰلِكَ اَوْقَاتِيْ فَاقْتَنِعِ الْاٰنَ بِوَصِيَّةٍ وَقَانُوْنٍ اَمَّا الْوَصِيَّةُ فَاَنْ تَكُفَّ لِسَانَكَ

مِنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ مَا اَمْکَنَکَ مَادَامُوْا قَائِلِیْنَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ غَیْرَ
مُنَافِقِیْنَ لَہَا وَالْمُنَافِقَۃُ تَجْوِیْزُھُمُ الْکِذْبَ عَلَیْہِ بِعُذْرٍ اَوْ بِغَیْرِ عُذْرٍ فَاِنَّ
التَّکْفِیْرَ فِیْہِ خَطَرٌ وَالسُّکُوْتُ لَا خَطَرَ فِیْہِ اَمَّا الْقَانُوْنُ فَھُوَ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اُصُوْلَ
الْاِیْمَانِ ثَلٰثَۃٌ اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوْلِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا عَدَاھَا فُرُوْعٌ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ
لَا تَکْفِیْرَ فِی الْفُرُوْعِ اَصْلًا لٰکِنَّ فِیْ بَعْضِھَا تَخْطِئَۃً کَمَا فِی الْفِقْھِیَّاتِ وَفِیْ بَعْضِھَا تَبْدِیْعٌ
کَالْخَطَاءِ الْمُتَعَلِّقِ بِالْاِمَامَۃِ وَاَحْوَالِ الصَّحَابَۃِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْخَطَاَ فِیْ اَصْلِ الْاِمَامَۃِ وَتَعْیِیْنِھَا
وَشُرُوْطِھَا وَمَا یَتَعَلَّقُ بِھَا لَا یُوْجِبُ شَیْءٌ مِّنْھَا التَّکْفِیْرَ وَلَا یُلْتَفَتُ اِلٰی قَوْمٍ یُعَظِّمُوْنَ
اَمْرَ الْاِمَامَۃِ وَیَجْعَلُوْنَ الْاِیْمَانَ بِالْاِمَامِ مَقْرُوْنًا بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ وَلَا اِلٰی خُصُوْمِھِمُ
الْمُکَفِّرِیْنَ لَھُمْ بِمُجَرَّدِ مَذْھَبِھِمْ فِی الْاِمَامَۃِ فَکُلُّ ذٰلِکَ اِعْرَافٌ اِذْ لَیْسَ فِی الْوَاحِدِ
مِنَ الْقَوْلَیْنِ تَکْذِیْبُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَمَھْمَا وُجِدَ التَّکْذِیْبُ وَجَبَ التَّکْفِیْرُ

یعنی جاننا چاہیے کہ تفصیل اس مسئلہ کی کہ کس امر سے کفر لازم آتا ہے اور کس امر سے
کفر لازم نہین آتا ہے اسکے لیے ایک شرح طویل کی ضرورت ہے کہ اس بارے مین لوگونکے
جو اقوال اور مذاہب ہین ذکر کیے جاوین اور ہر ایک کا شبہہ ذکر کیا جاوے اور اسکی
دلیل بیان کیجاوے اور یہ بیان کیا جاوے کہ کس وجہ سے وہ قول ظاہر قیاس سے
بعید معلوم ہوتا ہے اور اسکی تاویل کسطرح ہوتی ہے اور ان امور پر طول طویل کتابین
حاوی نہین ہو سکتی ہین اور نہ میرے اوقات مین اسقدر گنجایش ہے کہ اسکی شرح
کیجاوے لہذا فی الحال ایک وصیت اور ایک قانون کے بیان کرنے پر قناعت کرتا
ہون تو وہ وصیت یہ ہے کہ اپنی زبان تا امکان اہل قبلہ کی تکفیر کرنے سے روک رکھو
جب تک اہل قبلہ سے کوئی شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل رہے اور یہ کلمہ
پڑھے اور نفاق سے یہ کلمہ نہ کہتا ہو اسکو کافر نہ کہنا چاہیے اور نفاق سے مراد یہ ہے
کہ وہ جائز جانتا ہو کہ عذر سے یا بلا عذر یہ کلمہ دروغ کے طور پر کہا جاوے یعنی دل سے

تصدیق نہ کیجاوے صرف زبان سے ایمان ظاہر کیا جاوے اسواسطے کہ تکفیر مین خطرہ ہے اور سکوت مین خطرہ نہین اور لیکن قانون یعنی شرعی قاعدہ یہ ہے کہ جاننا چاہیے کہ اصول ایمان کے تین ہین یعنی ایمان لانا اللہ پر اور رسول پر اور آخرت کے دن پر اور اسکے سوا سب فروع ہے تو جاننا چاہیے کہ فروع کے بارے مین ہرگز تکفیر ثابت نہین البتہ بعض فروع مین تخطیہ ہے یعنی اُسکے بارے مین کسی کی طرف خطا کی نسبت کیجا سکتی ہے جیسے مسائل فقہیہ مین اور بعض فروع کے بارے مین بدعت کی نسبت کیجا سکتی ہے جیسے خطا جو امامت اور صحابہ کے احوال سے متعلق ہے اور جاننا چاہیے کہ خطا اصل امامت مین اور اُسکی تعیین اور شروط اور اُسکے متعلقات مین ان امور کو کوئی امر تکفیر کے لیے موجب نہین اور اُن لوگونکا قول قابل لحاظ نہین کہ امامت کے مسئلہ کو حد سے بڑھا دیتے ہین اور سمجھتے ہین کہ امام پر ایمان لانا اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لانے کے برابر ہے اور نہ اُنکے خصم یعنی مخالفین کا قول قابل لحاظ ہے کہ اُن لوگونکو امامت کے باری مین جو اُنکا مذہب ہے صرف اُس مذہب کی وجہ سے کافر کہتے ہین تو اُن دونون قول مین حد سے تجاوز کیا گیا ہے اسواسطے کہ منجملہ ان دونون قول کے کسی قول سے تکذیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی لازم نہین آتی ہے اور جب تکذیب لازم آتی ہے تو اُس صورت مین تکفیر کیجاتی ہے یہ مضمون امام غزالی کے رسالہ مذکورہ کی عبارت مذکورہ کا ہے اور اس باری مین اُس رسالہ مین اس عبارت کے بعد کلام طویل ہے اور امام غزالی کا یہ کلام موافق ہے اُسکے کہ جو عقائد مین مذکور ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیے اور امام غزالی کا یہ کلام خلاف اُسکے ہے کہ جو فتاوی مین مذکور ہے کہ جس شخص کو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت سے انکار ہووے وہ کافر ہے فقط

سوال محدثین علم فقہ پر عمل کرتے ہین یا نہین بعض شخص کہتے ہین کہ محدثین علم فقہ پر عمل نہین کرتے ہین۔

جواب علمار محدثین کسی ایک مذہب بر مذاہب مجتہدین سے نہین رہتے ہین تو علمائ محدثین کے بعضے اعمال مطابق کتب فقہ کے ہوتے ہین اور بعضے اعمال دوسری کتابونکے مطابق ہوتے ہین فقط

سوال عشرۂ مبشرہ اور انکے سوا تین حضرات کے علاوہ اس زمانہ کے لوگون کو اگر کوئی شخص قطعی بہشتی یا قطعی دوزخی کہے اور اس امر کی تصدیق اُسکے دل مین ہووے تو اُسکے بارے مین شرعًا کیا حکم ہے۔

جواب جن حضرات کے حق مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جنت کی بشارت فرمائی ہے مثلًا جو حضرات جنگ بدر مین حاضر تھے اور جو حضرات جنگ اُحد مین شہید ہوئے اور جو حضرات بیعۃ الرضوان سے مشرف ہوے اور اسطرح کے اور جو حضرات ہوے کہ ایسے حضرات ہزارہا صحابی ہین کہ ان حضرات کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے بہشت کی بشارت فرمائی تو ان حضرات کے حق مین عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ حضرات قطعی بہشتی ہین لیکن ان حضرات کے علاوہ اور جو لوگ ہین اُنکو علام الغیوب کے علم پر حوالہ کرنا چاہیے اُن لوگونکو نہ قطعی بہشتی جاننا چاہیے اور نہ قطعی دوزخی سمجھنا چاہیے اور حکم مشرکین کے کھانے کا اور نصاریٰ کے ساتھ اُنکے دسترخوان پر اور اُنکے برتن مین کھانے کے بارے مین حکم یہ ہے کہ اگر وہان کوئی منہیات سے ہو مثلًا شراب ہو یا خنزیر کا گوشت ہو یا سونا چاندی کا برتن ہووے یا اُس کھانے مین نجاست پڑی ہو مثلًا گوبر وغیرہ اسطرح کی کوئی چیز اُسمین پڑی ہو یا وہان مجوس زمزمہ یعنی ترنم کرتے ہون تو وہ کھانا حرام ہے اگرچہ جس برتن مین مسلمان کھاتا ہو وہ نجاست سے خالی ہو اسواسطے کہ اس سے اُنکی مشارکت اُنکی خصلتون مین لازم آتی ہے اور اگر وہان اسطرح کے امور نہون تو یہ امر مباح ہے بشرطیکہ کھانا اور برتن طاہر ہووے اور امام رازی کی تفسیر کبیر مین لکھا ہے قَالَ كَثِيرٌ مِّنَ الْفُقَهَاءِ اِنَّمَا يَحِلُّ نِكَاحُ الْكِتَابِيَّةِ الَّتِي دَانَت

بِالتَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَالدَّلِیْلُ عَلَیْہِ قَوْلُہٗ مِنْ قَبْلِکُمْ
فَمَنْ دَانَ بِالْکِتَابِ بَعْدَ نُزُوْلِ الْقُرْاٰنِ خَرَجَ عَنْ حُکْمِ اَھْلِ الْکِتَابِ انتہی
یعنی اکثر فقہا نے کہا ہے کہ جو عورت اہل کتاب سے ہو اُسکے ساتھ نکاح کرنا اُس
صورت مین جائز ہے کہ اُسکا مذہب توریت اور انجیل کے موافق قبل نازل ہونے
قرآن شریف کے رہا ہو اور فقہا نے کہا ہے کہ اُسپر دلیل اللہ تعالی کا یہ قول مِنْ قَبْلِکُمْ ہی
تو جو شخص اپنا مذہب اللہ تعالی کی سابق کتاب کے موافق اختیار کرے بعد نازل ہونے
قرآن شریف کی تو وہ اہل کتاب کے حکم سے خارج ہے یہ ترجمہ تفسیر کبیر کی عبارت مذکورہ
کا ہی اور مشرکین کے برتن مین بلا دھوئے ہوئے کھانا پینا مکروہ ہے اسواسطے کہ گمان
غالب ہی اور ظاہر ہے کہ اُنکا برتن نجس ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ لوگ شراب کو حلال
جانتے ہین اور شراب پیتے ہین اور خنزیر کا گوشت کھاتے ہین تو ظاہر ہے کہ خنزیر کا گوشت
اپنی دیگ مین پکاتے ہونگے اور اپنے برتن مین رکھتے ہونگے تو اسوجہ سے اُنکے برتن مین
بلا دھوئے ہوئے کھانا مکروہ ہے جیسا جو پانی مرغی کا جھوٹا ہو اُس سے وضو کرنا مکروہ ہے
اسواسطے کہ اُسمین بھی نجاست کا گمان غالب ہے اور اصل اشیا مین طہارت ہی اور
ان چیزون مین نجاست کا شک ہے اور شک کی وجہ سے نجاست ثابت نہین ہوتی ہی
اسوجہ سے قطعی طور پر ان چیزونکے بارہ مین نجاست کا حکم نہوا بلکہ شک کی وجہ سے
کراہت کا حکم ہوا اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ اُن برتنونکا نجس ہونا یقیناً معلوم
نہووے اسواسطے کہ جب یقیناً معلوم ہو کہ یہ برتن نجس ہے تو بلا دھوئے ہوئے اُسمین
کھانا پینا ہرگز جائز نہین اور اگر اس صورت مین بلا دھوئی ہوئے اُن برتنون مین کسی نے
کچھ کھایا پیا تو اُسکے بارے مین شرعاً یہ حکم ہے کہ اُسنے حرام کھایا پیا یہ خلاصہ اُسکا ہے
جو اس بارے مین ذخیرہ مین لکھا ہے یہ بندہ کہتا ہے کہ ہملوگ اس بلا مین مبتلا
ہین کہ گھی اور دودھ اور پنیر وغیرہ تر چیزین ہنود سے خریدین اور احتمال ہی کہ اُنکا برتن

نجس ہووے اسواسطے کہ وہ لوگ گوبر سے پرہیز نہین کرتے ہین خصوصاً اُنکی عورتین
اُس مین مطلقاً احتیاط نہین کرتی ہین اور ایساہی وہ لوگ اُس جانور کا گوشت کہاتے
ہین جسکو وہ لوگ جان سے مارتے ہین اور وہ مردار ہوتا ہے تو پرہیزگار پر لازم ہے
کہ جب سوا اسکے چارہ نہو کہ ہنود سے یہ چیزین خریدی جاوین تو اُنسے عہد لیوے کہ وہ احتیاط
کرین کہ ان چیزون مین گوبر اور مردار کا گوشت وغیرہ نہ پڑے اور اگر یہ امر ہنود پر شاق
گذرے تو اہل اسلام کو چاہیے کہ اپنے سامنے اُنکا برتن اور اُنکا ہاتھ دُھلوا دیوے اور
اسکے بعد وہ لوگ دودھ دوہین اور گھی وغیرہ طیار کرین اور اگر یہ بھی ممکن نہو تو اس بارے
مین حکم ہے کہ فتوے اسپر ہے کہ یہ سب چیز مباح ہے اور تقوے یہ ہے کہ ان چیزون سے
پرہیز کرنا چاہیے ایساہی نصاب الاحتساب مین لکھا ہے اور اس بارے مین تفصیل ہے
اور وہ معلوم کرنا ضرور ہی اور وہ تفصیل یہ ہی کہ خلاصہ اس مسئلہ کا یہ ہی کہ مجوس وغیرہ مشرکین
کے ساتھ کھانا مباح ہے یا نہین تو حاکم بن عبد الرحمن کاتب کا یہ قول ہی کہ وہ کہتے تھے
کہ اگر کوئی مسلمان ایک مرتبہ یا دو مرتبہ اس امر مین مبتلا ہو جاوے تو مضائقہ نہین کہ مشرکین کے
ساتھ کھالیوے اسواسطے کہ روایت ہی کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کھانا تناول
فرماتے تھے اُسوقت ایک کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوا اور
اُسنے کہا کہ ای محمد کیا مین تمہارے ساتھ کھاؤن تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ہان پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے ساتھ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کھانا تناول
فرمایا ہے اس غرض سے کہ اُس کافر کا دل اسلام کی طرف مائل ہووے اور لیکن اکثر اُنکے ساتھ کھانا
تو یہ مکروہ ہی اسواسطے کہ اُنکے ساتھ اختلاط اور محبت رکھنا اور اُنکی جماعت زیادہ کرنا منع ہی
اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے مِنَ الجَفَاءِ اَن تَاکُلَ
مَعَ غَیرِ اَهلِ دِینِکَ یعنی یہ شرع کی حد سے تجاوز کرنا ہی کہ تو کھاوے اُس شخص کے ساتھ جو تیرے
دین مین نہین اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانا دوسری ملت کے لوگون کے ساتھ

کھانا چاہیے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ کھانا تناول فرمایا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے دین کا قائل نہ تھا تو ضرور ہے کہ ان دونون امر مین تطبیق دیجاوے تو تطبیق اسطرح ہوتی ہے کہ سابق مین ذکر کیا گیا ہے کہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ تالیف قلب کے لیے کافر کے ساتھ کھانا کھایا ہے اس خیال سے کہ ناآسکا دل اسلام کی طرف مائل ہووے اور اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ کھانا اکثر آنکے ساتھ نہ کھانا چاہیے اور قاضی امام رکن الدین سندی کا یہ قول ہے کہ مجوس جب زمزمہ یعنی ترنم نکرے تو اسکے ساتھ کھانے مین مضائقہ نہین اور اگر وہ ترنم کرتا ہو تو اسکے ساتھ نہ کھانا چاہیے اسواسطے کہ وہ کفر اور شرک ظاہر کرتا ہے تو اس حالت مین کہ وہ اپنا کفر ظاہر کرتا ہے آسکے ساتھ نہ کھانا چاہیے ایسا ہی سیر ذخیرہ کی دسوین فصل کے اخیر مین لکھا ہے یہ سب مطالب المؤمنین سے لکھا گیا ہے فقط

سوال یہ جو مشہور ہے کہ جو چیز غلہ کے جنس سے ہے اسکی برکت جنات لیجاتے ہین تو فی الواقع اس امر کی کچھ حقیقت ہے یا نہین۔

جواب حق تعالی نے طیور اور بہائم اور حشرات وغیرہ سب حیوانات کا رزق زمین پر پیدا فرمایا ہے اور ایسا ہی جنات کا حصہ زراعت مین مقرر فرمایا ہے اور جن جیسا خود نظر نہین آتے اسیطرح انکا اپنا حصہ لیجانا بھی نظر نہین آتا ہے اور جو کچھ انسان کا حصہ ہوتا ہے وہ باقی رہ جاتا ہے فقط۔

فائدہ جو مچھلی کہ دریا مین خود بخود مر جاوے امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ کے نزدیک حلال ہے اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک حلال نہین مگر حنفیہ کے مذہب مین بھی ایک قول یہ ہے کہ سب حلال ہے اور اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مچھلی کو کوئی صدمہ نہ پہونچے اور خود بخود مر جاوے اور مر کر پانی کے اوپر ہو جاوے تو اسکو طافی کہتے ہین تو امام شافعی

اور امام مالک علیہما الرحمۃ کے نزدیک اسطح کی مری ہوئی مچھلی کھانا درست اور حلال ہے
اور اگر مچھلی کو دریا کی موج باہر ڈالدیوے یا دریا کا پانی خشک ہووے اور خشکی کے سبب سے
مچھلی مرجاوے تو یہ دونون قسم کی مچھلی سب علماء کے نزدیک حلال ہے اور ایسا ہی
جو مچھلی شکار کرنے سے مرجاوے تو وہ بھی چارون مذہب مین حلال ہے اور تیسری قسم
کی وہ مچھلی ہے کہ کسی آفت کی وجہ سے مرجاوے مثلاً برف گرے یا جاڑے کے موسم مین
بہت سردی پڑے اور اُس سردی کی وجہ سے مچھلی مرجاوے یا گرمی کے دن مین
سخت گرمی پڑے اور گرمی کی وجہ سے مچھلی مرجاوے تو اس قسم کی مچھلی علماے حنفیہ سے
امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک حلال ہے اور اسی پر فتوے ہے۔

سوال مولوی عبد الجبار کا۔ سرقہ مین ہاتھ کاٹنے کے لیے نصاب کی شرط ہے اور جب
سارق نے کسی کو جان سے مار ڈالا ہو اور مال نلیا ہو تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا
بلکہ وہ قتل کیا جاوے گا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت مین سارق نے مال
محفوظ بقدر نصاب نلیا اسوجہ سے ہاتھ کاٹنے کی حد ساقط ہوئی لیکن قتل اور سولی دینے
کی حد ساقط نہوگی اور عالمگیری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل اور سولی دینے
کی حد بھی ساقط ہو جاویگی تو عمل کسپر کیا جاوے اور عالمگیری کی روایت یہ ہے وَاِنْ اُخِذُوْا
قَبْلَ التَّوْبَةِ وَقَدْ قَتَلُوْا اَوْ جَرَحُوْا عَمَدًا وَلٰكِنْ مَّا اَخَذُوْا مِنَ الْاَمْوَالِ شَيْئٌ قَلِيْلٌ لَا يُصِيْبُ
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ نِصَابٌ فَالْاَمْرُ فِي الْقِصَاصِ مِنَ النَّفْسِ وَغَيْرِهَا اِلَى الْاَوْلِيَاءِ
اِنْ شَاؤُا اسْتَوْفَوْا وَاِنْ شَاؤُا عَفَوْا هٰكَذَا فِي النِّهَايَةِ یعنی اور اگر سارق توبہ کرنیکے
قبل گرفتار ہوئے اور اُن لوگون نے قصداً کسی شخص کو قتل کیا ہے یا زخمی کیا ہے لیکن
مال جو کچھ لیا ہے وہ قلیل چیز ہے اور وہ قلیل چیز منجملہ اُن لوگونکے ہر سارق کے اعتبار
سے بقدر نصاب نہین تو اس صورت مین قصاص کے بارے مین خواہ سارق قتل کے
قابل قرار پاوین یا کسی دوسری سزا کے مستوجب ہووین مقتول کے ولی کو اختیار رہجاتے

بدلہ لیوے چاہے معاف کر دیوے ایساہی نہایہ مین لکھا ہے فقط

جواب اس روایت مین کہ عالمگیری مین ہے اور سابق کی روایت مین تناقض نہین اسواسطے کہ سابق کی روایت کا حکم اُس صورت مین ہی کہ سارق نے کچھ بھی مال نہ لیا ہو اور اس روایت کا حکم اُس صورت مین ہے کہ مال لیا ہو مگر وہ قلیل چیز ہو کہ بقدر نصاب نہو اور دونون صورتون مین فرق ہے اور فرق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت داخل ہے اُن احوال مین کہ اُسمین صراحۃً نص وارد ہے اور دوسری صورت اُن احوال سے نہین اسواسطے کہ جب اُن لوگون نے مال لیا تو پہلی صورت یعنی صرف قتل کرنے کی صورت اُنپر صادق نہین آتی ہے بلکہ دوسری صورت اُنپر صادق آتی ہے یعنی اُن لوگون نے مال لیا اور قتل کیا مگر وہ مال کہ اُن لوگون نے لیا بقدر نصاب نہین تو اسوجہ سے سرقہ کے بارے مین جو نص ہے اُسکا حکم اُنپر عائد نہین ہوتا ہے تو صرف قصاص کا حکم باقی رہا اور یہ فرق کرنا مشکل ہے اسمین غور و فکر کی ضرورت ہے۔

سوال انگریز کی نوکری کرنا جائز ہے یا نہین۔

جواب اگر نوکری مین ایسے کام کے کرنے کا خدشہ ہووے کہ کبیرہ گناہ ہے مثلاً فوج کی نوکری ہو اور خدشہ ہو کہ اہل اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑیگا یا خدمتگاری کی نوکری ہووے اور خدشہ ہو کہ شراب اور مردار اور خنزیر کا گوشت لے آنا ہوگا تو اسطرح کی نوکری اور روزگار کرنا منع ہے اور جس نوکری اور روزگار مین اسطرح کی منہیات نہووین مثلاً اُس نوکری مین یہ کام ہو کہ عدالت کے امور لکھے جاوین یا مثلاً منشی گری کا کام ہو یا قافلہ پہونچانے کا کام ہو یا مثلاً پولیس کی نگہبانی کرنے کا کام ہو یا اسطرح کا اور کوئی دوسرا کام ہو تو اسطرح کی نوکری اور روزگار منع نہین فقط

حکم افیون کے بارے مین یہ ہے کہ حرام ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ افیون زہر ہے ظاہر طور پر اُس سے ضرر بدن کو پہونچتا ہے چنانچہ اسکی تصریح طب مین مذکور ہے اور دوسری یہ وجہ ہے کہ

مفتر اور مخدر ہے اور روایت کی ہے احمد نے اپنے مسند مین اور ابوداؤد نے سنن ابی داؤد
مین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا انھون نے نَهَىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفْتِرٍ یعنی منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
نے ہر مسکر اور مفتر سے اور قسطلانی نے مواہب مین لکھا ہے قَالَ الْعُلَمَاءُ الْمُفْتِرُ كُلُّ مَا
يُوْرِثُ الْفُتُوْرَ وَالْخَدَرَ فِي الْاَطْرَافِ یعنی علمار نے کہا ہے کہ مفتر ہر وہ چیز ہے کہ اُس سے
فتور اور خدر اطراف مین پیدا ہووے اور یہ حدیث اعلےٰ درجے کی دلیل ہے حشیش یعنی
تمباکو وغیرہ مخدرات کے حرام ہونے کے لیے اسواسطے کہ یہ اشیار اگرچہ مسکر نہین لیکن مفتر
اور مخدر ضرور ہین اور اسوجہ سے جو لوگ یہ اشیار استعمال کرتے ہین اُن لوگون کو نیند
زیادہ آتی ہے اور سر مین گرانی معلوم ہوتی ہے اسواسطے کہ اسکا ابخرہ دماغ پر پہونچتا ہے
اور اس مسئلہ مین اختلاف ہے کہ اسقدر کم تمباکو استعمال کرنا کہ اُس سے فتور اور خدر نہووے
حرام ہے یا نہین تو نووی نے شرح مہذب مین لکھا ہے کہ کم تمباکو کھانا حرام نہین بخلاف
شراب کے کہ شراب کم بھی پینا حرام ہے اور فرق ان دونون چیزونکے حکم مین اسوجہ
سے ہے کہ تمباکو طاہر ہے اور شراب نجس ہے تو نجاست کی وجہ سے کم شراب پینا بھی
جائز نہین اور زرکشی نے اس مسئلہ کی یہ تحقیق بیان کی ہے کہ حدیث سے صحیح طور پر ثابت
ہے کہ مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهٗ فَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ یعنی جو چیز ایسی ہو کہ زیادہ استعمال کرنے سے
نشہ لاتی ہو تو وہ چیز کم استعمال کرنا بھی حرام ہے اور نووی کا جو یہ قول ہے کہ تمباکو طاہر ہے
نجس نہین تو یہ تحقیق ابن دقیق العید کی ہے اور اُنھون نے اسپر اجماع نقل کیا ہے اور
کہا ہے کہ افیون اور وہ خشخاش کا دودہ ہے اسکا اثر تمباکو سے زیادہ ہوتا ہے اور حاصل
کلام یہ ہے کہ جب اُسکی حرمت کی علت تخدیر اور تفتیر ہے یا سمیت ہے تو ارجح قول یہ
ہے کہ وہ اسقدر نہایت قلیل استعمال کرنا کہ اُس سے یہ آثار پیدا نہووین حرام
نہین واللہ اعلم فقط

فیمابین حکماء لکھنؤ کے قانون کی ایک عبارت کے معنی کے بارے مین اختلاف واقع ہوا اور حضور تک نوبت پہونچی اُسکی تصحیح کے لیے سب حکماے لکھنؤ نے جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کے حضور مین رجوع کیا تو جناب مولانا صاحب ممدوح نے اُس عبارت کے جو معنے ارشاد فرمائے وہ لکھے گئے اور وہ عبارت کتاب قانون کی یہ ہے اَمَّا الْهَلِيلَجُ الْاَصْفَرُ قَدْ يَسْتَعْمِلُهُ قَوْمٌ مَّا وُجِدَ عَنْهُ مَذْهَبُ فِعْلٍ فَاِنَّهُ يُخَشِّنُ الْاَمْعَاءَ وَيَقْبِضُ الْمَسَامَاتِ وَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَبَعْدَ النُّضْجِ التَّامِّ انتہی یعنی لیکن ہلیلہ زرد کہ اُسکو کبھی اطبا کی قوم استعمال کرتی ہے تو جب تک اُس سے پرہیز کرنے مین چارہ ہو تو چاہیے کہ اُس سے پرہیز کیا جاوے اسواسطے کہ وہ امعاء مین خشونت پیدا کرتا ہے اور مسامات کو قبض کرتا ہے اور اگر اُسکے استعمال کرنے سے چارہ نہووے تو چاہیے کہ بعد نضج تام کے استعمال کیا جاوے یہ مضمون قانون کی عبارت مذکورہ کا ہے اور اس عبارت کی تحقیق یہ ہے کہ ما کا لفظ اس جگہ کس معنے مین مستعمل ہے ما موصولہ ہے یا ما نافیہ ہے یا اور کوئی دوسری قسم اُسکے اقسام سے ہے اور مذہب فعل ترکیب اضافی ہے یا ترکیب توصیفی ہے۔

جواب از جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اَمَّا الْهَلِيلَجُ الْاَصْفَرُ الخ حمیات قانون کے صحیح نسخہ مین حرف واو قبل کلمۂ ما کے واقع ہے اور اس عبارت کی ترکیب یہ ہے کہ ما ظرفیہ ہے اور اُسمین شرط کے معنی پائے جاتے ہین اور فضلا کے عرف مین اس ما کو ما دامیہ کہتے ہین اور وُجِدَ مجہول کا صیغہ ہے اور عَنْهُ کی ضمیر ہلیلج اصفر کی طرف راجع ہے اور مَذْهَبُ مرفوع منون ہے اس بنا پر کہ مفعول مالم یسم فاعلہ وُجِدَ کا ہے اور فُعِلَ مجہول کا صیغہ ہے اور جزا اُس شرط کی ہے کہ کلمۂ ما سے مفہوم ہوتی ہے اور معنی اس عبارت کے یہ ہین کہ جبتک پائی جاوے اُس ہلیلہ زرد سے جگہ گریز کی تو چاہیے کہ اُس سے گریز کیا جاوے حاصل اسکا یہ ہے کہ جہانتک مقدور ہو ہلیلۂ زرد استعمال نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ امعاء مین خشونت پیدا کرتا ہے اور مسامات کو قبض کرتا ہے یہ مضمون اس عبارت

کا ہے اور دوسرے اطبا نے بھی قبل دو ہفتہ کے یعنی قبل چودھویں دن کے صاحب حمی کو ہلیلجات کے استعمال سے منع کیا ہے اور شیخ کی عبارت کہ سیاق میں اس عبارت کے ہے صریح دلیل اس معنی پر ہے کہ اس شق کے عدیل یعنی مقابل میں شیخ نے کہا ہے وَاِنْ کَانَ لَابُدَّ فَبَعْدَ النُّضْجِ التَّامِّ اور حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر ہلیلہ مذکور کے استعمال سے چارہ ہووے تو فبہا اور اگر اسکے استعمال سے چارہ نہووے بلکہ وہ استعمال کرنا ضروری ہو تو اسکا استعمال بعد نضج تام کے ہونا چاہیے تا مادہ کا قوام معتدل ہو جاوے اور اس سبب سے امعا میں خشونت پیدا کرنے میں زیادہ ضرر نہ پہونچاوے اور نضج کی وجہ سے مسامات میں انفتاح ہو جاوے اور اس سبب سے مسامات کو زیادہ قبض کرے اور لفظ مذہب کا کہ عرف میں فقہا اور متکلمین کے خاص طور پر اس طریقہ کو کہتے ہیں کہ اعتقاد اور عمل کے بارے میں مختار ہووے تو یہ اسکے منافی نہیں کہ یہ لفظ دوسرے مقام میں باعتبار اپنے معنی لغوی کے استعمال کیا جاوے چنانچہ صحیح حدیث میں مذہب کا لفظ جاے ضرور کے معنے میں وارد ہے اور وہ حدیث یہ ہے کَانَ اِذَا ذَھَبَ الْمَذْھَبَ اَبْعَدَ وَتَحَرّٰی یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جاے ضرور کے ارادہ سے جاتے تھے تو دور چلے جاتے تھے اور مناسب جگہ تلاش فرماتے تھے اور کسی شاعر نے کہا ہے شعر

تُبَلِّغُنِیْ مَنْ لَیْسَ لِیْ عَنْہُ مَذْھَبٌ	عَسٰی وَجَفَتِ الْعِیْسُ فِیْ غَسَقِ الدُّجٰی

یعنی قریب ہے کہ جاویگی ناقہ سفید سرخی مائل شروع رات کی تاریکی میں پہونچیگی تو اسکے پاس کہ مجھکو اس سے پناہ کی جگہ نہیں اور زمانہ حال کی کتب درسیہ میں لَایُذْھَبُ عَلَیْکَ کا بجاے لَایَخْفٰی عَلَیْکَ کے کثیر الوقوع ہے غرضکہ مَذْھَبٌ کا لفظ مفو اور جاے گریز کے معنی میں اکثر مقام میں استعمال کیا گیا ہے اور لیکن یہ کہنا کہ کلمہ مَا کا ما نافیہ ہے تو اس صورت میں چند وجوہ سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں اسواسطے کہ اس تقدیر پر وَجَدَ معروف کا صیغہ کہا جاویگا یا مجہول کا صیغہ قرار دیا جاویگا اور جب کہا جاوے کہ وُجِدَ مجہول کا صیغہ ہے تو عَنْہُ کی ضمیر قوم

کی طرف راجع کیجاویگی یا کہا جاویگا کہ ھلیلہ کیطرف راجع ہے اور لفظ فعل کا کہ مذھب فعل مین واقع ہے مصدر ہے یا ماضی معروف ہے یا ماضی مجہول ہے اور اگر یہ لفظ فعل کا مصدر ہے تو مذھب کا مضاف الیہ ہے یا اُسکی صفت ہے اور کسی تقدیر پر معنی صحیح نہین ہوتی ہین اسواسطے کہ اگر یہ کہین کہ وجد مجہول کا صیغہ ہی تو معنی یہ ہونگے کہ پایا نہ گیا ہے اُس قوم سے مذہب کرفی کا حالانکہ اسکے قبل ذکر کیا گیا ہو کہ قد یستعملہ قوم اور اگر وجد معروف کا صیغہ ہو اور اس تقدیر پر ضرور ہے کہ عنہ کی ضمیر ھلیلہ اصفر کی طرف راجع ہوگی اور وجد کی ضمیر قوم کیطرف راجع ہوگی یعنی نہ پایا اس قوم نے ہلیلہ زرد سے مذہب اُس کام کا کہ وہ اُس مذہب سے ہو کہ کیا گیا ہے یا وہ مذہب کہ کیا ہے حاصل کلام عاقل ذکی پر مخفی نہین کہ لفظ ما کو نافیہ کہنا درست نہین ہوتا ہے اور یہ جو اُسکی علت بیان کی گئی ہے فانہ یخشن تو اس علت کو منجملہ ان احتمالات کے کسی احتمال کے ساتھ ربط نہین ہوتا ہے اور ایسا ہی مفرد کی ضمیر قوم کی طرف راجع کرنا اگرچہ باعتبار مفرد ہونے لفظ قوم کے علما نے جائز رکھا ہے لیکن یہ مستعمل نہین اور اگر لفظ ما کو موصولہ کہین تو اسمین بھی یہی قباحتین لازم آتی ہین اسواسطے کہ اس تقدیر پر وجد مین بہت احتمالات ہوتے ہین کہ مجہول کا صیغہ ہے یا معروف کا صیغہ ہی اور عنہ کی ضمیر قوم کیطرف راجع ہی یا ھلیلہ کیطرف راجع ہے اور لفظ فعل کا ماضی معروف ہی یا ماضی مجہول ہے اور مذھبا کا لفظ اُسکی طرف مضاف ہے یا اُسکا موصوف ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ کوئی تقدیر قابل التفات نہین اور یہ بھی قباحت ہے کہ اگر لفظ ما کا موصولہ ہو اور وجد صیغہ مجہول کا ہو اور عنہ کی ضمیر قوم کیطرف راجع ہووے تو حرف من کا کہ بیانیہ ہے مذھب کے لفظ کے قبل ضرور چاہیے اور یہ بھی قباحت ہے کہ اس تقدیر پر کہ لفظ فعل کا مصدر ہو خواہ مضاف الیہ ہو خواہ صفت ہو اس ما موصولہ کی اس عبارت مین خبر کچھ نہین اور اگر یہ کہین کہ مذھب خبر ہے تو لفظ ما وجد عنہ کا ناتمام رہجاتا ہے اور ما استفہامیہ کو بھی اسی طور پر قیاس

کرنا چاہیے اور ہر تقدیر پر یہ جو علت ہے فَاِنَّهٗ یَغْشٰى الْاَمْعَاءَ اسکو ربط نہین ہوتا ہے اور ان امور کی بنا پر انسب اور ارجح یہی ہے کہ کہا جاوے کہ کلمہ ما کا ظرفیہ شرطیہ ہے۔

سوال دیوار قہقہہ کے احوال کے بارے مین۔

جواب دکن کے ملک مین ایک پہاڑ ہے کہ اسکا طول تیس یا چالیس کوس ہے اور شمال کی جانب سے کمان کے مانند مقوس یعنی بشکل قطعہ دائرہ کے کج ہے اور اس پہاڑ کے متصل ایک بیابان نہایت وسیع ہے اور سابق کے لوگون سے ایک مورخ کا قول ہے کہ اُس بیابان کی راہ جہان سے شروع ہوئی ہے وہان سکندر ذوالقرنین نے ایک دیوار قائم کی ہے اور اسکے چند سبب ہین ایک یہ کہ اُس بیابان مین درندہ جانور اور موذی اور مہلک حشرات الارض کثرت سے ہین تو اس خوف سے وہان دیوار بنائی گئی کہ مبادا اُن جانورون وغیرہ سے انسان کو ضرر پہونچے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ اُس بیابان مین جنات اور دیو اور پری کا گذر بہت ہے اور اُنکے طلسمات وہان کثرت سے ہین تو یہ خوف تھا کہ مبادا وہان انسان اُس بلا مین گرفتار ہو جاوے اور تیسرا سبب یہ ہے کہ وہان ایک طرح کا پتھر ہے کہ اسکو آدم ربا کہتے ہین جیسا مقناطیس آہن ربا ہے اور مہرہ معروف کاہ ربا ہے تو اُس پتھر مین یہ تاثیر ہے کہ وہ پتھر دیکھنے سے انسان کو نہایت سرور حاصل ہوتا ہے اور اُسپر ہنسی غالب ہوتی ہے اور اسقدر زیادہ سرور ہوتا ہے اور اسقدر زیادہ اُس پتھر کی کشش ہوتی ہے کہ وہ انسان ہلاک ہو جاتا ہے واللہ اعلم فقط

میزان رکھے جانے کے بیان مین جاننا چاہیے کہ میزان قیامت کے دن پل صراط پر گذرنے کے قبل رکھی جاویگی اور یہ بلا شبہہ دلائل عقلی اور دلائل نقلی سے ثابت ہے اور دلائل نقلی ظاہر ہے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ میزان اسواسطے رکھی جاویگی کہ تا اعمال وزن کرنے سے معلوم ہو جاوے کہ کون شخص جنت کا مستحق ہے اور کون شخص دوزخ کے قابل ہے تو چاہیے کہ بہشت اور دوزخ مین لوگون کے داخل کیے جانے کے قبل میزان رکھی جاوے

اور پل صراط پر گذرنا یہ صرف وسیلہ ہے بہشت اور دوزخ مین جانے کے لیے گویا داخل ہونے کے حکم مین ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو یہ صحیح حدیث ہے کہ اِن لَّمْ تَجِدْنِی عِنْدَ الصِّرَاطِ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مجھکو پل صراط کے نزدیک نہ پاؤ تو چاہیے کہ مجھکو میزان کے نزدیک تلاش کرو تو ظاہرا اس حدیث سے اسکے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن یہ مسئلہ حضرت والد مرحوم قدس اللہ سرہ العزیز کے حضور مین بارہا پیش ہوا تھا تو آپ نے جواب مین فرمایا کہ اس حدیث سے یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ پل صراط میزان کے پہلے رکھی جاویگی بلکہ اس حدیث کے معنے یہ ہین کہ چاہیے کہ مجھکو اس تین جگہ تلاش کرو اسواسطے کہ کبھی اس مقام مین رہونگا اور کبھی اس مقام مین رہونگا چنانچہ اس حدیث کے اخیر مین ہے فَاِنِّیْ لَا اَکَادُ اُخْفِیْ هٰذِهِ الْمَوَاطِنَ الثَّلٰثَةَ یعنی اسواسطے کہ ایسا ہوگا کہ مین ان تینون مقامات سے کسی وقت علیحدہ رہون تو یہ عبارت اسی مضمون کیطرف اشارہ ہے کہ صورت یہ ہوگی کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میزان کے نزدیک تشریف لے جاوینگے اور پھر جب اپنی امت کی ایک جماعت کو اعمال کے وزن کرنے کے مناقشہ سے رہا فرماوینگے اور وہ لوگ بہشت کیطرف روانہ ہونگے اور پل صراط پر گذرنے کے وقت انکے پاؤن مین لغزش ہوگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہان تشریف لیجاوینگے اور انکی مدد فرماوینگے اور انکو صحیح وسالم بہشت مین روانہ فرماوینگے اور جب وہان سے فارغ ہونگے تو پھر میزان کے پاس تشریف لاوینگے اور اپنی امت کے دوسرے لوگونکو اعمال کے وزن کرنے کے مناقشہ سے رہا فرماوینگے اور پھر انکو بھی پل صراط پر گذرنے مین دقت پیش آویگی تو پھر وہان تشریف لیجاوینگے اور انکی مدد فرماوینگے اور صحیح وسالم انکو بہشت مین روانہ فرماوینگے اور علی ہذا القیاس چند مرتبہ ایسا ہی وقوع مین آویگا تو ان دونون امر مین تعارض نہین اور حضرت والد مرحوم قدس سرہ العزیز اسکی مثال یہ فرماتے تھے کہ مثلاً جب کوئی شخص رئیس ضیافت کی مجلس منعقد کرے

اور مہمانون اور براتیون کے کھلانے مین مشغول ہووے اور اُس سے کوئی شخص پوچھے کہ
مین تمکو کہان تلاش کرونگا اور کہان پاؤنگا تو وہ کہسکتا ہے کہ پہلے مجھکو مجلس مین تلاش
کرنا اور اگر وہان بھی نہ پاؤ تو کھانے کی دیگ کے پاس کہ وہان کھانا تقسیم کیا جاتا ہے مجھکو تلاش
کرنا اور اگر وہان بھی نہ پاؤ تو پھر مجلس مین مجھکو تلاش کرنا تو وہ رئیس اسطرح کہہ سکتا ہے حالانکہ
کھانا تقسیم کرنے کی جگہ مین رہنے پر مجلس مین کا بیٹھنا مقدم ہوتا ہے تو ایسا ہی یہ امر بھی ہے
جو حدیث مین ارشاد ہوا ہے تو اسمین کچھ اشکال نہین اسواسطے کہ دنیاوی اضطراب مین مثلاً
لڑائی اور شادی وغیرہ کے سامان مین رؤسا اور سردارون کی جو حالت ہوتی ہے جب
اسپر ہم لحاظ کرتے ہین تو اُنکا حال بھی ایسا ہی پاتے ہین کہ اُسی طرح کا تردد آمد و رفت کا
اُنکو بھی لاحق ہوتا ہے اور یہ سب ریاست اور سرداری کا مقتضا ہے کہ ہر مہم کا اہتمام
رؤسا اور سردارون کے متعلق ہوتا ہے واللہ اعلم فقط

احکام گمراہ فرقون کے جو فرقے کہ گمراہ ہین اور بدعتی ہین اگر اُنکی گمراہی اور بدعت
کفر کی حد تک نہ پہونچی ہو اور ضروریات دین سے اُنکو انکار نہ ہووے تو اُنکی نجات کی
امید رکھنی چاہیے اور یہ جو لکھا تھا کہ بعض گمراہ فرقے ایسے ہین کہ اُس فرقے کے لوگون نے
دوسرے فرقے کا نام بھی نہ سنا ہے مہربان من یہ صرف احتمال ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت
کی شان ایسی ہے کہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ ہر مقام مین ایسے لوگون کو ضرور پیدا کرتا ہے
کہ وہ حق پر ہوتے ہین اور گمراہ لوگونکو اُنکی گمراہی سے آگاہ کر دیتے ہین البتہ اگر اسطرح کی کوئی
جماعت ہووے تو وہ ضرور معذور ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت ہمیشہ سے جسطرح
جاری ہے اسکے لحاظ سے یہ توقع نہین کہ یہ احتمال وقوع مین آوے اور اس بارے مین ایک
عمدہ تحقیق ہے اور وہ یہ ہے کہ علم محیط نبوی نے یہ تفریق اور تشعیب معلوم فرمائی تو یہ عذر
دفع ہونے کے لیے ایک قاعدہ کا نشان دیدیا کہ ہر مسلمان عقل کی روانی سے توجہ سے
وہ قاعدہ دریافت کر سکتا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ دین کے مخرج اور اُسکے منشا مین غور کرین اور

جو مذہب کہ حجاز شریف مین مروج ہو اُسکو حق سمجھین بلکہ کعبہ شریف کا حج جو فرض ہے تو اسکے فرض ہونے کا یہ بھی ایک سبب ہے کہ تا دور رکے اہل اسلام طریق حق اور جادہ مستقیم سے غافل نرہین اور اُن احادیث مین غور کرنا چاہیے کہ جو فضائل مین مدینہ منورہ اور حرمین شریفین اور زمین حجاز شریف کے وارد ہین کہ اُن احادیث مین غور کرنے سے یہ مضمون آفتاب کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے اور اہل سنت کے مذاہب اربعہ باوجودیکہ اُن مین فروع مین باہم اختلاف ہے لیکن اہل حرمین شریفین اور سکان حجاز کے نزدیک مقبول ہین اور وہ لوگ بلا انکار اور بلا رد و قدح کے مذاہب اربعہ پر عمل کرنا جائز جانتے ہین اور ان مذاہب اربعہ مین ایسا اختلاف نہین کہ کسی ایک مذہب کی بنا پر دوسرے مذہب کی تضلیل اور تکفیر لازم آتی ہو اور تفسیر فتح العزیز مین آیت وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ کی تفسیر مین کامل طور پر عجیب تحقیق مذکور ہے تو کہ تعالے وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى یعنی اور یاد کیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ وقت کہ جب کیا ہمنے کعبہ کو جگہ رجوع کرنے کے لیے لوگونکے واسطے اور کیا ہمنے اُسکو جگہ امن کی اور لو تم اے لوگو مقام ابراہیم سے جگہ نماز کی یعنی آپکے پیچھے دو رکعت نماز طواف کی پڑھو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین وہ سبب ذکر فرمایا ہے کہ اُسکی وجہ سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبہ شریف بنایا اور وہ تین سبب ہین اول سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ایک مکان ہمیشہ کے لیے ایسا ہووے کہ وہان ہر مقام کے اہل اسلام جمع ہوا کرین اور سال بسال وہان آیا کرین اور یہ اللہ تعالیٰ کی نہایت رحمت نوع انسان کے حق مین ہوئی ہے اسواسطے کہ نوع انسان کی طبیعت ایسی پیدا کی گئی ہے کہ انسان کے علوم اور کمالات اُنکی باہم مخالطت سے زیادہ ہوتے ہین اور اسی وجہ سے بدوی لوگونکی حالت دیکھی جاتی ہے کہ کمال سے معرا ہین اور یہ

مضمون اسکے موافق ہے کہ فلاسفہ کہتے ہین کہ نوع انسان کی معاش موقوف ہی تمدن اور
اجتماع اور صحبت پر اسواسطے کہ ہر شخص اپنی راے سے کوئی چیز استنباط کرتا ہے پھر دوسرے
شخص کو وہ چیز اچھی معلوم ہوتی ہے تو وہ شخص وہ چیز اخذ کرتا ہے اور نفوس انسانیہ
کی مثال یہ ہے کہ مثلاً چند آئینے ہون اور ہر ایک دوسرے کے مقابل رکھے جاوین تو ہر آئینے
مین دوسرے آئینے کی صورت منعکس ہوگی اور نوع انسان کی استعداد باہم مختلف اور
متفاوت ہی تو ضرور ہوا کہ ایک مکان جامع ہو کہ وہان لوگ جمع ہووین اور ایک کا عکس دوسرے
پر پڑے اور ایک سے دوسرے کو فائدہ حاصل ہووے تو کعبہ شریف مین لوگ ہر سال
موسم حج مین جمع ہوتے ہین اور ایک کے باطنی نور کا عکس دوسرے کے باطن مین پڑتا ہی
اور بعض بعضے کے علوم اور حق اعتقادات سے استفادہ کرتے ہین اور جسکے کمال مین
نقص رہتا ہے اُسکا وہ نقص دفع ہوجاتا ہے اور جسکی طبیعت مین فساد رہتا ہی اُسکا وہ
فساد دفع ہوجاتا ہے اور وہ کامل ہوجاتا ہے اور گنہگار تائب ہوتا ہی اور جاہل کو علم آتا ہے
اور ہر شخص کے مقام سکونت اور اُسکی قوم مین جو رسوم اور عادات مروج ہوتی ہین اُسکی
حقیقت امتحان کے معیار سے دریافت کرتا ہے تو اُن رسوم اور عادات سے جو رسم اور
عادات ایسی ہوتی ہین کہ وہ دیکھتا ہے کہ اُس مجمع کثیر مین وہ رسم اور عادات زیادہ معتبر
لوگونکے نزدیک مقبول ہین تو اُن رسم اور عادات کو اخذ کرتا ہے ورنہ اُن سے
پرہیز کرتا ہے اور اسیطرح وہان اعتقاد اور عمل کی بھی تصحیح ہوتی ہے اور بعینہ یہی امر ہے
کہ اُسکی وجہ سے نماز مین جماعت کی تاکید اور اُسکی فضیلت شرع مین وارد ہوئی ہے تا ہر ہر
محلہ کے لوگ اپنے اپنے محلہ مین ہر روز پانچ وقت جمع ہوا کرین اور انمین اتفاق رہے
اور ہفتہ مین ایک دن جمعہ پڑھنے کے لیے قرار پایا تا ہر ہر شہر کے لوگ اپنے اپنے شہر مین
ہر ہفتہ مین ایک مرتبہ جمع ہوا کرین اور انمین اتفاق رہے اور تمام عمر مین ایک مرتبہ حج کرنے
کے لیے حکم ہوا ہے تا تمام آفاق کے لوگ ایک مقام مین ہر سال جمع ہوا کرین اور اُنکا

اتفاق ایک دین اور ایک ملت پر ہوا کرے اور سب جمع ہو کر ایک بہتر رسم یعنی حج ادا کرین اور بدعت زائل ہووے اور دوسرا سبب کعبہ شریف کے بنانے کا یہ ہے کہ تا لوگون کے لیے ایک جگہ امن کی قرار پاوے کہ وہان کوئی کسی کے ساتھ برائی سے پیش نہ آوے اور اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انتظام عالم کا اصل منشا یہ ہے کہ لوگ تمام آفاق مین امن کے ساتھ رہین اور کوئی کسی پر ظلم نکرے اور کوئی کسی کو قتل نہ کرے اور نہ کوئی مال بیجا طور پر لیوے لیکن جب خلق مین فساد واقع ہوا اور ایسا نہوا کہ ہر شہر مین لوگ انصاف پر قائم رہین تو اسوجہ سے ایک جگہ قرار دی گئی کہ وہان امن رہے اور ایک خاص وقت مقرر کیا گیا کہ اُسوقت امن رہے اور اسی امر کیطرف اشارہ فرمایا ہے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنے اس قول مبارک مین اَلَا اِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا یعنی آگاہ رہو کہ تمہارا خون اور تمہاری عزت اور تمہارا مال حرام ہے تمپر یعنی ان چیزونکی حرمت اور عزت تم لوگون مین قرار دی گئی ہے تو چاہیے ان چیزونکے بارے مین تم لوگون مین کوئی کسی سے بیجا طور پر تعرض نہ کرے جسطرح اسدن کی یعنی روز عرفہ کی اس مہینہ مین اور اس شہر مین حرمت ہے اور تیسرا سبب کعبہ شریف کے بنانے کا یہ ہے کہ تا سب لوگ ظاہر مین اپنی کامل عبادت مین کہ نماز اور حج اور اعتکاف ہے ایک جہت اور ایک سمت کیطرف متوجہ ہووین اور اس سبب سے سب لوگ باطن مین بھی متفق ہو کر ایک کلمہ کی طرف متوجہ ہووین اسواسطے کہ انضباط ظاہر کا مستلزم ہے باطن کے انضباط کے لیے بسبب اُس علاقہ کے کہ ظاہر اور باطن کے درمیان مین ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هٰذَا لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهٗ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک شخص کے بارے مین فرمایا کہ اگر اسکا دل خشوع کرتا تو اسکے جوارح بھی خشوع کرتے اور اسیوجہ سے شرع مین حکم ہے کہ نماز اور طواف مین قبلہ کی طرف

متوجہ ہونا چاہیے اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک سے وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى یعنی اور اختیار کرو مقام ابراہیم سے نماز کی جگہ اور اللہ تعالیٰ کی عنایت ازلیہ متوجہ ہے نوع انسان کی تکمیل کیطرف اور اُس عنایت ازلیہ کے نزدیک ثابت ہوا کہ یہ تین سبب مقتضی ہین اس امر کے لیے کہ انسان کے واسطے ایک خاص جگہہ قرار دی جاوے کہ وہان اُسکو یہ منافع حاصل ہون تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو مستعد کیا اور اُن حضرات کو حکم فرمایا کہ کعبہ شریف بناوین الخ فقط اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ یعنی اور جب آتا ہے اُن منافقین کے پاس کوئی حکم اللہ کے احکام سے مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ خواہ وہ امر جنس سے امن کے ہووے یعنی عام وعدہ اور عام بشارت ہو یا جنس سے خوف کے ہووے یعنی عام وعید اور عام انذار ہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا یہ قول مبارک ہے مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يُشْرِكْ بِاللهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ یعنی جو شخص مرا اور اُسنے اللہ تعالیٰ کا شریک نہ گردانا تو وہ جنت مین داخل ہوگا موافق اپنے عمل کے اور جیسے آنحضرت صلعم کا یہ قول مبارک ہے لَعَنَ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ یعنی جسنے اپنے کو اپنے باپ کے سوا کسی غیر کیطرف منسوب کیا یا اپنے مولا کے سوا کسی دوسرے کو مولا اختیار کیا تو اُسپر لعنت ہے اللہ تعالیٰ کی اور لعنت ہے فرشتوں کی اور لعنت ہے سب لوگون کی اور مثلاً آنحضرت صلعم کا یہ قول مبارک ہے مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَّسِيرَةِ خَمْسِينَ عَامًا یعنی جسنے ظلم کیا ذمی پر وہ نہ سونگھیگا خوشبو بہشت کی حالانکہ اُسکی خوشبو پچاس برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہے أَذَاعُوا بِهِ تو وہ منافقین وہ حکم آپس مین افشا اور شائع کرتے ہین اور یہ اشاعت اُنکے حق مین فساد کے لیے باعث ہوئی کہ اُس سے اُنکی راے مین باہم اختلاف ہوا اور اُنکا اختلاف عقائد ہوا تو منجملہ اُنکے بعضے مرجیہ ہو گئے اور بعضے عبدیہ ہوے اور اسیطرح منجملہ اُنکے بعضے جبریہ

ہو گئے اور بعضے قدریہ ہووے اور بعضے رافضیہ ہوے اور بعضے نواصب ہوے وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى
الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ یعنے اگر وہ لوگ رد کرتے یعنی رجوع کرتے اُس عام حکم
کو رسول کی راے کیطرف اور صحابہ کبار کی راے کیطرف کہ وہ صحابہ مین مجتہدین تھے اور
اولوا الامر تھے لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ تو البتہ جانتے تخصیص اُس عام کی
اور تقیید اُس مطلق کی وہ لوگ کہ استنباط کرتے ہین یعنی استخراج کرتے ہین اُس تخصیص اور
تقیید کو موارد سے کتاب اور سنت کے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ یعنی اور اگر
نہوتا اللہ کا فضل تم لوگون پر یہ کہ اُسنے رسول بھیجا اور اولوا الامر کو پیدا کیا کہ وہ استنباط
کرتے ہین اُن وجوہ کو کہ اُنکے ذریعہ سے اُن آیات اور روایات مین تطبیق دی جاتی ہے
کہ اُسمین ہر باطن کا باہم اختلاف معلوم ہوتا ہے اور اگر نہوتی تم لوگون پر اللہ کی رحمت یہ
کہ توفیق دی اللہ تعالیٰ نے اُن لوگونکو اس استنباط کی اور استنباط کی وجوہ اُن لوگونکو بے مہیا
فرمادی لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ یعنی اگر اللہ تعالیٰ ایسا فضل اور ایسی رحمت نہ فرماتا تو
روایات مختلفہ سے بعض روایت پر تم لوگ اپنی غلط فہمی کے موافق عمل کرنے سے کافر ہوجاتے
اور تم لوگون کو اُن اختلافات مین حیرت ہوتی اور اُس سے تم لوگ شک مین واقع ہوتے
کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے یا نہین اِلَّا قَلِيْلًا مگر کم لوگ بچ جاتے کہ وہ اُن مقامات مین غور
و فکر کرتے ہین کہ اُنمین ظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے اور اُسمین اوہام فاسدہ کو دخل نہین
دیتے ہین اور اُسکے بارے مین تفصیلی طور پر اعتقاد کرنے مین توقف کرتے ہین اور ایمان
اجمالی پر اکتفا کرتے ہین کہ معجزہ کے مشاہدہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ
وسلم کی تصدیق سے حاصل ہوتا ہے فقط ۸ صفر ۱۲۱۵ھ

اور آفاق کے احوال سے یہ ہے کہ ایک رئیس روساے جنوب سے کہ ملہا کی نسل سے تھا
اس غرض سے چلا کہ اہل جنوب کے خون کا انتقام اہل شرق سے لیوے تو اُسنے اہل شرق
کو پہلے کوتہ کے اطراف مین شکست دی اور پھر اُنکو رام پور کے اطراف مین شکست دی اور

پھر آگرہ کے اطراف مین شکست دی حتے کہ اہل شرق نے آگرہ کے قلعہ مین پناہ لی اور جنوب کے
لوگ آگرہ اور دہلی کے درمیان پھیل گئے اور داہنے بائین بلوہ کرنے لگے اور قرد اور
اہل شرق سے سوار اور پیادہ جسکو پایا قتل کیا اور جمنا کے کنارے متھرا کے نزدیک قیام کیا
اور متھرا ہنود کے نزدیک پرستش کرنے کے لیے ایک خاص بہتر جگہ ہے کہ وہان وہ غسل کرتے
ہین اور سر منڈاتے ہین پھر جنوب کے رئیس نے اپنی فوج کو دو گروہ کیا ایک گروہ کے
ساتھ ضروریات اور تجارت کی چیز تھی اور دوسرے گروہ کا نام فوج رکھا اور اُنکے
ساتھ صرف گھوڑے تھے اور نیزہ اور تلوار وغیرہ لڑائی کا سامان تھا اور وہ لوگ ہوا اور
دریا کے پانی کی طرح تیزی کے ساتھ جاتے تھے اُنکے پاس کوئی چیز سایہ کرنے کے لیے نہ تھی
اور نہ خیمہ تھا اور بیابان مین جاڑے کے موسم مین رات گذرانتے تھے نہ اُن لوگون مین
کسی چیز کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور نہ اُنکے ساتھ ایسے لوگ تھے کہ ضروریات کی چیز
فروخت کے لیے رکھتے ہون اور نہ اُنکے پاس آرام کا اسباب تھا اور جنگلی پھل اُنکی خوراک
تھی اُسی کو پکا کر یا خام کھایا کرتے تھے اور اُسکا عرق نکالکر پیتے تھے اور اُنکے چارپایہ
جنگل کی چیز کھاتے تھے اور وہ لوگ درختونکی شاخ وافر طور پر جلاتے تھے پھر اُنمین
سے پہلے گروہ شاہجہان آباد کی طرف چلے اور وہان پہونچکر اُسکا محاصرہ کیا اور شہر
کے لوگون پر بندوق چلائی اور چند مرتبہ شہر پناہ پر حملہ کیا اور سات رات اور آٹھ دن برابر
محاصرہ کیے رہے پھر وہان سے ناکامیاب ہوکر پھرے اور اُنپر زوال آیا اور اُنکا اقبال
ادبار کے ساتھ مبدل ہوا اور اہل شرق کا رئیس کہ اُسکے نام کے معنے ہندی مین چھوٹی
جوئین ہے وہ اپنے لوگون کے ساتھ آگرہ پہونچا اور آگرہ سے متھرا گیا اور متھرا سے
شاہجہان آباد گیا تو وہ محاصرین صرف اُسکے جوتہ اور پاؤن زمین پر مارنے سے بھاگ گئے
یعنی اُسکے آتے ہی اُسکے خوف سے بھاگے اور اہل جنوب کے دوسرے گروہ کا کہ اُسکا نام فوج تھا
اُسنے اہل شرق کا محاصرہ آگرہ سے شاہجہان آباد تک کیا اور اُنکے گرد پھرتے تھے اب جب

کوئی شاذ و نادر اُنکے لشکر سے نکل آتا تھا تو اُسکو اہل جنوب نقصان پہونچاتے تھے حتے کہ اہل شرق شاہ جہان آباد کے پاس پہونچے اور فوج مجرد نے اُنکے گرد محاصرہ کیا اور فساد کی آگ مشتعل ہوئی اور محاصرین میوات کی طرف چلے اور اُنکے رئیس نے حکم دیا کہ وہان کی زراعت کاٹ لیوین اور مواضعات کو لوٹین اور وہ رئیس اپنی فوج مجرد کے ساتھ وہان چند دن رہا پھر شمال کی جانب چلا حتے کہ پانی پت کے قریب پہونچا اور اپنی فوج مجرد کے ساتھ جمنا سے عبور کیا اور وہ سب بیس ہزار سے کم نہ تھے اور تیس ہزار سے زیادہ نہ تھے یعنی اسی کے درمیان مین تھے اور دونون نہر کے درمیان مین ٹھہرے اور یہ لشکر شمال کے کفار برہم ہوے کہ سہارنپور کے اطراف مین تھے اور فساد کی آگ مشتعل کی تو جب یہ بات اہل شرق کے رئیس کو معلوم ہوئی تو اُسنے شاہ جہان آباد سے نہایت تیزی کے ساتھ کوچ کیا اور اپنے بعضے لوگونکو پیچھے چھوڑا حتے کہ رئیس جنوبی قریب رئیس شمالی کے پہونچا پھر رئیس جنوبی نے کھاتولی کیطرف کوچ کیا پھر وہان سے میرٹھ اور ہاپوڑ اور خورجہ اور کول کیطرف چلا اور رئیس شرقی نے اُسکا تعاقب کیا کہ یوماً فیوماً اُسکے پیچھے تعاقب کرتا ہوا یہ بھی چلا جاتا تھا حتے کہ رئیس جنوبی کی ایسی طاقت نہین رہی کہ کسی ایک شہر یا ایک قصبہ مین دو دن قیام کر سکے اسواسطے کہ فوراً رئیس شرقی اُسکے پیچھے پہونچ جاتا ہے یہان تک کہ یہ واقعہ ابتک وقوع مین آیا ہے اور اللہ تعالی ہمکو اور تم لوگون کو ہر طرح کے شر اور فساد سے بچاوے اور حاصل کلام یہ کہ رئیس جنوبی کی جرأت نہین پڑتی ہے کہ اہل شرق سے جنگ کرے اور اُنکی صف مین داخل ہووے اسواسطے کہ اُنکی صف بندوق وغیرہ آلات حرب سے مستحکم ہے اور وہ لوگ جنگ آزمودہ ہین اور اہل شرق سے بھی امید نہین کہ رئیس جنوبی کو گرفتار کرین اور اس بلاد کے سکان مصیبت مین گرفتار ہین اسواسطے کہ اس بلاد مین فصل خریف نہوئی اور فصل ربیع کی بھی امید نہین غلہ کا نرخ گران ہے اور علاوہ اسکے دونون گروہ نے لوٹ اور غارت کا ہاتھ پھیلایا ہے حتے کہ اہل شرق اپنی عادت

کے خلاف اس قبیح عمل مین مشغول ہوئے ہین اور اپنی خصلت امن وامان کی ترک کی
وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ - فقط

سوال آسمان کی حقیقت کیا ہے -

جواب آسمان کے سات طبقے جدا جدا ہین ایک آسمان مین ماہتاب ہے اور دوسرے مین عطارد ہے اور تیسرے مین زہرہ ہے اور چوتھے مین آفتاب ہے اور پانچوین مین مریخ ہے اور چھٹے مین مشتری ہے اور ساتوین مین زحل ہے اور لیکن زمین کا حال یہ ہے کہ ظاہر قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ایک ہے اسکے سات حصے ہین اور ہر حصہ مین بہ نسبت دوسرے حصے کے دین اور سلطنت اور رسم اور عادات اور نباتات اور حیوانات مین فرق ہے گویا ہر حصہ ایک علیحدہ جہان ہے ایک ملک سیاہ کا ہے جیسے بربر اور زنگ اور حبش اور ایک ملک ہند ہے اور ایک ملک چین ہے اور ایک ملک ترک کا ہے اور ایک ملک فرنگیون کا ہے اور ایک ملک عرب ہے اور ایک ملک فارس ہے لیکن بعضی روایات اور حدیث مین اور بنی اسرائیل کی خبرون مین ایسا وارد ہے کہ زمین کے بھی سات طبقے ہین ہر طبقہ علیحدہ علیحدہ ہے اور درمیان مین فصل ہے اور ایک دوسرے کے نیچے ہے اور ہر ایک زمین کے نیچے پانی ہے اور ساتوین زمین کی انتہا مین ایک پتھر ہے کہ وہان کفار کے اعمال جمع ہوتے ہین اور اسکو سجین کہتے ہین اور اسکے نیچے دوزخ ہے اور ہر آسمان دوسرے آسمان کے گرداگرد ہے اور ساتون آسمان زمین کے گرداگرد ہین اور زمین موتی کی مانند مدور ہے اور آسمان ہر طرف سے اسیقدر فاصلہ زمین سے رکھتا ہے کہ جسقدر فاصلہ اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے اور جو لوگ زمین پر پانون رکھتے ہین تو وہ لوگ زمین کے جسطرف ہون انکا پانون زمین پر رہتا ہے اور انکا سر آسمان کیطرف رہتا ہے اور ستارہ اور آفتاب اور ماہتاب آسمان مین گردش کرتے ہین مشرق کیطرف سے نکلتے ہین اور مغرب کیطرف جاتے ہین اور پھر مغرب سے یہان کے اعتبار سے نیچے کی طرف کے آسمان مین گردش

کرتے ہوے پھر افق کے پاس پہونچتے ہین اور وہان سے نکلتے ہین اور ہر ایک کی ایک عام حرکت ہے کہ بیان کی گئی اور ایک خاص حرکت ہے کہ ماہتاب کا دورہ ایک مہینہ مین تمام ہوتا ہے اور آفتاب کا دورہ ایک سال مین تمام ہوتا ہے اور ایسا ہی جو باقی سیارہ ستارے ہین انمین سے بھی ہر ستارے کا دورہ ایک سال مین تمام ہوتا ہے اور ان سات سیارہ ستارون کے سوا اور جو ستارے ہین کہ انکو ثوابت کہتے ہین انکا ایک دورہ پچیس ہزار برس مین تمام ہوتا ہے فقط

سوال زلزلہ کی حقیقت کیا ہے۔

جواب حق تعالیٰ غافل بندون کو آگاہ کرنے کے لیے اور زمین کو بندون کے گناہون سے سبک کرنے کے لیے ملائکہ کو حکم فرماتا ہے کہ کسی قطعۂ زمین کو حرکت دیوین تو ملائکہ تند ہوا زمین مین داخل کرتے ہین تو اُس ہوا کی حرکت کی قوت سے زمین جنبش مین آتی ہے فقط

سوال ابر اور برق کی حقیقت کیا ہے۔

جواب زمین اور دریا سے ابخرہ اٹھتا ہے اور آسمان کی طرف جاتا ہے اور حق تعالیٰ اُس فرشتے کو کہ اُسکا نام رعد ہے حکم فرماتا ہے کہ اُس ابخرہ کو جمع کرکے کثیف بناوے تو وہی ابخرہ جب کثیف ہوجاتا ہے تو اُسکو ابر کہتے ہین پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ فرشتہ اُسمین آسمان کا اثر پہونچاتا ہے تو اُسکی قوت سے ابخرہ کا زیادہ حصہ پانی ہوجاتا ہے پھر اُس ابر کو نچوڑنے سے پانی اُس سے ٹپکتا ہے اور زمین پر گرتا ہے اور اُسکو چلانے کے لیے آتشین چابک رہتا ہے کہ اُسکو برق کہتے ہین اور جو آواز کہ آسمان کی طرف سے سنائی دیتی ہے کبھی اُس فرشتہ کی تسبیح کی آواز ہوتی ہے اور کبھی وہ فرشتہ امر و نہی اپنے تابعین کو ابر کے بارے مین کرتا ہے اور وہی آواز سنائی دیتی ہے اور کبھی اللہ کے حکم سے زمین پر پانون مارتا ہے اور اُسکو صاعقہ کہتے ہین فقط

سوال عقد نکاح کے دن کلمہ اور ایمان مجمل اور ایمان مفصل کی صفت سے زوجین کو آگاہ

کرتے ہین تو کس غرض سے کیا جاتا ہے آیا بنظر تلقین آگاہ کیا جاتا ہے یا یہ غرض ہوتی ہے کہ عقد مستحکم ہووے۔

جواب از روے شریعت کے نکاح درمیان مؤمن اور کافر کے منعقد نہین ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ انسان سے لاعلمی کی وجہ سے یا سہواً اکثر کفر کا کلمہ صادر ہو جاتا ہے اور اسکو اس امر کی خبر نہین ہوتی ہے اور جب مرد سے یا عورت سے یا دونون سے کفر کا کلمہ صادر ہوا ہوگا تو اُن دونون کے درمیان نکاح منعقد نہوگا لہذا علماے محتاطین سے متاخرین احتیاطاً ایمان مجمل اور ایمان مفصل کی صفت تلقین کرتے ہین اور اُنسے کہلاتے ہین تا نکاح اسلام کی حالت مین منعقد ہووے اور فی الواقع علماء متاخرین نے جو احتیاطاً اس امر کو عقد نکاح مین زیادہ کیا ہے تو یہ اسلامی فائدہ سے خالی نہین اور جن لوگون کو اسلام سے بہرہ نہین وہ اسکا فائدہ کیا جانین اور کیا معلوم نہین کہ اموات کی تلقین اکثر فرقۂ خلافیہ مین جاری ہے تو اُنکے نزدیک اسکی وجہ کیا ہے اسواسطے کہ سب فرقۂ اسلامیہ کا اتفاق ہے اسپر کہ ایمان بعد البعث درست نہین اور بعث سے مراد انتقال روحانی ہے فقط

فائدہ حصول مطالب اور دفع بلا کے لیے اجابۃً دعا کیجاتی ہے اور جمعیت خاطر سے مراد یہ ہے کہ یہ جانے کہ جس سے دعا کیجاتی یعنی اللہ تعالی وہ عالم الغیب ہے ظاہر اور باطن اُسکے نزدیک دونون برابر ہے اجمال اور تفصیل اور ایجاز اور تطویل یہ سب اُسکے علم کے نزدیک برابر ہے بلکہ سکوت اور کلام یہ دونون اُسکے علم کے نزدیک یکسان ہے اور کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے ؎

فی النفس حاجات وفیکم فطانة | سکوتی بیان عندکم وخطاب

یعنی اور دل مین حاجتین ہین اور تم مین دانائی ہے میرا سکوت اور خطاب یہ دونون تمھا نزدیک بیان ہے اور یہ جو لکھا تھا کہ کسی نے بیان کیا ہے کہ اس فقیر نے کہا ہے کہ سات

برس کی قید کی سزا ہاتھ کاٹنے کے عوض مین سارق کے حق مین شریعت محمدیہ کے موافق ہوسکتی ہے تو یہ خبر محض غلط ہے لوگ جو کسی قول کی نسبت اس فقیر کی طرف کرین تو صرف انکے کہنے پر اعتقاد نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ فقیر اس بلا مین سخت گرفتار ہے اس شہر کے لوگ اور اس شہر کے اطراف کے اشخاص کم فہمی سے باتین خلاف واقع نقل کرتے ہین ان لوگون کے حق مین عرب کی مشہور مثل کہ منشی کی ہجو مین کسی نے کہا ہے صادق آتی ہے اور وہ مثل یہ ہے فُلَانٌ یَسْمَعُ غَیْرَ مَا یُقَالُ لَهٗ وَیَحْفَظُ غَیْرَ مَا یَسْمَعُ وَیَکْتُبُ غَیْرَ مَا یَحْفَظُ وَیَقْرَأُ غَیْرَ مَا یَکْتُبُ یعنی فلان شخص ایسا ہے کہ اس سے جو بات کہی جاتی ہے وہ بات نہین سنتا ہے بلکہ دوسری بات سنتا ہی اور جو بات سنتا ہے وہ بات یاد نہین رکھتا ہے بلکہ اسکے سوا دوسری بات یاد رکھتا ہے اور جو بات یاد رکھتا ہے وہ نہین لکھتا ہے بلکہ اسکے سوا دوسری بات لکھتا ہے اور جو بات لکھتا ہے وہ نہین پڑھتا ہے بلکہ اسکے سوا دوسری بات پڑھتا ہے اور اسی وجہ سے ان لوگون کی صحبت اگرچہ امراض کے لاحق ہونے کی وجہ سے ترک ہوئی ہے مگر اسکو بھی غنیمت جانتا ہون اور جو کچھ بدیع ہمدانی نے اپنے وطن کے بارے مین کہا ہے وہ مین اپنے وطن کے بارے مین پاتا ہون اور بدیع ہمدانی کا وہ کلام یہ ہی شعر

ہَمَدَانُ لِی بَلَدٌ لِذْتُ بِاَرْضِهٖ ؎ لٰکِنَّهٗ مِنْ اَقْبَحِ الْبُلْدَانِ
صِبْیَانُهٗ فِی الْقُبْحِ مِثْلُ شُیُوْخِهٖ ؎ وَشُیُوْخُهٗ فِی الْعَقْلِ کَالصِّبْیَانِ

یعنی ہمدان میرا شہر ہے اسکی زمین پر مین پیدا ہوا لیکن وہ بدترین شہرون سے ہی وہان کے لڑکے قبح مین وہان کے شیوخ کے مانند ہین اور وہان کے شیوخ عقل مین لڑکون کے مانند ہین بہرحال غیبت کا دروازہ کھلا اور جس سے مین بھاگتا تھا اسی گرداب مین پڑا اور اللہ تعالی سے استعانت کے لیے التجا ہے اور اصل امر یہ ہے کہ فقیر نے بعضے اشخاص سے سنا کہ ان لوگون نے سات برس کی قید کی سزا سارق کے لیے مقرر کی ہے تو یہ سنکر فقیر نے کہا تھا کہ اسکی اصلیت حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے موافق ہی اسواسطے

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قَالُوا مَنْ وُّجِدَ فِي رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَاؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ
اور مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مین یہی معنے لکھے ہین اور فرق یہ ہے کہ اُس شریعت
مین سات برس تک سارق کو اُس شخص کا غلام قرار دیتے تھے جسکا مال چرُاتا تھا
اور مال کا وہ مالک اس امر کا مستحق ہوتا تھا کہ اُس سارق کی خدمت سے منتفع بہرہ ہووے
یہی بات لوگون نے سُنی ہوگی اور اسکو خلاف طور پر وہان نقل کیا ہوگا تمام شد۔
سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ بعض امور
ہندوستان مین اس دیار کے شہر و اہل اسلام مین ابتدا سے آج تک برابر مروج ہین اور
ظاہرا شرع کے خلاف ہین مگر رسم و رواج کے موافق کہ ہر شہر کے لوگون مین وہ امور
بطور رسم و رواج کے قرار پاگئے ہین لوگ اُسی کے مطابق عمل کرتے ہین اور رسم و رواج کو
شرع پر مقدم جانتے ہین چنانچہ منجملہ اُن امور کے ایک امر یہ ہے کہ بیوہ عورت کا نکاح
ثانی کرنا قبیح جانتے ہین اور اُسکا نکاح ثانی کرنے سے پرہیز رکھتے ہین حتے کہ اگر بیوہ
عورت نکاح ثانی پر راضی ہووے تو اُسکے ولی شرافت کی غیرت سے ہرگز اس امر کو
جائز نہ رکھین گے اور دوسرا امر یہ ہے کہ ایسے لفظ کے تکلم سے احتیاط کرتے ہین کہ باعتبار
محاورے کے اُسمین شائبہ طلاق کا پایا جاتا ہو اور اگر بالفرض کوئی شخص جہالت
اور بیغیرتی سے اسطرح کی بات کہے تو ہر شخص کے نزدیک قابل ملامت کے متصور
ہوگا بلکہ باہمی قرابت سے خارج سمجھا جاویگا اور تیسرا امر یہ ہے کہ اپنا حصہ جو بطور وراثت
کے کسی عورت کے واسطہ سے اُسکے باپ کے مال متروکہ مین ہوتا ہے وہ اُس عورت
کے عینی اور علاتی بھائی سے طلب نہین کرتے ہین اور ایسا ہی اپنا حصہ جو چچازاد بہن کے
عصبات کے واسطہ سے بصورت نہونے چچازاد بھائی کے مورث کے ترکہ مین ہوتا ہے
طلب نہین کرتے ہین اور وہ چیز متروکہ زمین مملوکہ مورث کی رہتی ہے ایسا نہین کہ وہ
اراضی معاشیہ ہو کہ اُسکی تقسیم والی ملک کے حکام کی راے کے موافق ہوتی ہے اور

چوتھا امر یہ ہے کہ میت کا لڑکا موجود رہتا ہے اور باوجود اسکے اُس میت کے پوتے کو
کہ اُسکا باپ اُس میت کے حین حیات مین مرگیا ہوتا ہے محجوب اور محروم نہین جانتے
ہین تو ایسے امور ہندوستان کے اکثر مقامات کے شرفا مین مروج ہین حالانکہ اُنہین
علما بھی ہوے ہین اور فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ نص کے مقابلے مین عرف کا اعتبار
نہین چنانچہ ظہیریہ مین لکھا ہے کہ محمد بن فضل کا قول ہے کہ ناف اُس مقام تک کہ زیر
ناف کا بال جمتا ہے ستر عورت نہین اسواسطے کہ باعتبار عمال کے معمول کے اُسکو
شرعاً ستر عورت قرار دینے مین ہرج ہے تو یہ قول ضعیف ہے اسواسطے کہ نص کے مقابلہ
مین کسی امر کے معمول ہوجانے کا اعتبار نہین یہ مضمون ظہیریہ کی عبارت کا ہے تو امور
مذکورہ کا اجرا اس دیار کے شرفا اور علما مین بلاوجہ شرعی کے نہایت موجب قباحت
ہے کہ ایسے امور پر علما کا عمل ہے اجیبوا رحمکم اللہ تعالی فقط

جواب — اشباہ و النظائر مین لکھا ہے کہ چھٹا قاعدہ یہ ہے کہ عادت حکم ہے یعنی اُسکے
اعتبار پر شرعاً حکم کیا جاتا ہے یعنی عادت کا اعتبار کرنا احکام شرعیہ مین شرعاً ثابت ہے
اور یہ قاعدہ اس اصل سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا ہے
مَا رَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ یعنی جس امر کو اہل اسلام بہتر جانین اللہ تعالے
کے نزدیک بھی وہ امر بہتر ہوگا پھر اشباہ و النظائر مین لکھا ہے کہ جاننا چاہیے کہ عادت
اور عرف کا اعتبار فقہ کے اکثر مسائل مین کیا جاتا ہے حتے کہ علما نے اسکو ایک اصل قرار
دیا ہے چنانچہ علما نے اصول مین اس امر کے بیان مین کہ حقیقت بلحاظ استعمال اور عادت
کے ترک کیجاتی ہے لکھا ہے کہ اس امر مین علما مین باہم اختلاف ہے کہ اسکی وجہ کیا ہے
کہ عادت کا عطف استعمال پر ہوا ہے تو بعضے علما نے کہا ہے کہ یہ دونون لفظ مترادف
ہین اور ہندی نے شرح مغنی مین لکھا ہے کہ عادت سے مراد وہ امر ہے کہ اُسکا استقرار نفوس مین
ہوجاوے اور وہ اُن امور سے ہو کہ اُنکا اعتبار چند مرتبہ سلیم طبائع کے نزدیک کیا گیا ہو

پھر اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ منجملہ اُن مسائل کے کہ اس قاعدے کی بنا پر استخراج کئی گئی ہین ایک یہ مسئلہ ہے کہ جاری پانی کی حد کیا ہے یعنی پانی کسقدر جاری ہووے تو شرعاً اُسکو جاری پانی کہین گے تو اصح یہ ہے کہ جسکو لوگ جاری پانی سمجھتے ہون وہی شرعاً جاری پانی قرار دیا جاویگا اور منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ کسقدر مینگنی بکری وغیرہ کی کنوین مین پڑ جاوے تو شرعاً زیادہ سمجھی جاویگی تو اس بارے مین بھی اصح یہ ہے کہ جب بکری وغیرہ کی مینگنی اسقدر زیادہ کنوین مین پڑی ہو کہ دیکھنے والا اُسکو زیادہ سمجھے تو شرعاً اُسی کو کثیر قرار دینگے اور منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ کسقدر زیادہ پانی ہووے تو شرعاً اُسکو کثیر پانی کہین گے اور وہ جاری پانی کے حکم مین ہوگا تو اس بارے مین بھی اصح یہ ہے کہ جس شخص کو اُسکے استعمال کرنے کی ضرورت ہووے اُسی کی راے پر یہ امر حوالہ کیا جاویگا تو اگر وہ اُسکو کثیر پانی سمجھیگا تو اُسکے حق مین وہ پانی شرعاً کثیر قرار پاویگا اور اگر اُسکو کثیر نہ سمجھیگا تو شرعاً اُسکے حق مین وہ پانی کثیر قرار نہ پاویگا اور دہ در دہ وغیرہ ہونے کا اعتبار نہ کیا جاویگا اور منجملہ اُن مسائل کے حیض اور نفاس کا مسئلہ ہے کہ علما نے کہا ہے کہ اگر حیض اور نفاس کی اکثر مدت کے بعد بھی خون آوے تو اُسکی اکثر مدت اُسی عورت حیض اور نفاس والی کی عادت کے موافق قرار دیجاویگی اور منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ نماز کے اندر نماز کے عمل کے سوا کسقدر زیادہ دوسرا عمل کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس امر مین بھی عرف کے اعتبار پر یہ حکم ہوگا کہ جب نماز کے اندر اسقدر کوئی دوسرا کام کرے کہ اگر اُس حالت مین کوئی شخص اُسکو دیکھے تو گمان کرے کہ وہ شخص نماز نہین پڑھتا ہے تو اُسکی نماز فاسد ہو جاویگی اور منجملہ اُن مسائل کے ایک یہ مسئلہ ہے کہ گرا ہوا پھل کسقدر کھانے سے اُس پھل کے مالک کی مرضی کے خلاف سمجھا جاویگا تو اس بارے مین بھی باعتبار عرف کے حکم ہوگا اور منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ سود کے بارے مین جس مال کی تصریح نہین اُسکے بارے مین

عرف کے اعتبار پر حکم ہوگا یعنی اگر عرف مین وہ مال ایسا سمجھا جاتا ہو کہ ناپ کر اسکو لیتے
ہون اور دیتے ہون تو شرعاً بھی وہ مال اسی قبیل سے قرار دیا جاویگا اور اگر عرف مین وہ مال
ایسا سمجھا جاتا ہو کہ وزن کر کے اسکو لیتے ہون اور دیتے ہون تو شرعاً بھی وہ مال اسی
قبیل سے قرار دیا جاویگا اور لیکن وہ مال کہ اسکے کیل یا وزن کے بارے مین نص مین
تصریح ہے تو اسمین امام ابو حنیفہ اور امام محمد علیہما الرحمتہ کے نزدیک عرف کا اعتبار نہین بخلاف
امام ابو یوسف علیہ الرحمتہ کے کہ انکے نزدیک اسمین بھی عرف کا اعتبار ہے اور پھر اشباہ
والنظائر مین لکھا ہے کہ مبحث ثانی یہ ہے کہ کسی چیز کی عادت ہونے کا صرف اُس صورت
مین اعتبار کیا جاویگا کہ غالب اور اکثر اوقات مین لوگون مین اسکا معمول ہووے اور
اسی وجہ سے علمار نے بیع کے معاملہ مین کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کے ہاتھ کوئی مال
فروخت کیا اور اُسکی قیمت کے بارے مین مطلقاً درہم یا دینار کے تعیین ہوئی اور
وہ دونون شخص ایسے شہر مین ہین کہ وہان مختلف مالیت کا چند طرح کا درہم اور دینار
رائج ہے اور بعض کا رواج زیادہ ہے اور بعض کا کم ہے تو جس طرح کے درہم اور دینار کا
رواج زیادہ ہوگا وہی شرعاً اُس معاملہ مین قرار دیا جاویگا چنانچہ ہدایہ مین لکھا ہے کہ وہی
متعارف ہے تو درہم یا دینار مطلقاً ذکر کرنے سے وہی درہم یا دینار قرار دیا جاویگا جو متعارف
ہے پھر اشباہ والنظائر مین عرف اور شرع مین باہم تعارض ہونے کے بارے مین لکھا ہے
کہ جب عرف اور شرع مین باہم تعارض ہووے تو استعمال کے بارے مین جو عرف ہوگا وہی
مقدم سمجھا جاویگا خصوصاً قسم کے مسائل مین تو مثلاً جب کسی شخص نے قسم کھا کر کہا کہ فرش پر
نہ بیٹھونگا یا یہ کہا کہ بساط پر نہ بیٹھونگا یا یہ کہا کہ سراج کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھاونگا تو وہ شخص
اُس صورت مین حانث نہوگا کہ زمین پر بیٹھے اور نہ اُس صورت مین حانث ہوگا کہ آفتاب
کی روشنی سے فائدہ اٹھاوے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین زمین کو فراش اور
بساط فرمایا ہے اور سراج کا لفظ شمس کے معنے مین ارشاد فرمایا ہے اور اگر کسی شخص نے

قسم کہا کر کہا کہ گوشت نہ کہاؤنگا تو مچھلی کا گوشت کہانے سے حانث نہوگا اگرچہ اللہ تعالے
نے قرآن شریف مین لحم کا لفظ مچھلی کے گوشت کے معنی مین ارشاد فرمایا ہے اور اگر کسی شخص
نے قسم کہا کر کہا کہ دابہ پر سوار نہونگا تو وہ اُس صورت مین حانث نہوگا کہ مثلاً پالکی پر
سوار ہووے اور وہ پالکی کفار لیجاوین اگرچہ اللہ تعالی نے کفار کو دابہ ارشاد فرمایا ہے
اور اگر قسم کہا کر کہا کہ سقف کے نیچے نہ بیٹہونگا اور اُسکے بعد آسمان کے نیچے بیٹہا تو حانث
نہوگا اگرچہ اللہ تعالی نے آسمان کو سقف ارشاد فرمایا ہے پہر اشباہ والنظائر مین لکہا ہے
کہ عادت مستمرہ کیا بمنزلہ شرط کے قرار پاویگی تو ظہیریہ مین لکہا ہے کہ معروف باعتبار عرف کے
مانند مشروط کے ہے باعتبار شرط کے یہ مضمون ظہیریہ کی عبارت کا ہے اور علماء نے اجارہ
کے بیان مین کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کپڑا درزی کو سینے کے لیے دیا یا رنگریز کو
رنگنے کے لیے دیا اور اُسکی اجرت مقرر نہ کی پہر اُن دونون مین اختلاف واقع ہوا کہ اس
کام کی اجرت واجب ہوئی یا نہین اور وہان عادت ہے یعنی معمول ہے کہ یہ کام اجرت پر
کیا جاتا ہے تو یہ عادت بمنزلہ اجرت کی شرط کے قرار دیجاویگی یا نہین تو اس مسئلہ مین اختلاف
ہے امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اس معاملہ مین اجرت نہین اور امام ابویوسف علیہ الرحمۃ
نے فرمایا ہے کہ اگر رنگریز صاحب پیشہ ہووے یا صاحب پیشہ نہو مگر یہ کام اجرت پر کرتا ہو
تو واجب ہوگا کہ اُسکو اجرت دیجاوے اور اگر وہ صاحب پیشہ نہو اور نہ یہ کام اجرت پر
کرتا ہو تو اُسکے لیے اجرت ثابت نہوگی اور امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ بات
مشہور ہووے کہ وہ رنگریز رنگنے کا کام اجرت پر کرتا ہے اور اُسکے حال سے معلوم
ہووے کہ یہ کام کرتا ہے تو اُسی کے قول کے موافق شرعاً حکم دیا جاویگا ورنہ صرف ظاہر
عادت کا اعتبار نہین اور زیلعی نے کہا ہے کہ فتوے امام محمد علیہ الرحمۃ کے قول پر ہے اور
اس بارے مین رنگریز کی کچہ خصوصیت نہین بلکہ عام طور پر جو کاریگر ایسا ہو کہ اجرت پر
کوئی کام کرتا ہو اُسکے بارے مین یہی حکم ہوگا اسواسطے کہ ایسے مقام مین سکوت بمنزلہ شرط

کے قرار دیا جاتا ہے تو اللہ تعالی کی حمد کرتا ہون اور اسکی توفیق سے کہتا ہون کہ جب اس مقدمہ کی تمہید بیان کی گئی اور عرف اور عادت کے معنی ظاہر ہوے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اکثر مسائل اس بنا پر استخراج کیے گیے ہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عرف شرع پر مقدم ہے بشرطیکہ عرف نص کی تصریح کے خلاف نہو تو اب جاننا چاہیے کہ پہلی صورت کے بارے مین جواب یہ ہے کہ بیوہ عورتین کہ ایمان کی قوت سے اسقدر صابر اور اپنے نفس پر جابر ہووین کہ غیرت کی وجہ سے نکاح ثانی سے پرہیز کرین اور اپنے لیے نکاح ثانی کو روا نہ رکھین اسواسطے کہ کفار اس بارے مین طعن کرتے ہین کہ دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کیا جاوے اور اس امر کو رذیل اور خسیس قوم کی خصوصیت سے جانتے ہین اور شرافت کے خلاف سمجھتے ہین تو ایسی حالت مین ان بیوہ عورتونکا اللہ تعالی کے نزدیک اعلی درجہ اور بلند مرتبہ ہوگا اور فی الجملہ ایسی بیوہ عورتون کو مشابہت حضرت سرور کائنات کی ازواج مطہرات رضی کے حال کے ساتھ ہوگی اور انکی پیروی حاصل ہو سکتی ہے البتہ امتناع کی علت مین فرق ہے اور بالفرض اگر وہ نکاح ثانی پر راضی بھی ہووین اور انکے ولی کی جانب سے ممانعت ظہور مین آوی تو اسمین بھی شرع کی مخالفت لازم نہین آتی ہے اسواسطے کہ بعضے مقام اور بعضے امور مین اس لحاظ سے کہ اسمین کسی امر کے کرنے یا نہ کرنے مین غیرت ہوتی ہو اور شرافت مین خلل آتا ہو اور ایسی صفت کی نسبت اپنی طرف ہونے کا خوف ہووے کہ باعتبار عرف کے نہایت مذموم ہو تو ایسی صورت مین شرع سے تجاوز کرنے کو علماء نے مستحسن جانا ہے چنانچہ یہ امر اس صحیح حدیث سے کہ مسلم مین ہے مستنبط اور مستفاد ہوتا ہے اور وہ حدیث یہ ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ وَجَدْتُّ مَعَ اَهْلِیْ رَجُلًا لَمْ اَمَسَّهٗ حَتّٰی اٰتِیَ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم نَعَمْ قَالَ كَلَّا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنْ كُنْتُ لَاُعَاجِلُهٗ بِالسَّیْفِ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اِسْمَعُوْا اِلٰی مَا یَقُوْلُ سَیِّدُكُمْ اِنَّهٗ لَغَیُوْرٌ وَاَنَا اَغْیَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْیَرُ مِنِّیْ

یعنی روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ کہا سعد بن عبادہؓ نے کہ اگر مین اپنے اہل کے ساتھ کسی مرد کو پاؤن تو کیا اُس مرد کے ساتھ تعرض نہ کرونگا جبتک کہ چار گواہ نہ لے آؤنگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ ہان تو سعد بن عبادہ نے کہا کہ ہرگز نہین قسم ہے اُس ذات کی کہ اُسنے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے کہ مین اسکے قبل اُسکا علاج تلوار سے کرونگا یعنی اُسکو قتل کر ڈالونگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سنو وہ بات کہ تمھارے سردار کہتے ہین یہ نہایت صاحب غیرت ہین اور مین انسے بھی زیادہ صاحب غیرت ہون اور اللہ تعالی مجھسے بھی زیادہ صاحب غیرت ہے اور صحیح بخاری مین بھی یہ حدیث کچھ کم تفاوت کے ساتھ وارد ہے تو اس مقام مین سعد بن عبادہ نے نہایت زیادتی غیرت کی وجہ سے قتل کرنے کو اختیار کیا اور اس مقام مین قتل کرنے کو اختیار کرنا شرع کی حد سے تجاوز کرنا ہے مگر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اُنکی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ سعد ایک شخص نہایت صاحب غیرت ہین اور مین سعد سے بھی زیادہ صاحب غیرت ہون اور اللہ تعالی مجھ سے بھی زیادہ صاحب غیرت ہے اور دوسری حدیث مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وَمِنْ غَیْرَتِہٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ یعنی اور اللہ تعالی کی غیرت سے ہے کہ اُسنے ظاہر اور باطن ہر طرح کے فحش امور کو حرام فرمایا تو جس صورت مین کہ بیوہ عورت کا نکاح صرف مباح ہووے کرنا اور نکرنا دونون برابر ہو ایسا نہو کہ بلحاظ اُسکی خواہش کے یا باعتبار زمانہ کی حالت کے ضروری ہووے تو ایسی صورت مین اگر ولی کیطرف سے ممانعت وقوع مین آوے تو حد شرعی سے تجاوز کرنے مین یہ اُس قتل کرنے سے زیادہ نہو گا کہ سعد بن عبادہ نے اختیار کیا تھا اور دوسری صورت کے بارے مین جواب یہ ہے کہ جس لفظ کے معنے مین طلاق کے مفہوم کا شائبہ پایا جاتا ہے اُسکے استعمال کرنے سے لوگ اسیوجہ سے احتیاط کرتے ہین کہ دوسرے

شوہر کے ساتھ نکاح کرنا اس دیار مین غیابین شرفا کے نہایت مستنکرہ سمجھا جاتا ہے
اور قطعاً متروک ہے تو ایسی حالت مین عورتونکو طلاق دینا گویا فی الواقع انکو ہلاک کرنا ہے
اور طلاق اگرچہ مباح ہے لیکن ابغض مباحات ہے تو طلاق سے احتیاط کرنا احسن اخلاق
مین داخل ہے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے روایت
کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ
یعنی حلال چیزون مین بہت زیادہ ناپسند اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے یہ حدیث ابوداؤد
نے روایت کی ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھون نے کہا
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ یَا مُعَاذُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ شَیْئاً عَلٰی وَجْہِ
الْاَرْضِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْعِتَاقِ وَلَا خَلَقَ اللّٰہُ شَیْئاً عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَیْہِ مِنَ الطَّلَاقِ
یعنی اے معاذ نہ پیدا کی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز ایسی زمین پر کہ زیادہ پسند ہو اللہ تعالیٰ کو
غلام کے آزاد کرنے سے اور نہ پیدا کی اللہ نے کوئی ایسی چیز زمین پر کہ زیادہ ناپسند ہو اللہ تعالیٰ
کو طلاق سے روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے اور تیسری صورت کے بارے مین جواب
یہ ہے کہ لڑکی کہ اپنا حصہ باپ کے ترکہ مین کہ اراضی مملوکہ ہووے بصورت موجود ہونے
لڑکے کے نہین پاتی ہے تو اسکی وجہ یہ نہین کہ کفار ہند کی پیروی کے لحاظ سے لڑکی کو
حصہ نہین دیتے ہین اور اس خیال سے اہل اسلام نے میراث کی آیت قطعی کے خلاف معاذ اللہ
کفار ہند کا یہ مذہب اختیار کیا ہے اور ایسا خیال کسطرح ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اگر یہ امر ہوتا
تو عصبات کے موجود رہتے ہوئے لڑکی کو کیون حصہ دیتے کیونکہ کفار ہند لڑکی کو کسی صورت
مین حصہ نہین دیتے ہین اگر لڑکا نہ ہو تو دوسرے عصبات کو دیتے ہین بلکہ اسکی وجہ یہ ہے
کہ جب اہل اسلام کی اخوات نے رسم و رواج ہنود کا دیکھا اور سنا تو فرط محبت سے
کہ ہمشیرہ کو بھائی کے ساتھ ہوتی ہے اپنے حصے سے دست بردار ہوئین اور اپنی رضامندی
سے اپنا حصہ نہ لیا اور اس دعوے سے دست بردار ہونے کے کلمات سے آج تک انکا

ور دو زبان ہے اور بالاتفاق کہتی ہین کہ اُس ہمشیر کی زبان کٹی ہوئی بہتر ہے کہ وہ اپنے حصہ کا دعوے زبان پر لاوے اور یہ بات ہندی زبان مین اس دیار کے شرفا کی ہمشیرون مین مشہور اور معروف ہے اور یہ بات تواتر کی حد کو پہونچی ہے تو یہ امر کہ متعارف ہو گیا ہے اور اسکی عادت مستمرہ قرار پائی ہے نص کے خلاف نہین چنانچہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے ذکر الامام المعروف بخواہر زادہ الحق الموصی له وحق الوارث قبل القسمة غیر متاکد یحتمل السقوط بالاسقاط یعنی جس شخص کے حق مین وصیت کی گئی ہو اسکا حق اور وارث کا حق قبل تقسیم ہونے ترکہ کے مؤکد نہین بلکہ حقدار کے ساقط کر دینے سے ساقط ہو جاتا ہے اور یہ احسان کہ اخوات کی طرف سے بھائیونکے حق مین وقوع مین آتا ہے اُسکے صلہ مین بھائیونکی طرف سے اخوات کے حق مین خصوصاً لڑکون کی پیدایش اور شادی مین احسان کرنے کے لیے اکثر رسم و رواج قرار پایا ہے اور وہ حقوق بحسب مقدور ادا کرنے مین بھائیونکے لیے عذر اور انکار کی کوئی جگہ باقی نہین بلکہ ایسے مقامات مین اخوات کا جسقدر تقاضا اپنے حقوق مروجہ کے لیے زیادہ ہوتا ہے وہ بھائیونکے حق مین سرور اور انبساط کے لیے زیادہ باعث ہوتا ہے تو اگر کوئی شخص غور کرے اور اخوات کی رضامندی جو موروثی حصہ نہ لینے کے بارے مین ہوتا ہے اُسکو اس حقوق مروجہ کے عوض سمجھے تو ممکن ہے کہ فقہ کی کتابون سے ایسی دوسری صورت بھی استخراج کر سکے اور منجملہ اخوات کے کسی نے کبھی اپنے حصہ کا دعوے کیا ہے تو اُسکے بھائیون نے اُسکے ساتھ مصالحہ کر کے اُسکو راضی کیا ہے لیکن ایسا شاذ و نادر کبھی وقوع مین آیا ہے اور نادر کی بنا پر حکم نہین کر سکتے ہین اسواسطے کہ عادت کا اعتبار صرف اُسی صورت مین کیا جاتا ہے کہ وہ عادت غالب ہووے اور عام طور پر شائع ہو چنانچہ اوپر اُسکا ذکر کیا گیا ہے اور مواہب الرحمٰن کی کتاب السرقہ مین لکھا ہے کہ جواب مین امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے اس قول کے کہ اُس شخص پر حد جاری کیجاویگی کہ اسلحہ کے ساتھ قطع طریق کے لیے شہر مین یا قریہ مین یا درمیان دو قریہ کے باہر نکلے بعض متاخرین

نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے اسکا جواب دیا اپنے اہل زمانہ کی عادت کی بنا پر
اسواسطے کہ لوگ شہر مین اور قریہ مین دیہہ کے اپنے ساتھ اسلحہ لیکر نکلا کرتے تھے تو چاہیے کہ قاطع
طریق کا بھی یہ فعل اسی پر حمل کیا جاوے اور اگر اسکے خلاف کبھی نادر طور پر متحقق ہووے
تو اُسکی بنا پر حکم نہ دیا جاویگا اور ایسا ہی عصبات نے بھی کہ اکثر چچازاد بھائی ہین اپنے چچازاد
اخوات سے بصورت نہ ہونے چچازاد بھائی کے اپنا حصہ چچازاد اخوات سے نہ لیا ہے اور
اپنے حق سے دست بردار ہوئے ہین بلکہ اسکو قبیح جانتا ہے اور یہ خیال کیا ہے کہ ہمنے
اپنے باپ کا حصہ لیا ہے تو اب اپنے چچا کے حصہ سے اپنے چچا کی لڑکی سے حصہ نہ لیونگے
اور یہ تغافل بھی اس دیار مین رسم و رواج ہو گیا ہے یہی رواج ہر شہر مین ہے اور ظاہر ہے
کہ یہ معنے شرع کے خلاف نہین ورنہ اگر دعوے کرین تو کسی کو منع کرنے کا حق نہین پہونچتا ہے
بلکہ وہ خود دعوے نہین کرتے ہین باقی اب ایک دوسری صورت رہی اور وہ صورت یہ ہے
کہ اگر ہمشیر نے عادت کے موافق سکوت اختیار کیا اور دعوے کرنیکا یا دست بردار ہونے کا
کلمہ کسی نے اُسکی زبان سے نہ سنا اور اُنکے باپ کا ترکہ اُنکے بھائی کے قبضے اور تصرف مین رہا
اور پھر ہمشیر اور بھائی دونون فوت ہو وے اور ہمشیر علاتی کی اولاد سے جو لوگ ہین
وہ بھائی کی اولاد سے اپنی مان کے حصہ کا یا اپنی جدہ کے حصہ کا دعوے کرتے ہین تو
بھائی کی اولاد سے جو لوگ ہین وہ جواب دیتے ہین کہ اخوات نے اس دیار کے رسم و رواج
کے موافق اپنا حصہ نہ لیا اور اپنے حق سے دست بردار ہوئین اُسی خیال سے ہمشیر کی اولاد
کو حصہ دینا منظور نہین کرتے ہین تو عرف مذکور کا اس صورت مین اعتبار ہے تو کہتا ہون
کہ اس مسئلہ کا جواب چوتھی صورت کے جواب کے ضمن مین ہو جاتا ہے اور اُسی کے جواب
سے اسکا جواب بھی معلوم ہو جاتا ہے تو اُس صورت مین غور کرنا چاہیے اور چوتھی صورت
کا جواب یہی ہے کہ رسم و رواج اس دیار کے شرفا مین یہ ہے کہ اولاد محجوب المیراث کو
مورث محجوب نہین کرتے ہین مثلاً کسی شخص کے دو لڑکے ہین اور منجملہ اُن دونون لڑکون

کے ایک لڑکا زوجہ اور اولاد کو چھوڑ کر اپنے باپ کے سامنے فوت ہوا تو ایسی صورت مین رسم و رواج یہ ہے کہ اپنے عین حیات مین اپنا مال اور اپنی ملکیت تقسیم کرتے ہین اور بمقتضائے غیرت اور بلحاظ شرافت کے پسر متوفی کی زوجہ اور اولاد کو محروم اور محجوب نہین کرتے ہین اور چونکہ باپ اپنی ملکیت کا مالک رہتا ہے اسواسطے اپنی تجویز سے تقسیم کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ رسم و رواج شریعت کے خلاف نہین اور یہ رسم اس دیار کے شرفا مین کیون جاری ہوئی اسواسطے کہ بیوہ عورتین غیرت اور شرافت کی وجہ سے نکاح ثانی سے پرہیز رکھتی ہین اور اس بارے مین صبر کرنا شرافت کے لوازم سے جانتی ہین تو اگر مورث انکو اور انکی اولاد کو محروم کر دے تو انکی کفالت کون شخص کریگا اور انکی عفت اور عصمت کسطرح محفوظ رہیگی اور بیوہ عورتون اور یتیمونکی کفالت اور غمخواری کرنی اہل اسلام کے بہترین خصائل سے ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اَلسَّاعِی عَلَی الْاَرْمِلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاهِدِ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ یعنی خبر گیری کرنے والا بیوہ عورتون اور مسکینون کا اس شخص کے مانند ہے کہ اللہ کی راہ مین جہاد کرتا ہے بلکہ یہ رسم کہ اس دیار کے شرفا نے اسکو رواج دیا ہے نوع انسان کے بہترین خصائل سے ہے شعر اور قصیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کے چچا ابوطالب نے آنحضرت صلعم کی بعثت کے قبل آنحضرت صلعم کی مدح مین کہا تھا صحیح بخاری مین مذکور ہے کہ اس صفت کے ساتھ توصیف کی کہ کہا ہے ؎

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ۔۔۔ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ

یعنی آپ کا رنگ ایسا خوشنما ہے کہ آپ کے چہرہ مبارک کے دیدار سے ابر سیراب ہوتا ہے آپ کوشش فرماتے ہین یتیمون کی پرورش مین اور بیوہ عورتونکی عصمت محفوظ رہنے مین اور اگر احیاناً کسی مورث نے اپنے سامنے اپنی ملکیت تقسیم نہ کی اور اپنے پسر متوفی کی زوجہ اور اولاد کو زبانی یا تحریر کے ذریعہ سے محروم بھی نہ کیا تو اس صورت مین بھی جب وہ فوت ہوتا ہے تو اسکے پسر متوفی کی اولاد سے جو لوگ رہتے ہین باوجودیکہ شرعاً محجوب ہوتے

ہین لیکن وہ بھی حصہ لیتے ہین اور اگر دوسرا لڑکا یا دوسرے لڑکے کی اولاد سے جو لوگ رہتے ہین انکار کرتے ہین اور منازعت کے ساتھ پیش آتے ہین تو اُس شہر کے رؤسا اتفاق کر کے اسی عرف کے موافق کہ متعارف ہے پسر متوفی کی اولاد کو بھی حصہ دلواتے ہین اور اس دیار کے سب شرفا ہین کہ منجملہ اُنکے اکثر علما و دیندار گذرے ہین سب کے یہان ہمیشہ سے یہی رسم و رواج جاری ہے اور مورث کے سکوت کو رسم و رواج کے موافق بمنزلہ تقسیم کرنے اور دینے مورث کے جانتے ہین اسواسطے کہ بعضے مقام مین ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض مورث کہ بلا تقسیم اپنے مال کے فوت ہوا ہے خود اپنے مورث محجوب المیراث کے حصہ پر متصرف رہا ہے تو ایسے مقام مین سکوت بمنزلہ شرط کرنے کے مال دینے کے واسطے اور بمنزلہ تقسیم کرنے کے قرار دیا جاویگا چنانچہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ منجملہ اُن مسائل کے کہ اُنکی سے معلوم ہوتا ہے کہ معروف مانند مشروط ہی ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر باپ نے اپنی لڑکی کو جہیز دیا اور اس جہیز کا مال اُس لڑکی کو حوالے کر دیا پھر اُسنے دعوے کیا کہ یہ مال بطور عاریت کے دیا گیا تھا لیکن اس امر کے لیے گواہ نہین ہین تو اس بارے مین علما مین اختلاف ہے اور فتوے اسپر ہے کہ اگر عرف مین عام طور پر مفہوم ہوتا ہو کہ باپ جہیز کا مال لڑکی کو بطور ملکیت کے حوالے کرتا ہے نہ بطور عاریت کے تو باپ کا قول قبول نہ کیا جاویگا اور اگر عرف مشترک ہو تو باپ کا قول قبول کیا جاویگا ایسا ہی ابن دہبان کی شرح منظومہ مین لکھا ہے اور قاضی خان نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ باپ اگر شرفا سے ہو تو اُسکا قول قبول نہ کیا جاویگا اور اگر اوسط درجہ کے لوگون سے ہو تو اُسکے قول کے موافق حکم دیا جاویگا اور قاضی نے کبریٰ مین لکھا ہے کہ لڑکی کی موت کے بعد اُسکے شوہر کے قول کے موافق حکم دیا جاویگا اور اگر لڑکی کا باپ وہ قول تسلیم نہ کرے تو اُسپر لازم ہوگا کہ گواہ دیوے اسواسطے کہ ظاہر حال زوج کے لیے شاہد ہے جیسے کسی شخص نے کپڑا دھوبی کو دھونے کے لیے دیا اور اجرت کا ذکر نہ کیا تو یہ امر اجارہ پر حمل کیا جاوے گا اسواسطے کہ

ظاہر حال کی شہادت سے یہی ثابت ہوتا ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اُس شہر کے رؤسا
کے باہمی معاملہ کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ صورت مذکورہ مین مورث کا سکوت بمنزلہ
تقسیم کرنے اور دینے مال کے قرار دینا چاہیے واللہ اعلم بالصواب اور اگر کوئی کہے کہ لڑکیون
کے سکوت کو باعتبار عرف کے اپنے حق سے دست بردار ہوجانے کی رضامندی پر حمل کیا
جاوے اور نص کے خلاف اُسکا اعتبار کیا جاوے تو اسکے لیے کوئی وجہ ثابت ہے مگر
محجوب المیراث کی اولاد کے دعوے کرنے کی صورت مین سکوت کا حمل اس معنی پر کرنا مشکل
ہے اسواسطے کہ اُنکا دعوے اگر وراثت کی بنا پر ہے تو وراثت کہان ہے یعنی وہ وارث
نہین ہین اور اگر اُنکا دعوے ہبہ کی بنا پر ہے تو ہبہ کی شروط مفقود ہین تو اس عرف کا
اجرا محجوب کی اولاد کے حق مین اُس صورت مین کہ مورث نے سکوت کیا ہے شریعت کے
موافق قرار دینا دشوار ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اصل حال اس عرف کے اجرا مین یہ ہے
کہ محجوب المیراث کی اولاد سے جو لوگ ہین وہ جواب دیتے ہین کہ جب ہمارے مورث اور اس
شہر کے سب رؤسا ہمیشہ کے رسم ورواج کے موافق محجوب المیراث کے حصہ پر متصرف رہتے
ہین تو اُسکے سکوت کو اُسکی اس رضامندی پر کہ ہمارا حصہ اُسکی ملکیت سے ہمکو دیا جاوے
اگر حمل نہ کرین تو قطع نظر اسکے کہ یہ امر مورث پر طعن ہونے کے لیے باعث ہوتا ہے
کہ اُسنے ہمیشہ کے معمول اور برادری کے رسم ورواج کے خلاف کیا ہے اشخاص موجودہ
پر لازم ہے کہ جو لوگ محجوب المیراث کے حصے پر متصرف ہودین وہ دست بردار ہوجاوین
اور سب لوگ اس رسم ورواج کو قطعاً موقوف کردین اور اُس شہر کے رؤسا اس امر کو جائز
نہین رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ اِس سے حرج عظیم لازم آویگا اور اُن امور کے
انتظام مین کہ ابتدا سے آج تک سب مین جاری ہین خلل واقع ہوگا اور وہ امور متعارف
ہین کہ مورث اپنے سامنے خواہ تحریر کے ذریعہ سے یا زبانی لوگون کے مقابلے مین اقرار کرتا ہے
اور کہتا ہے کہ جسطرح یہ لڑکا میرے بعد میرے مال متروکہ کا مالک ہوگا اُسیطرح میرے پسر

متوفی کی اولاد سے جو ہونگے وہ بھی اُس مال مین اپنے حصہ کے مالک ہونگے چاہیئے کہ میرے بعد اپنا اپنا حصہ اپنے تصرف مین لے آوین اور محجوب ہونے کی حجت اپنے سامنے تقریر یا تحریر کے ذریعہ سے برطرف کر دیتا ہے اور منجملہ اُن لوگون کے کسی کا سکوت کرنا نہایت کم اور نادر ہے تو سکوت کی حالت مین بھی عرف کے موافق عمل کیا جاوے گا اور اگر کوئی شخص کہے کہ جب مورث فوت ہوتا ہے تو اُسکے ورثہ اُسکے مال متروکہ کے مالک ہو جاتے ہین تو مورث کی وفات کے بعد اُسکی تقریر اور تحریر مذکور سے نہ ہبہ ثابت ہو گا اور نہ حجت رفع ہو گی تو اسکا جواب یہ ہے کہ مورث کی تقریر اور تحریر مذکور سے اُسکے پسر متوفی کی اولاد کے حق مین ہبہ ثابت ہو جاویگا اور یہ امر فقہا کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے اِذَا وَھَبَ الْاَبُ لِطِفْلِہٖ تَمَّ بِالْعَقْدِ یعنی جب ہبہ کرے باپ اپنے طفل کے حق مین تو وہ ہبہ صرف عقد کے ذریعہ سے کامل ہو جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مورث کی صرف تقریر اور تحریر سے ہبہ مذکورہ کامل ہو جاویگا خصوصاً اراضی معلوکہ خراجیہ مین کہ اُسپر قبضہ دلانا حکام کے اختیار مین ہے تو مورث کی تحریر اُسکے ہبہ کے بارے مین اُسکی اولاد کے حق مین کافی ہو گی اور ان وجوہ سے ہندوستان مین جو عرف ہے اور رسم و رواج ہے کہ اُسکا ذکر اوپر ہوا ہے شرع کے موافق ثابت ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

رد جواب از جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی مجیب کا جو

یہ قول ہے کہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ عادت حکم ہے اس قول کے آخر تک تو اسکے جواب مین مین کہتا ہون کہ عادت اور عرف کا ہونا فقہا کے نزدیک ایک امر مسلم ہے لیکن کلام اسمین ہے کہ وہ کس محل مین حکم ہے اور ظاہر ہے کہ شرع کے خلاف جو عادت ہو یا عرف ہو اُسکا اعتبار نہین اسواسطے کہ مثلاً جس شخص کو شراب کی عادت ہو اُسکے لیے شراب ہرگز حلال نہین اور ایسا ہی اگر اہل شہر کی عادت شرع کے خلاف ہو مثلاً اُنکی عادت ہو کہ نماز ترک کرتے ہون اور ستر عورت نہ چھپاتے ہون تو ایسا نہین کہ اُنسے تعرض

نہ کیا جاوے بلکہ اُنکو حکم کیا جاویگا کہ یہ عادت چھوڑ دین اوسکی دلیل یہ ہے کہ علماء صحابہ رض
کے زمانے سے ابتک اُن لوگون کو برابر منع کرتے رہے جنکو عادت ایسے امور کی رہی تو
معلوم ہوا کہ عادت اور عرف کے مطابق اُسوقت حکم دیا جاویگا کہ جب کسی امر مین اشتباہ
واقع ہووے کہ شرعًا اسمین کیا حکم ہونا چاہیے خصوصًا اُسوقت عادت اور عرف پر زیادہ
لحاظ کرنا چاہیے کہ جب الفاظ استعمال کیے جاوین اور اس امر مین اشتباہ واقع ہووے
کہ اُس سے مراد اُسکے شرعی معنے ہین یا عرفی معنی ہین کہ وہ الفاظ اُس معنی مین عرف
اور عادت کے موافق استعمال کیئے جاتے ہین جیسے قسم اور اجارہ اور بیع کے
معاملات ہین اسواسطے کہ اسطرح کے امور مین ایسی صریح نص نہین کہ اُس سے ثابت
ہوتا ہو کہ اُن الفاظ کو صرف شرعی معنی مراد ہین جو اسطرح کے امور مین استعمال کیے جاتے
ہین بخلاف اُن امور کے جو طلاق اور عتاق اور نکاح کے مانند ہین اسواسطے کہ نص سے
ثابت ہے کہ ایسے امور مین جو صریح الفاظ ہین اُنکا حمل اُنکے صرف شرعی معنی پر کیا جاویگا
حتے کہ اگر اُن الفاظ سے کسی شخص کا مقصود کوئی دوسرے معنی ہون تو اُسکا اعتبار نہ کیا جاویگا
نہ دیانۃً اور نہ قضاءً بلکہ اُن الفاظ کے شرعی معنے کے مطابق اُس شخص کے بارے
مین شرعی حکم قرار پاویگا اور جب اس تمہید سے فراغت ہوئی تو اب ہم کہتے ہین کہ صاحب
اشباہ نے جو جاری پانی کی حد کے بارے مین لکھا ہے کہ اصح یہ ہے کہ جاری پانی شرعًا
وہی قرار دیا جاویگا جسکو لوگ سمجھتے ہون کہ یہ پانی جاری ہے تو یہ محل نزاع سے نہین اسواسطے
کہ جاری کی تصریح کسی نص مین مذکور نہین تو ضرور ہوا کہ اُسکا حمل اُسکے عرفی معنے پر کیا
جاوے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ کسقدر مینگنی
بکری وغیرہ کی کنوین مین پڑ جاوے تو شرعًا زیادہ سمجھی جاویگی تو اسکا جواب یہ ہے
کہ کثرت امور اضافیہ ہے چنانچہ اکثر چیز ہے کہ کبھی وہ کم بھی ہوتی ہے تو زیادہ سمجھی جاتی ہے
بہ نسبت اُسکے کہ اُس سے بھی کم ہو اور کبھی زیادہ بھی ہوتی ہے تو کم سمجھی جاتی ہے

بہ نسبت اُسکے کہ اُس سے بھی زیادہ ہو اور شرع مین نص مین کثرت کی حد اس مسئلہ مین وارد نہین تو ضرور ہوا کہ اُسکا حمل اُسکے عرفی معنے پر کیا جاوے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اصح یہ ہے کہ جس شخص کو اُسکے استعمال کی ضرورت ہووی اُسی کی راے پر یہ امر حوالہ کیا جاویگا تو اس سے یہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ عادت کے موافق حکم دیا جاوے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اُسکی راے پر حوالے کیا جاویگا اور یہ مراد نہین کہ اُسکی عادت کے موافق حکم دیا جاویگا اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ حیض اور نفاس کی اکثر مدت عورت کی عادت کے موافق قرار دیجاویگی تو یہ بھی محل نزاع سے نہین اسواسطے کہ خود شارع نے ایسے امور مین عادت پر دارمدار حکم کا رکھا ہے اور ایسا ہی مجیب کا یہ قول بھی ہے کہ منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ نماز کے اندر نماز کے عمل کے سوا کسقدر زیادہ دوسرا عمل کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے تو اس امر مین بھی عرف کے اعتبار پر حکم ہوگا کہ جب نماز کے اندر اسقدر کوئی دوسرا کام کرے کہ اگر اُس حالت مین کوئی شخص اُسکو دیکھے تو گمان کرے کہ وہ شخص نماز نہین پڑھتا ہے تو اُسکی نماز فاسد ہو جاوے گی یعنی یہ بھی محل نزاع سے نہین اسواسطے کہ عمل کثیر کی حد شارع نے بیان نہ کی اور یہ امور اضافیہ سے ہے تو ضرور ہوا کہ اس بارے مین عرف کے موافق حکم دیا جاوے اور اسمین یہ بھی تامل ہے کہ اس صورت مین نماز کے فاسد ہونے کا حکم عرف کی بنا پر نہین بلکہ دیکھنے والے کے گمان کے اعتبار پر ہے کہ وہ گمان کرے کہ یہ شخص نماز نہین پڑھتا ہے اور ان دونون امر مین یون بعد ہے تو چاہیے کہ اس امر مین غور کیا جاوے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ منجملہ اُن مسائل کے ایک یہ مسئلہ ہے کہ گرا ہوا پھل کسقدر کھانے سے اُس پھل کے مالک کی مرضی کے خلاف سمجھا جاویگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اذن اجمالی کے قبیل سے ہے کہ اسپر بنا اس حکم کی ہے کہ غیر کے مال مین تصرف جائز ہووے اور اس بارے مین صحیحین مین نص وارد ہے اور ایسا ہی اللہ تعالی کا اس کلام پاک مین

بھی ارشاد ہوا ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ
کہ اس قول تک ہے اَوْ صَدِيْقِكُمْ یعنی گناہ نہین تمھارے حق مین یہ کہ کھاؤ اپنے گھر کی چیز مین
سے یا اپنے آباء کے گھر کی چیز مین سے اور پھر ارشاد ہوا کہ اور اسمین بھی گناہ نہین کہ کھاؤ
اپنے دوست کے گھر کی چیز مین سے تو گویا خود شارع نے اُس امر مین اجمالی اذن قرار دیا ہے
کہ لوگونکی عادت یہ ہو کہ اُس امر مین تعرض نہ کرتے ہون اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ سود
کے بارے مین جس مال کی تصریح نص مین نہین اُسکے بارے مین عرف کے اعتبار پر حکم
ہوگا تو خود اس قول سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کے کیل یا وزن ہونے کے بارے
مین نص وارد نہین اُسکے بارے مین عرف کا اعتبار کیا جاویگا اور جسمین نص وارد ہے
اُسمین عرف کا اعتبار نہین اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اشباہ و النظائر مین لکھا ہے کہ
مبحث ثانی یہ ہے اس قول کے آخر تک تو اسکا جواب یہ ہے کہ بیع اور اجارہ وغیرہ جو ایسے
امور ہین اُسمین عادت کا اعتبار اُسوقت کیا جاتا ہے کہ عام طور پر اکثر وہ عادت جاری ہوگی
اسواسطے کہ شرع مین درہم اور دینار کی تصریح اور تعیین وارد نہین اور مجیب کا جو یہ قول ہے
کہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ جب عرف اور شرع مین باہم تعارض واقع ہووے
تو استعمال کے بارے مین جو عرف ہوگا وہی مقدم سمجھا جاویگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حکم
ایمان اور وصیت اور تعلیقات مین اور اصطلاح کے اور جو امور ہین اُسکے بارے مین مسلّم ہے
اسواسطے کہ ایسے امور مین جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہین تو اُس سے اُسکے شرعی
معنے متبادر طور پر مفہوم نہین ہوتے ہین بلکہ متبادر طور پر اُسکے عرفی معنی سمجھے جاتے ہین
اور حاصل کلام یہ کہ یہ حکم در بارہ استعمال کرنے اُن الفاظ کے ہے کہ اُسمین چند معنے کا
احتمال ہووے ایسا نہین کہ یہ حکم حلال اور حرام کے بارے مین ہے اور علاوہ اُسکے یہ جو
قول ہے کہ مثلاً کسی شخص نے قسم کھا کر کہا کہ فراش پر نہ بیٹھونگا یا یہ کہا بساط پر نہ بیٹھونگا
یا یہ کہا کہ سراج کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھاؤنگا تو یہ مثال اُس چیز کے مطابق نہین

کہ اسکی یہ مثال دی گئی ہے اسواسطے کہ کلام اس امر مین ہے کہ جب حقائق شرعیہ اور معانی
عرفیہ مین تعارض واقع ہووے تو کسکو ترجیح دیجاویگی اور ان الفاظ کے بارے مین کلام نہین
کہ شرع مین باعتبار معنے مجازی کے استعمال کیے گئے ہین اور یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے
کلام مین مجازاً یا استعارۃً مستعمل ہین اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اگر قسم کھائی کہ گوشت
نہ کھاؤنگا اس قول کے آخر تک تو اسمین یہ خدشہ ہوتا ہے کہ یہ امر کہ اس قسم مین مچھلی کا گوشت
داخل نہوگا بلکہ خارج سمجھا جاویگا عادت اور عرف کی بنا پر مفہوم نہین ہوتا ہے بلکہ اسکی
وجہ یہ ہے کہ گوشت کی ماہیت مچھلی کے گوشت مین متحقق نہین ہوتی ہے اسواسطے کہ
گوشت صرف خون سے پیدا ہوتا ہے اور کوئی جانور یعنی جسمین خون ہوتا ہے پانی مین نہین
رہتا ہے تو یہ صورت اس قبیل سے ہے کہ یمین کا حمل حقیقت پر کیا گیا ہے چنانچہ علمار نے
کہا ہے کہ جو چیز مچھلی مین خون کیطرح معلوم ہوتی ہے وہ درحقیقت خون نہین اسواسطے کہ وہ
چیز خشک ہونے پر سفید ہوجاتی ہے اور خون خشک ہونے پر سیاہ ہوجاتا ہے اور ایساہی
یہ وجہ بھی اُسکے خون نہونے کی ہے کہ وہ چیز زمین کے اندر سرایت کرجاتی ہے اور خون
سرایت نہین کرتا ہے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ کسی شخص نے قسم کھا کر کہا کہ دابہ پر سوار
نہونگا تو یہ قول اُس قبیل سے نہین کہ عرف اور شرع مین تعارض واقع ہووے بلکہ اُس
قبیل سے ہے کہ حقیقت اور منقول عرفی مین تعارض واقع ہووے چنانچہ اسکی تصریح
منطق کی کتابو نمین ہے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اشباہ والنظائر مین لکھا ہے کہ عادت
مستمرہ کیا بمنزلہ شرط کے قرار پاویگی اس قول کے آخر تک تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ
اس صورت مین ہے کہ بدل متعین ہووے لیکن صاحب عقد نے اُسکی تعیین نکی ہو اور
ظاہر ہے کہ ایسے امور مین سکوت بمنزلہ صریح قول کے متصوّر ہوتا ہے اور جب یہ مقدمہ
معلوم ہوا اور حقیقت مسائل کثیرہ کی تفریع کی دریافت ہوئی اور معلوم ہوا کہ کس صورت
مین عرف شرع پر مقدم متصور ہوگا یعنی معلوم ہوا کہ ان امور سے مراد کیا ہے اور کس

مقام مین ان امور کا اعتبار ہو تو اب مجیب کے جواب مین مفصل طور پر نظر کرنی چاہیے کہ اس امر مین شبہہ نہین کہ بیوہ عورتین بشرطیکہ اُنکے پاس چھوٹے بچے ہو وین اور اُنکی خدمت اور تیمارداری کے خیال سے سابق شوہر کی نکاح کی پابندی مین رہین تو البتہ وہ اعلے مرتبہ بہشت مین پاوینگی چنانچہ صحیح حدیث مین اُن لوگونکی تعداد مین وارد ہے کہ جن لوگون کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنے ہمراہ بہشت مین لیجاوینگے کہ منجملہ اُن لوگون کے ایک وہ عورت ہے کہ اپنے شوہر کے فوت ہو جانے سے بیوہ ہو گئی اور اُسنے اپنی جان قید مین رکھی اپنی لڑکیون کی خدمت کے لیے لیکن سائل نے ایسی بیوہ عورتون کے بارے مین مسئلہ نہ پوچھا ہے بلکہ سائل کی مراد یہ ہے کہ اُن بیوہ عورتون کے ولی کے بارے مین شرعاً کیا حکم ہے کہ وہ بیوہ عورتین نکاح پر راضی ہو وین اور اُنکے ولی جبراً منع کرین اور یہ امر صراحۃً خلاف نص کے ہے جو اُن عورتون کے حق مین وارد ہوا ہے کہ اُنکو طلاق دی گئی ہو اور وہ نص یہ ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اور جب طلاق دو تم عورتون کو پس گذر جاوے عدت اُنکی تو اُنکے ولی کو حکم ہوا کہ نہ منع کرو اُن عورتون کو اس سے کہ نکاح کرین اپنے شوہرون سے جب وہ باہم راضی ہو جاوین بہتر طور پر اس سے نصیحت ہوتی ہے اُسکو کہ ایمان لایا ہے تمسے اللہ پر اور آخرت کے دن پر یہ بہتر ہے اور خوب ہے تمھارے حق مین اور اللہ جانتا ہے اور تم نہین جانتے ہو اور ولی کا یہ منع کرنا اس صریح نص کے بھی خلاف ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ یعنی اور نکاح کردو بیوہ عورتون کا کہ تم مین ہون اور نکاح کردو نیک لوگونکا کہ تمھارے غلام اور

تمھاری لونڈیون سے ہون اور یہ مخالفت اس بنا پر ثابت ہوتی ہے کہ اصول کا مسئلہ ہے کہ اَلْاَمْرُ بِشَیْءٍ نَهْیٌ عَنْ ضِدِّهٖ یعنی جب کسی چیز کے کرنے کا حکم ہووے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُسکے خلاف کرنے سے منع کیا گیا ہے تو یہ حکم کرنا کہ نکاح کر دینا چاہیے گویا اس امر سے نہی کرنا ہے یعنی منع کرنا ہے کہ اُن عورتون کے نکاح کرنے مین دیر کیجاوے یا اُنکو نکاح سے باز رکھا جاوے خواہ یہ نہی تحریمی ہو یا تنزیہی ہو اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ فی الجملہ ایسی بیوہ عورتون کو مشابہت حضرت سرور کائنات صلعم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حال کے ساتھ اور اُنکی پیروی حاصل ہو سکتی ہے البتہ امتناع کی علت مین فرق ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ تشبیہ اور پیروی خصائص مین نہین کیجاتی ہے اور اگر ایسا ہوتا تو یہ بات جائز ہوتی کہ مشابہت اور پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اس امر مین بھی اُمت کے لوگ کرین کہ چار عورتون سے زیادہ نکاح مین جمع کرین یا اسطرح کے اور امور مین ایسا عمل کرین حالانکہ یہ صحیح نہین تو علیٰ ہذا القیاس یہ بھی جائز نہین کہ بیوہ عورتین نکاح ثانی سے باز رکھی جاوین اور بالفرض اگر یہ بات تسلیم بھی کیجاوے تو اس سے صرف یہ ثابت ہوگا کہ اگر بیوہ عورتین اپنی خوشی اور رضامندی سے نکاح ثانی نہ کرین اس خیال سے کہ اس بارے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حال کی مشابہت اور پیروی حاصل ہووے تو وہ بیوہ عورتین اجر کی مستحق ہونگی لیکن بیوہ عورتون کے ولی کے حق مین ہرگز جائز نہین کہ اُنپر جبر کرے کہ اس امر مین ازواج مطہرات کے حال کے ساتھ مشابہت حاصل کرین اور ازواج مطہرات کی پیروی کرین اور کلام اسی صورت مین ہے اور بہرحال اگر مشابہت ثابت بھی ہووے تو اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ نکاح ثانی کرنے مین عار ہے اور جو عورتین نکاح ثانی کرین وہ قابل طعن کے ہین اسواسطے کہ اکثر ازواج مطہرات نے مثلاً حضرات خدیجۃ الکبریٰ اور ام سلمہ رض اور ام حبیبہ رض اور زینب رض بنت جحش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح ثانی کیا ہے

اور اُن حضرات کی شان میں ہرگز گمان نہیں ہو سکتا ہے کہ ایسا فعل کیا ہو کہ اُسکے کرنے میں
فی الواقع عار ہو اور ایسا ہی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اور بعضے دوسرے صحابہ کی بنات نے
بھی نکاح ثانی کیا ہے اور اسوجہ سے معاذ اللہ اُن حضرات کے حق میں عار لازم نہیں آتی ہے
اور جس امر کا مشابہ ہو کہ اُسکی وجہ سے معاذ اللہ اُن حضرات کے حق میں عار کا گمان ہوتا ہو تو
وہ امر ہرگز مباح نہیں ہو سکتا ہے اور استحباب اور استحسان کا ذکر کیا ہے اور مجیب کا جو یہ
قول ہے کہ بالفرض اگر وہ نکاح ثانی پر راضی بھی ہوویں مجیب کے اس قول تک تو شرع
کی مخالفت لازم نہیں آتی ہے تو یہ قول بھی صراحۃً مخدوش ہے اسواسطے کہ نص قرآنی سے
ثابت ہے کہ جب جانبین راضی ہوویں تو نکاح کر دینا چاہیے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اسواسطے
کہ بعضے مقام اور بعضے امور میں اس لحاظ سے کہ اسمین کسی امر کے کرنے یا نہ کرنے میں غیرت
ہوتی ہو اور شرافت میں خلل آتا ہو اور ایسی صفت کی نسبت اپنی طرف ہونے کا خیال ہووے
کہ باعتبار عرف کے نہایت مذموم ہو تو ایسی صورت میں شرع سے تجاوز کرنے کو علما نے مستحسن
جانا ہے چنانچہ یہ امر اس حدیث سے کہ مسلم میں ہے مستنبط اور مستفاد ہوتا ہے اور وہ حدیث
یہ ہے الخ تو اس کلام میں دو وجہ سے خلل ہے اول وجہ یہ ہے کہ اس مقام میں یہ اندیشہ نہیں
کہ ایسی صفت کی نسبت اپنی طرف ثابت ہوگی کہ باعتبار عرف کی نہایت مذموم ہے بلکہ اسکے
خلاف یہ اندیشہ ہے کہ مبادا نکاح ثانی نہ کرنے سے زنا صادر ہو جاوے کہ شرک اور قتل کے بعد
سب کبیرہ گناہ میں زیادہ قبیح ہے اور ایسے کبیرہ گناہ کے لیے باعث ہونے سے مذمت اپنے
اوپر عائد ہووے تو یہ قیاس مع الفارق ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حد شرعی سے تجاوز کرنا
بھی لازم نہ آیا چنانچہ یہ امر انشاء اللہ العزیز عنقریب بیان کیا جاویگا اور مجیب کا جو یہ قول ہے
کہ اس مقام میں قتل کو اختیار کرنا شرع کی حد سے تجاوز کرنا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ سعد
بن عبادہ نے جس حالت میں قتل کرنے کو اختیار کیا اُس حالت میں قتل کرنے سے حد شرعی
سے تجاوز کرنا لازم نہیں آتا ہے اسواسطے کہ اگر کوئی شخص اسطرح کا معاملہ اپنی دختر یا ہمشیر

یا اپنی مان کے ساتھہ بلکہ اپنی کنیزک کے ساتھہ دیکھے اور اُسکو گمان غالب ہووے کہ بلا قتل کے یہ شخص دفع نہوگا از جائز ہے کہ اُسکو قتل کر ڈالے اور عند اللہ قاتل ہرگز ماخوذ نہوگا البتہ اگر اُسپر اُس قتل کے بارے مین دعوے قصاص کا کیا جاویگا اور اُسکے پاس گواہ نہون گے تو قصاص کے ذریعہ سے وہ جان سے مارا جاویگا اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ ہان یعنی اگر تو چار گواہ نہ دیگا تو قصاص مین جان سے مارا جائیگا تو اپنی جان بچانے کے لیے چاہیے کہ اُس حال مین تم تعرض کرنا جب تک گواہ حاضر نہ کر لینا کہ اُسوقت قصاص سے محفوظ رہوگے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ مَنْ قُتِلَ دُونَ حُرْمَتِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ یعنی جو شخص اپنی زوجہ کی عصمت بچانے مین قتل کیا جاویگا تو وہ شہید ہوگا تو اس حالت مین جب مقتول شہید ہوگا تو ضرور ہے کہ قاتل ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ ان دونون امر مین تلازم ہے اور یہی حاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے کلام مبارک کا ہے کہ سعد کے حق مین فرمایا کہ اِنَّہٗ لَغَیُوْرٌ یعنی سعد نہایت صاحب غیرت ہین تو اس سے مراد یہ ہے کہ غیرت کے خیال سے اُنکو کچھ پروا نہین کہ قصاص مین جان سے مارے جاوین اور یہ کمال غیرت ہے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ ایسی صورت مین اگر ولی کی طرف سے ممانعت وقوع مین آوے تو حد شرعی سے تجاوز کرنے مین یہ اُس قتل سے زیادہ نہوگا کہ سعد بن عبادہ نے اختیار کیا تھا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ سراسر قیاس مع الفارق ہے اور اسکی چند وجہین ہین اول وجہ یہ ہے کہ اُس مقام مین ممانعت کبیرہ سے تھی یعنی زنا سے باز رکھنا منظور تھا اور اس مقام مین امر مباح سے باز رکھنا منظور ہے یعنے نکاح ثانی سے باز رکھنا مقصود ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اُس مقام مین یعنی حضرت سعد بن عبادہ نے جس بارے مین کہا تھا اُسمین حد شرعی سے تجاوز کرنا لازم نہین آتا تھا اور اس مقام مین اُسکے خلاف حد شرعی سے تجاوز کرنا لازم آتا ہے اسواسطے کہ اپنا ناموس بچانا قتل کرنے کے ذریعہ سے شرعاً بلاشبہ جائز ہے اگرچہ اُسکی وجہ سے وہ خود

جان سے مارا جاوے اور اسکی دلیل یہ حدیث ہے مَنْ قُتِلَ دُوْنَ عِرْضِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ
اور قاتل اور مقتول ہونا یعنی قتل کرنا اور قتل ہو جانا فرط حمیت اور زیادتی تعصب کی بنا پر
حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس مقام مین جس امر کے بارے مین حکم
شرعی دریافت کیا گیا تھا اور وہ غیرت کے لیے باعث تھا وہ متحقق ہونے کے خدشے کی
حالت مین قتل کرنے کا ارادہ ہوا تھا اور وہ امر ارتکاب زنا کا تھا خصوصاً اپنی اہل سے
اور اس مقام مین ایسا امر متحقق ہونے کا خدشہ نہین بلکہ اس مقام مین ایسا کرنے مین
یعنی نکاح ثانی سے روکنے مین خدشہ ہے کہ یہ قبیح فعل یعنی زنا صادر ہو جاوے اور ایسے مقام
مین غیرت کرنا شرعاً مبغوض اور مردود ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّ مِنَ
الْغَیْرَۃِ مَا یُحِبُّھَا اللّٰہُ وَاِنَّ مِنَ الْغَیْرَۃِ مَا یُبْغِضُھَا اللّٰہُ فَالْغَیْرَۃُ الَّتِیْ یُحِبُّھَا اللّٰہُ
مَا یَکُوْنُ فِیْ رِیْبَتِہٖ وَالْغَیْرَۃُ الَّتِیْ یُبْغِضُھَا اللّٰہُ مَا یَکُوْنُ فِیْ غَیْرِ رِیْبَتِہٖ یعنی تحقیق کہ
بعض غیرت وہ ہے کہ اللہ تعالی اُسکو پسند کرتا ہے اور بعض غیرت وہ ہی کہ اسکو برا جانتا ہے
تو وہ غیرت کہ اللہ تعالی اُسکو پسند کرتا ہے وہ غیرت ہے کہ اپنے محل اور موقع مین ہو اور وہ غیرت
کہ اللہ تعالی اُسکو برا جانتا ہے وہ غیرت ہے کہ بےموقع اور بے محل ہو اور خلاصہ یہ ہی کہ کلام
اسمین ہے کہ یہ غیرت غیرت محمودہ ہے یا غیرت مذمومہ ہے تو ظاہر ہے کہ جو چیز اللہ تعالی نے
مباح فرمائی ہے اور عفت اور عصمت کا وسیلہ ہے اُسکے بارے مین غیرت کرنا کیا مناسب ہے
اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ دوسری صورت کے بارے مین جواب یہ ہے کہ جس لفظ کے معنے
مین طلاق کے مفہوم کا شائبہ پایا جاتا ہے اُسکے استعمال کرنے سے لوگ اسیوجہ سے احتیاط
کرتے ہین کہ دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا اس دیار مین فیمابین شرفا کے نہایت مستکرہ
سمجھا جاتا ہے تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ قبیل سے بنا ر فاسد بر فاسد کے ہے چاہیے کہ پہلے عرش
یعنی تخت ثابت کیا جاوے تو اُسکے بعد فرش ثابت کیا جاوے نکاح ثانی معیوب کیون
قرار دیا جاوے تا طلاق مین وقت لازم آوے تو یہ قول اُس قول کیطرح ہوا کہ کہین کہ اس

دیار مین بلا سود کے کوئی شخص قرض نہین دیتا ہو تو منع کرنا سود لینے اور دینے سے گویا
جان و مال تلف کرنا ہے تو چاہیے کہ سود جائز ہو جاوے اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ
طلاق اگرچہ مباح ہے لیکن ابغض مباحات ہے تو طلاق سے احتیاط کرنا حسن اخلاق
مین داخل ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مسلم ہے لیکن کلام اسمین ہے کہ اگر کسی شخص سے
یہ فعل صادر ہو جاوے تو اسکو باہمی قرابت سے علیحدہ کیون کر دینا چاہیے اسواسطے کہ
مسلمان سے نفرت کرنا اور قطع رحم کرنا بلا وجہ شرعی کے اس سے لازم آتا ہے اور ارتکاب سے
ابغض مباحات کے مسلمان کو اسقدر اہانت کے قابل کیون قرار دینا چاہیے اسواسطے
کہ صحیح حدیث مین وارد ہے کہ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا
یعنی زیادہ پسند منجملہ شہرون کے مقامات کے اللہ تعالی کو شہرون کی مسجدین ہین
اور زیادہ ناپسند منجملہ شہرون کے مقامات کے اللہ تعالی کو شہرون کی بازارین ہین
یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے تو اس سے بازار کی مذمت ثابت ہوتی ہے حالانکہ بازار جانا اور
وہان ٹھہرنا تجارت وغیرہ ضرورات کے لیے ہرگز اہانت کے لیے باعث نہین اور مجیب کا
جو یہ قول ہے کہ تیسری صورت کے بارے مین جواب یہ ہے الخ تو یہ جواب جو کچھ لکھا
ہے درست اور صحیح ہے اسواسطے کہ حصہ نہ لینا بنات کی طرف سے یا مطالبہ نہ کرنا عصبات
کا اپنے حصہ کے بارے مین چچازاد ہمشیرون سے انکے حق مین تبرع اور احسان ہے ان
لوگونکی طرف سے جو اپنا حصہ نہین لیتے ہین اور بھائیونکا دینا ہمشیرون کو موافق رسم و رواج
کے انکے حق مین تبرع اور احسان ہے بھائیونکی طرف سے اور مکافات تبرعات مین اوصاف
حمیدہ سے ہے لیکن اگر کوئی شخص ان لوگون سے اپنے حصے کا دعوے کرے تو اسکا
حق پہونچتا ہے کہ اپنا حصہ لیوے اور اسپر طعن کرنا اور اسکو ملامت کرنا ناجائز ہے
اسواسطے کہ تبرعات مین جبر نہین اور یہ جو اس جواب مین لکھا گیا ہے کہ جب اہل اسلام
کی انحوات نے رسم و رواج ہنود کو دیکھا اور سنا الخ تو یہ کلام نقص سے خالی نہین اسواسطے

کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام کی اخوات جو اپنا حصہ نہین لیتی ہین تو آنکے اس بہترین اخلاق سے کے باعث ہنود کی عورتونکی پیروی کرنا ہے تو ایسا کلام موقوف رکھنا چاہیے فقط۔

رسالہ مولوی عبد الرحمن صاحب لکھنوی اور اسکے بعد وہ رسالہ ہو کہ اس رسالہ کی رد مین جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہون نام سے اللہ کے وہ اسکا لیکہ حمد کرتا ہون اللہ تعالی کی اور درود بھیجتا ہون جاننا چاہیے کہ اکابر علما نے لا الہ الا اللہ کے معنی اور اسکی تحقیق بیان کرنے مین دو امر مین غلطی کی ہے اول امر یہ ہے کہ الہ کا لفظ کہ نکرہ ہے اُسکی تحقیق مین کہا ہے کہ مشترک معنوی ہے اور اُس سے مراد مستحق ہے یا معبود برحق ہے یا واجب ہے اور حالانکہ فی الواقع ایسا نہین بلکہ الہ کا لفظ کہ نکرہ ہے مشترک لفظی ہے کبھی اُسکا اطلاق اللہ تعالی پر ہوتا ہے جب اس امر کے لیے کوئی قرینہ ہووے اور کبھی اُسکا اطلاق معبود ممکن پر ہوتا ہے جب اس امر کے لیے کوئی قرینہ ہووے اور ان دونون معنے مین کبھی بلا قرینہ کے استعمال نہین کیا جاتا ہے تو جو شخص دعوے کرے کہ الہ کا لفظ ان دونون معنے مین کبھی بلا قرینہ کے بھی استعمال کیا جاتا ہے تو اُسپر لازم ہے کہ یہ ثابت کرے اور بصورت پائے جانے قرینہ کے استعمال کیا جانا اس لفظ کا ان دونون معنی مین دلیل اشتراک لفظی کی ہے تو اطلاق کیا جانا لفظ الہ کا کہ نکرہ ہے اللہ جل شانہ پر اللہ تعالی کے قول سے ثابت ہے چنانچہ یہی امر اللہ تعالی کے اس کلام پاک مین سے ہے نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اور اس آیت مین قرینہ یہ ہے کہ لفظ الہ کا مضاف ہے طرف مخاطب نبی کے اور یہ بھی قرینہ ہے کہ لفظ الہ کا موصوف ہے ساتھ وحدت کے اور ایسا ہی اللہ تعالی کا یہ کلام پاک ہے وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ یعنی اور وہی اللہ آسمان مین بھی معبود برحق ہے اور زمین

بھی معبود برحق ہے اور یہی امر اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک مین بھی ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ یعنی کہیے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ پناہ مانگتا ہون اسکی درگاہ مین کہ پروردگار لوگون کا ہے اور بادشاہ یعنی مالک لوگونکا ہے اور معبود لوگونکا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اسطرح کا اور بھی قول ہے اسکو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور لفظ اِلٰہ کا کہ نکرہ ہے معبود ممکن پر بھی اسکا اطلاق کیا گیا ہے چنانچہ اس معنی مین اللہ تعالیٰ کے کلام پاک مین اسکا اطلاق کیا گیا ہے منجملہ اسکے یہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے یَا مُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ یعنی بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسے قرار دیجیے ہمارے واسطے معبود جسطرح ان لوگون کے لیے معبود ہین اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے وقت کے کفار نے اپنی قوم کے جاہلون سے کہا کہ نچھوڑو اپنے معبودون کو اور نچھوڑو ود کو اور نچھوڑو سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو اور یہ سب انکے بتون کا نام تھے تو مراد لفظ اِلٰہ سے کہ نکرہ مفرد ہے صنم ہے اور مراد لفظ آلہہ سے کہ نکرہ جمع ہے اصنام ہین اور قرینہ اسکے لیے پہلی آیت مین تشبیہ اور جمعیت ہے اسواسطے کہ کثرت صرف معبود ممکن مین پائی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک سے معلوم ہوتا ہے فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ یعنی پس آئے بنی اسرائیل کے لوگ ایک قوم کے پاس کہ وہ اپنے بتونکی عبادت مین مصروف تھے اور اسپر قائم تھے تو ان لوگون نے کہا کہ اے موسے بنا دیجیے ہمارے لیے بھی معبود جیسے انکے لیے یعنی کفار کے لیے معبود ہین اور قرینہ اسکے لیے دوسری آیت مین یہ ہے کہ جب جمع مضاف ہوتا ہے تو دلالت کرتا ہے کثرت اور عموم پر اور عموم صرف ممکن معبود مین پایا جاتا ہے اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا یعنی کفار کہتے تھے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب معبودون کو ایک معبود بنا دیا تو اس آیت مین لفظ آلہہ کا کہ جمع ہے اس سے مراد اصنام

ہین اور قرینہ اسکے لیے جمع ہونا ہے اور لفظ اٰلٰہ کہ نکرہ واحد ہے مراد اُس سے اللہ تعالیٰ ہے اور قرینہ اسکے لیے یہ ہے کہ لفظ الٰہ کا موصوف ہے ساتھ وحدت کے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے لڑکون کے قول مین ہے کہ قرآن شریف مین مذکور ہے نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ اِلٰهًا وَّاحِدًا یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے لڑکون نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ ہم عبادت کرتے رہینگے آپ کے معبود کی اور آپ کے آبا کے معبود کی کہ سب کا ایک ہی معبود ہے اور دوسری فاش غلطی علما اکابر سے یہ ہوئی ہے کہ کہا ہے کہ لا کی خبر مقدر ہے اور لفظ موجود کا یا لفظ ممکن کا مقدر ہے اور اصل عبارت یہ ہے لَا اِلٰهَ مَوْجُوْدٌ اَوْ مُمْكِنٌ اِلَّا اللہ اور اسکے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مقدر کرنا افعال عامہ کا کہ وجود اور امکان اور ثبوت اور کون ہے مختص ہے ساتھ ظرف کے اور ساتھ اُسکے کہ مشابہ ظرف کے ہو اور اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ظرف مین وسعت ہوتی ہے تو بہتر ہے کہ اُسمین بھی وسعت ہو جو اُسکے ساتھ متعلق ہووے اور وسعت صرف افعال عامہ مین ہے اور یہ جو وہم کیا جاتا ہے کہ لفظ موجود کا مقدر ہے اس قول مین کہ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ تو یہ وہم صحیح نہین اسواسطے کہ ہم تسلیم نہین کرتے ہین کہ اس عبارت کی تقدیر یہ ہو لَوْلَا عَلِیٌّ مَوْجُوْدٌ لَهَلَكَ عُمَرُ بلکہ اس عبارت کی تقدیر یہ ہے لَوْلَا عَلِیٌّ حَافِظُ الْوَقْتِ لَهَلَكَ عُمَرُ یا اس عبارت کی تقدیر یہ ہے لَوْلَا عَلِیٌّ مَوْجُوْدٌ عِنْدِیْ اَوْ عِنْدَ عُمَرَ لَهَلَكَ عُمَرُ اسواسطے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود رہتے اپنے گھر مین یا کسی دوسری جگہ موجود رہتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود نہ رہتے تو اس صورت مین بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلاف شرع حکم دینے کی وجہ سے ہلاک ہوتے اور یہ ظاہر ہے تو جس شخص نے لفظ موجود کا یا لفظ ممکن کا ان عبارتون مین اور اسطرح کی دوسری عبارتون مین مقدر کیا ہے اُن الفاظ کے بعد کہ نہ وہ ظرف ہین اور نہ مشابہ ظرف کے ہین تو وہ شخص بلید حمیر ہے یعنی ناقص العقل ہے بلیغ نہین یعنی عاقل اور واقف

علوم ہوتے نہیں اور دو عبارتیں یہ ہیں لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ اور لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ اور لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ
اور لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ
اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا اسواسطے کہ بلیغ خبر حذف کے بارے مین قرینہ کی طرف نظر کرتا ہے
اور معنی کے فی الواقع صحیح ہونے کا خیال کرتا ہے اور کوئی قرینہ نہین کہ اس سے معلوم ہو کہ لفظ
موجود کا یا لفظ ممکن کا ان مثالون مین مقدر ہے اور ملا جامی علیہ الرحمۃ نے جو کافیہ کی شرح
مین لکھا ہے وَیُحْذَفُ حَذْفًا کَثِیْرًا اِذَا کَانَ الْخَبَرُ عَامًّا کَالْمَوْجُوْدِ وَالْحَاصِلِ لِدَلَالَۃِ النَّفْیِ عَلَیْہِ
نَحْوُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَیْ لَا اِلٰہَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا اللّٰہُ یعنی لا کی خبر اکثر حذف کر دیجاتی ہے جب خبر عام ہو
جیسے لفظ موجود اور حاصل کا اسواسطے کہ خود نفی اُس خبر پر دلالت کرتی ہے جیسے لا الٰہ الا اللہ
ہے یعنی نہین ہے کوئی معبود موجود سوا اللہ کے یہ مضمون شرح جامی کی عبارت مذکورہ کا ہے
تو یہ باطل ہے اور اسکے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ لا کا موضوع ہے اسلیے کہ اُسکی خبر کی نفی
ہو اُسکے اسم سے جیسے باقی سب کلمات نفی کے ہین کہ لیس اور ما و لا مشبہ بلیس اور ان
وغیرہ ہے تو یہ کلمات سب اسلیے وضع کیے گئے ہین کہ انکے بعد دو لفظ ہون اور لفظ ثانی
کی نفی لفظ اول سے ہو خواہ خبر عام ہو یا خاص ہو اور خواہ خبر مذکور ہو یا محذوف ہو اور
اسکے علاوہ اور کوئی امر زائد لفظ سے لا کے مفہوم نہین ہوتا ہے کہ اسکی خبر عام ہو یا خاص ہو تو
عام ہونا یا خاص ہونا خبر منفی کا نہ مدلول مطابقی ہے لفظ لا کا اور نہ جزو معنی ہے اُسکا
اور نہ لازم ہے اُسکے لیے اور نہ اُسکا مدلول عقلی ہے اور نہ مدلول طبعی ہے تو اسکا کچھ
مطلب نہین کہ کلمہ لا کا دلالت کرتا ہے عموم منفی پر یا خصوص منفی پر البتہ اگر کلمہ لا کا وضع
کیا گیا ہوتا واسطے نفی وجود کے تو بلا قرینہ عموم منفی پر دلالت کرتا اور حالانکہ فی الواقع
یہ صحیح نہین اس مقام مین یہ بھی خدشہ ہوتا ہے کہ اگر بالفرض ملا جامی کا یہ قول صحیح بھی ہو
کہ نفی دلالت کرتی ہے خبر عام پر تو مناسب تھا کہ اسطرح کہا جاتا و یحذف دائما یا اسطرح کہا جاتا
و یحذف ابدا اسواسطے کہ اگر یہ صحیح کیا جاوے کہ کلمہ لا کا دلالت کرتا ہے منفی پر جیسا گمان اُنکا

ہے تو ذکر کرنا خبر کا اُسکے بعد لغو ہوگا تو چاہیے کہ واجب ہو کہ لا کی خبر حذف کیجاوے تو بلیغ
خبیر کے نزدیک ان امثلہ کی تقدیر اسطرح ہے کہ تقدیر لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ کی یہ ہو لَا خَیْرَ
خَیْرَانِ خَیْرُکَ وَخَیْرُ غَیْرِکَ اِلَّا خَیْرُکَ اور تقدیر لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ کی یہ ہو لَا طَیْرَ طَیْرَانِ
طَیْرُکَ وَطَیْرُ غَیْرِکَ اِلَّا طَیْرُکَ اور تقدیر لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ کی یہ ہو لَا فَتٰی رَجُلَانِ
عَلِیٌّ وَغَیْرُہٗ اِلَّا عَلِیٌّ اور تقدیر لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَارِ کی یہ ہو لَا سَیْفَ سَیْفَانِ ذُو الْفَقَارِ وَغَیْرُہٗ
اِلَّا ذُو الْفَقَارِ اور تقدیر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی یہ ہو لَا اِلٰہَ غَیْرُ اللّٰہِ اِلَّا اللّٰہُ اور تقدیر لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ
کی یہ ہو لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ اِلَّا ھُوَ اور تقدیر لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ کی یہ ہو لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اِلَّا اَنْتَ اور تقدیر
لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا کی یہ ہو لَا اِلٰہَ غَیْرِیْ اِلَّا اَنَا اور اسکے لیے قرینہ مخاطب کا سابق گمان
ہے اسواسطے کہ یہ سب امثلہ مذکورہ قصر کے قبیل سے ہے اور قصر کے جسقدر اقسام ہین وہ سب
مخاطب کے سابق گمان کو اُس سے دفع کرتے ہین تو امثلہ مذکورہ سے پہلی مثال اُس
مخاطب سے کہی جاویگی کہ اُسکو گمان ہو کہ خیر دو طرح کا ہے منجملہ اُسکے ایک طرح کا خیر مخاطب
مین پایا جاتا ہے اور دوسری طرح کا خیر کسی غیر مین پایا جاتا ہے اور ایسا ہی دوسری
مثال اُس مخاطب سے کہی جاویگی کہ اُسکو گمان ہو کہ طیر دو طیر ہین ایک طیر مخاطب کا ہے
اور دوسرا طیر غیر کا ہے اور ایسا ہی تیسری مثال اُس مخاطب سے کہی جاویگی کہ اُسکو گمان ہو
کہ فتی دو ہین ایک حضرت علیؓ ہین اور دوسرا غیر ہے اور ایسا ہی چوتھی مثال اُس مخاطب
سے کہی جاویگی کہ اُسکو گمان ہو کہ سیف دو ہین ایک ذو الفقار ہے اور دوسری سیف
اُسکے علاوہ ہے اور ایسی ہی باقی چار مثالین اُس مخاطب سے کہی جاوینگی کہ اُسکو
گمان ہو کہ اللہ کے سوا اور بھی معبود ہین تو اُسکا گمان اسطرح رد کیا جاویگا کہ اُس سے
کہا جاویگا کہ خیر وغیرہ امثلہ مذکورہ مین جو دو امر مین گمان کیا گیا ہے وہ صحیح نہین بلکہ صرف
ایک امر مین مقصور ہے یعنی منحصر ہے اور اُسکا یہ گمان اسطرح دفع کیا جاویگا کہ سابق کی
چار مثالون مین اُس سے کہا جاوے کہ خیر اور طیر اور فتے اور سیف صرف اول مین مقصور

ہے یعنی منحصر ہے اور اس معنی کی تعبیر جن عبارتوں سے کیجاویگی وہ عبارتیں یہ ہیں لَا خَیْرَ
اِلَّا خَیْرُکَ اور لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ اور لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ اور باقی چار مثالوں میں کہا جاویگا کہ معبود کی
صفت صرف ثانی میں یعنی اللہ میں مقصور ہے یعنی منحصر ہے اور اس معنی کی تعبیر جن
عبارتوں سے کیجاویگی وہ عبارتیں یہ ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اور
لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا اور بلیغ خبیر کے نزدیک باطل ہے کہ موجود یا ممکن کا لفظ ان سب مثالوں میں مقرر
کیا جاوے اسواسطے کہ اسکے لیے کوئی قرینہ نہیں بلکہ اس صورت میں معنی فاسد ہو جاتے
ہیں اگرچہ بعض امثلہ میں بلید حمیر کی ظاہر راے میں صحیح معلوم ہوتا ہے کہ موجود یا اسکے
مثل کوئی دوسرا لفظ مقرر ہے اور بعض امثلہ یہ ہیں لَا فَتٰی مَوْجُوْدٌ اِلَّا عَلِیٌّ اور لَا سَیْفَ مَوْجُوْدٌ
اِلَّا ذُو الْفَقَارِ اور یہ بطور مبالغہ کے کہا جاتا ہے اور لَا خَیْرَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا خَیْرُکَ اور
لَا طَیْرَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا طَیْرُکَ تو بلید حمیر کی راے قابل اعتبار نہیں اسواسطے کہ کوئی قرینہ نہیں
کہ اس سے ثابت ہووے کہ موجود یا ممکن کا لفظ مقدر ہے اور کافیہ کی جو یہ عبارت ہے
یُحْذَفُ حَذْفًا کَثِیْرًا تو لا کی خبر جو اکثر محذوف ہوتی ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اکثر قرینہ ہوتا ہے
کہ اسکی خبر اس قرینہ سے معلوم ہو جاتی ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ اکثر دوسرا لفظ اسکی جگہ
میں ذکر کیا جاتا ہے اور اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ لفظ لا کا جو نفی جنس کے لیے ہوتا ہے
وہ زیادہ استعمال صرف دو مقام میں کیا جاتا ہے منجملہ اسکے ایک مقام یہ ہے کہ ظرف ہو
یا مشابہ ظرف کا ہو تو ظرف کی مثال یہ ہے جیسے لَا رَیْبَ فِیْہِ اور لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا
جِدَالَ فِی الْحَجِّ یعنی نہ فحش کہنا چاہیے اور نہ فسق و فجور کرنا چاہیے اور نہ جدال کرنا چاہیے
حج میں اور لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰھُمْ یعنی نہیں بہتری ہے منافقین کے اکثر مشورہ میں
اور اسطرح کا اور بھی قول ہے اسکو بھی ان ہی مثالوں پر قیاس کرنا چاہیے اور مشابہ
ظرف کی یہ مثالیں ہیں جیسے لَا عِلْمَ لَنَا اور نہیں ہے علم ہمکو اور لَا طَاقَةَ لَنَا یعنی نہیں ہے
ہماری طاقت اور لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یعنی نہیں ہے خرابی تم لوگوں کے لیے آج کے

دن اور دوسرا مقام یہ ہے کہ مستثنیٰ مفرغ ہو مانند امثلۂ مذکورہ کے کہ لا نبی لا خیر فیک سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا تک ہے تو مقدر ظرف اور شبہ ظرف مین موجود ہو یا ممکن کا لفظ ہو گا کہ افعال عامہ سے ہے اسواسطے کہ ظرف دلالت کرتا ہے موجود اور ممکن پر اور ظرف قائم مقام موجود اور ممکن کے ہے اور مقدر مستثنیٰ مفرغ مین وہ چیز ہو گی کہ مخاطب کے گمان مین ہو اور یہ مقصود ہو گا کہ منجملہ دو امر یا دو وصف کے کوئی چیز کسی ایک امر مین مقصور یعنی منحصر کیجاوے خواہ قصر افراد و تعیین ہو یا قصر قلب ہو تو یہ جو قول ہے لا خیر آخر تک اور لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی تو اسمین قصر افراد ہے اسواسطے کہ مخاطب کو شرکت کا گمان ہے اور یہ جو قول لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور اسطرح کا اور جو قول اسمین قصر قلب ہے کہ ایسی صورتون مین مخاطب کو گمان رہتا ہے کہ اللہ کے ممکن ہین اور معبود ہین اللہ کے سوا بھی ثابت ہین اور یہ جو قول ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی نہین ہے جگہ پھرنے کی بری چیزون سے اور نہ قوت ہے بہتر امور کے حاصل کرنے کی مگر توفیق سے اللہ تعالیٰ کے تو اسمین دو امر مقدر ہین اول لا کی خبر کا لفظ مقدر ہے یا شبہ ظرف اسکے ساتھ متعلق ہووے اور دوسرا امر وہ ہے کہ لفظ لا متعدد ہے جیسے باللہ [illegible] ہے اسواسطے کہ اسکے لیے قرینہ مخاطب کا گمان کرنا ہے جیسا باقی سب مستثنیٰ مفرغ مین ہے اور لیکن لا کی خبر ذکر کرنا بدون مستثنیٰ مفرغ اور ظرف اور شبہ ظرف کے تو یہ قلیل ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ یعنی نہین ہے کوئی معبود سوا تیرے اور جیسے دعاے سریانی مین اللہ تعالیٰ کا یہ قول منقول ہے لَا شَیْءَ مِثْلِیْ یعنی کوئی چیز میرے مانند نہین اور جیسے مداح کا قول قصیدہ مین ہے لَا حَبِیْبَ یَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ اَعْظُمَہٗ تو جائز نہین کہ موجود یا اسطرح کا کوئی دوسرا لفظ مقدر کیا جاوے کسی کلام مین سوا ظرف اور شبہ ظرف کے اور جسکو جواز کا دعوے ہو تو چاہیے کہ فصحاء کے اقوال سے کوئی قول دکھلاوے کہ نہ ظرف ہو اور نہ شبہ ظرف ہو اور اسمین موجود یا ممکن لفظ مقدر رہووے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مین مراد الٰہ سے کہ نکرہ ہے سب آلہہ ہین کہ انکا وجود ممکن ہو اور انکی پرستش کیجاوے اصنام سے ہون یا

غیر اصنام سے ہون اور اسکے لیے قرینہ یہ ہے کہ نکرہ سیاق مین نفی کے ہے اور جب نکرہ سیاق مین نفی کے ہو تو اُس سے مفہوم ہوتا ہے کہ عموم اور کثرت مراد ہے اور عموم اس مقام میں صرف ممکن معبودون مین ہو سکتا ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ اِلٰہ کہ نکرہ ہے اُس سے مراد مستحق ہے یا مؤثر ہے یا معبود برحق ہے یا اسی طرح کا اور کوئی امر مراد ہے بطریق عموم مجاز کے جیسا اکابر علمار نے گمان کیا ہے تو یہ مجاز ہو گا اور اُسکے لیے قرینہ کی ضرورت ہے اور ایسا ہی اگر یہ کہا جاوے کہ اِلٰہ سے مراد مستحق ہے یا اسکے مانند کوئی دوسرا امر ہے تو اسکی تردید اس قول سے ہوتی ہے لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اور ایسی ہی اگر اللہ تعالی کی مراد ہوتی کہ اِلٰہ نکرہ ہے اُسکے معنی مستحق ہین. تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے مقام مین لا غیر با آلہ ہوتا یعنی نہین ہے کوئی دوسرا اِلٰہ مستحق ہو معبود ہونے کا یا اس طرح کی کسی دوسری صفت. کے قابل ہو اور ایسا ہی وارد ہوتا مَا لَكُمْ مِنْ غَيْرِهِ اِلٰه بدلے مین مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کے کہ یہ چند مقام مین قرآن شریف مین وارد ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ یعنی نہین ہے کوئی معبود برحق سوا تیرے اور اسمین نفی غیریت کی ہے آلہۂ کثیرہ سے اسواسطے کہ نکرہ سیاق مین نفی کے واقع ہے اور ایسا نہین کہ اسمین نفی الوہیت کی ہو غیر سے جیسا اکابر علمار نے اس سے گمان کیا ہے اور ایسا ہی یہ امر کہ مراد اللہ سے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مین ہے مستحق ہے یا اسی طرح کے کوئی دوسرے معنی مراد ہین اسکی تردید اس کلام پاک سے ہوتی ہے لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر ہوتے آسمان اور زمین مین معبود سوا اللہ کے البتہ یہ دونون فاسد ہو جاتے اور وجہ تردید کی یہ ہے کہ یہ آیت دلیل ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی اور مقصود اُس سے نفی مغایرت آلہہ ممکنہ موجودہ کی ہے اور لزوم فساد کا اوپر تقدیر وجود مغایرت کے ہے تو واجب ہوا کہ مراد ہو جمع منکور غیر محصور سے کہ اس آیت مین مذکور ہے اصنام ممکن معبود جیسا مدلول مین مراد ہے اور اسمین قرینہ کثرت ہے تا دلیل مدلول کے مطابق ہووے اسواسطے کہ اگر مراد مدلول مین مستحق ہو یا معبود برحق ہو منکور سے کہ مدلول اور دلیل دونون مین ہے تو لازم ہو گا داخل

ہونا مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ مین تو صحیح ہوگا استثنا دلیل مین بھی اور یہ سب اکابر علمار کے مذہب کے خلاف ہے اسواسطے کہ لَآ اِلٰہَ غیرُہٗ دلیل مین ہے بالاتفاق اُن سب اکابر علمار کی نزدیک معنی مین غیرُ اللّٰہ کے ہے اور اگر الٰہ سے مراد دلیل مین مستحق ہو اور مدلول مین نہو یا بالعکس ہو تو تقریب صحیح نہوگی اسواسطے کہ دلیل مطابق مدلول کے نہوگی تو لازم آویگا کذب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا بصورت مقدر کرنے موجود کے اور یہ ظاہر ہے اور خلاصہ ہمارے کلام کا یہ ہے کہ اگر کہا جاوے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مین موجود کا لفظ مقدر ہے اور تقدیر عبارت کی یہ ہے لَآ اِلٰہَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا اللّٰہ تو دو محذور لازم آوینگے یا کذب کلام مین اللہ تعالیٰ کے یا لغو ہونا اُس کلام کا نعوذ باللہ من ذلک اسواسطے کہ الٰہ سے کہ نکرہ ہے اگر اسمین تاویل نکرین یعنی مراد اُس سے مستحق یا معبود برحق یا واجب مطلوب مین نہو کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے اور اُسکی دلیل مین بھی نہو کہ لَوْ کَانَ فِیْہِمَآ اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا ہے تو لازم آویگا کذب مطلوب اور اُسکی دلیل مین یعنی دونون مین کذب لازم آویگا بسبب پائے جانے لات اور منات اور عزیٰ وغیرہ آلہہ کے کہ ممکن ہین اور اُنکی پرستش کیجاتی ہے اور ایسا ہی لازم آویگا بطلان عِلّیّت فساد کا اسواسطے کہ ممکن اور واجب تعالےٰ مین تمانع نہین اور اگر اللہ کے لفظ مین تاویل کرین یعنی یہ کہین کہ اُس سے مراد مستحق یا معبود برحق یا واجب ہے تو لازم آویگا لغو ہونا قیود کا لَوْ کَانَ فِیْہِمَآ اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا مین اور وہ قیود فِیْہِمَا اور جمع منکور غیر محصور اور اِلَّا اللّٰہ ہے اسواسطے کہ بصورت تاویل مذکور کے صرف اسقدر کافی ہے لَوْ کَانَ مَعَہٗ اِلٰہٌ لَفَسَدَتَا تو چاہیے کہ اسمین تامل کیا جاوے اور انصاف کیا جاوے اور تعصب اور تعسف کا خیال ترک کیا جاوے اور جس شخص کو منظور ہووے کہ اس اجمالی بیان کی تفصیل دریافت کرے اور یہ معلوم کرے جو کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی کامل تحقیق کیا ہے اور اُسکی دلیل کیا ہے تو چاہیے کہ ہمارا رسالہ کلمۃ الحق مطالعہ کرے فقط

رسالہ تالیف جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ رد مین مولوی عبدالرحمن صاحب لکھنوی کے رسالہ کے کہ اسکے قبل اس کتاب مین مرقوم ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قولہ بَلِ الْمَنْکُوْرُ مُشْتَرَکٌ لَفْظِیٌّ الخ یعنی بلکہ الٰہ کا لفظ کہ نکرہ ہے مشترک لفظی ہے الخ جاننا چاہیے کہ یہان اس لفظ مین یعنی الٰہ کے لفظ مین تین احتمال ہین اوّل احتمال یہ ہے کہ مشترک معنوی ہے یعنی لفظ الٰہ کا موضوع ہے واسطے ہر معبود کے خواہ واجب ہو خواہ ممکن برحق ہو خواہ باطل ہو اور یہی مختار ہے اکابر علماء کے نزدیک اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ الٰہ کا موضوع ہے واسطے ذات واجب تعالےٰ شانہ کے اور علم شخصی ہے پھر نقل کیا گیا ہے تعمیم کے ذریعہ سے طرف ہر معبود کے مانند حاتم اور رستم کے اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ الٰہ کا موضوع ہے واسطے ہر معبود کے پھر نقل کیا گیا ہے تخصیص کے ذریعہ سے طرف معبود حق جل شانہٗ کے مانند دابّہ کے کہ نقل کیا گیا ہے معنی مین چارپایہ کے اور ان دونون احتمال مین بھی لفظ الٰہ کا باعتبار اپنے مدلول کے مشترک معنوی ہے تو اگر اعتبار کیا جاوے نقل کا از روے وضع کے تو وضع ابتدائی نہین بلکہ وضع ثانی ہے اور اسی وجہ سے منطق کی کتابون مین ابتدا کی قید اشتراک لفظی مین مذکور ہے چنانچہ تہذیب مین لکھا ہے کہ اگر لفظ ہر معنے کے لیے ابتداءً وضع کیا گیا ہو تو وہ مشترک ہے تو جو شخص دعوے کرتا ہے کہ لفظ الٰہ کا مشترک لفظی ہے تو اُسپر لازم ہے کہ ارباب لغت کے قول سے ثابت کرے کہ یہ لفظ اپنے معنے کے لیے ابتداءً موضوع ہے اور حالانکہ ارباب لغت کا قول ہے کہ اشتراک لفظی خلاف اصل کے ہے اور علاوہ اسکے کہ اسمین یہ بھی نقص لازم آتا ہے کہ لفظ الٰہ کا نکرہ ہے اس صورت مین علم شخصی ہوگا اور علم پر الف اور لام داخل نہین ہوتا ہے مگر اُس حال مین کہ وہ علم الف اور لام کے ساتھ وضع کیا گیا ہو جیسے

الحسن اور العباس کا لفظ ہے اور حاصل کلام جسنے دعوے کیا ہے کہ یہ لفظ مشترک لفظی ہے تو اُسپر لازم ہے کہ اس بارے مین نص صریح ارباب لغت کا ثابت کرے قوله يُطلَقُ مَرَّةً عَلَى اللهِ سُبحَانَهٗ بِقَرِينَةٍ الخ یعنی لفظ الٰہ کا کبھی اطلاق کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ پر جب اُسکے لیے کوئی قرینہ ہووے الخ اس سے اشتراک لفظی ثابت نہین ہوتا ہے بلکہ منقولات عرفیہ بھی ایسے ہی ہین قوله وَلَا يُستَعمَلُ فِي كِلَا مَعنَيَيهِ اَصلًا بِلَا قَرِينَةٍ یعنی لفظ الٰہ کا ان دونون معنی مین کبھی بلا قرینہ کے استعمال نہین کیا جاتا ہے اگر اس سے مراد عموم مشترک ہے لفظ الٰہ کے دونون معنی مین تو اسمین علمار اصول مین باہم اختلاف ہے شافعیہ وغیرہ کے نزدیک یہ جائز ہے اور وہ لوگ عموم مشترک کے قائل ہین اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ لفظ الٰہ کا اپنے دونون معنے مین بلا قرینہ کے استعمال نہین کیا جاتا ہے تو باوجود اسکے کہ یہ اُس رسالہ کی عبارت کے خلاف ہے اشتراک لفظی پر نہین دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ یہ منقولات عرفیہ عامہ مین بھی جائز ہے قوله فَمَن يَدَّعِي فَعَلَيهِ البَيَانُ یعنی پس جو شخص دعوے کرے کہ الٰہ کا لفظ ان دونون معنے مین کبھی بلا قرینہ کے بھی استعمال کیا جاتا ہے تو اُسپر لازم ہے کہ ثابت کرے اگر اُس دعویٰ سے مراد اشتراک معنوی کا دعوےٰ ہے تو یہ لغت کی سب کتابونمین مذکور ہے چاہیے کہ لغت کی کتابون کا مطالعہ کیا جاوے اور عیان را چہ بیان اور یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ بیان کرنا اُسپر واجب ہوتا ہے جو اصل کے خلاف دعوے کرے تو جو شخص اشتراک لفظی کا دعوےٰ کرتا ہے اُسکا دعوےٰ خلاف اصل ہے اُسپر لازم ہے کہ یہ دعوےٰ ثابت کرے اور ایسا نہین کہ جو شخص اشتراک معنوی کا دعوےٰ کرے کہ وہی اصل ہے اُسپر لازم ہووے کہ یہ دعوےٰ ثابت کرے قوله وَلَا استِعمَالَ بِالقَرِينَةِ فِي كُلِّ دَلِيلٍ لِلاشتِرَاكِ اللَّفظِيِّ یعنی اور استعمال کیا جانا بصورت پائے جانے قرینہ کے ان دونون معنے مین دلیل اشتراک لفظی کی ہے اور یہ بیان کیا گیا کہ منقولات عرفیہ بھی ایسے ہی ہین بلکہ اصطلاحیات بھی اسیطرح کے

مین قولہ فالاطلاق المذکور علی اللہ سبحانہ الخ یعنی اطلاق ہونا لفظ الٰہ کا کہ نکرہ ہے
اللہ جل شانہ پر اللہ تعالیٰ کے قول سے تا بہ آخر جاننا چاہیے کہ اضافت اسم جنس کی
طرف کسی شی کے دلالت کرتی ہے اُس جنس کی تخصیص پر تو خصوص اضافت سے
مستفاد ہوتا ہے اور مضاف اپنے اصلی معنے پر باقی رہتا ہے جیسا غلام زید مین ہے
تو چونکہ مضاف ہوا ہے لفظ الٰہ کا اُس مقام مین مخاطب کیطرف اسوجہ سے اُس سے مفہوم
ہوتا ہے کہ لفظ الٰہ سے اس مقام مین مراد خاص ذات باری تعالیٰ کی ہے اور ایسا نہین
کہ لفظ الٰہ کا ابتداءً موضوع ہوا ہے واسطے باری تعالیٰ کے ورنہ لازم آویگا کہ رب اور
خالق اور معبود اور مقصود اور اسطرح کے اور جو الفاظ ہین کہ مضاف ہوتے ہین طرف
ضمیر متکلم اور مخاطب وغیرہ کے مشترکات لفظیہ سے ہین جیسے یہ قول ہے ربی وربک اللہ
اور واللہ خالق کل شیء اور اسطرح کا اور بھی قول ہے اور لیکن یہ جو قول ہے الٰہًا
واحدًا تو اسمین لفظ الٰہ کی نکارت باقی ہے یعنی نکرہ ہے اور حال واقع ہے اس قول سے
الٰھک والٰہ آبائک اور الٰہ کا وصف کہ واحد ہے اس مقام مین صرف اسواسطے ذکر
کیا گیا ہے کہ تا مضاف الیہ کے متعدد ہونے سے یہ وہم نہو کہ مضاف بھی متعدد ہے تو
اس سے کسطرح ثابت ہوتا ہے کہ لفظ الٰہ کا مستعمل ہے ذات مین حق تعالیٰ کے بطریق
اشتراک لفظی کے قولہ کذا فی قولہ سبحانہ وھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ
یعنی اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے وھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ
یعنی اور وہی اللہ وہ ہے کہ وہی آسمان مین بھی معبود ہے اور وہی زمین پر بھی معبود ہے
ظاہر ہے کہ لفظ الٰہ کا اس مقام مین مستعمل ہے معنے عام مین یعنی اُس سے مراد معبود ہے
اور الٰہ کا حمل جو معرف موصول پر ہے کہ اس قول مین ہے وھو الذی فی السماء الٰہ
یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ وہی آسمان مین بھی معبود ہے اور وہی زمین پر بھی
معبود ہے تو اس مقام مین لفظ الٰہ کا حمل معرف موصول پر صرف اسوجہ سے ہوا ہے کہ تا معلوم

ہووے کہ اگرچہ اللہ کے سوا دوسری چیزین بھی ہین کہ اُنکی عبادت یعنی اُنکی پرستش
کیجاتی ہے لیکن اُنکی پرستش صرف زمین پر کیجاتی ہے آسمان مین نہین تو تخصیص اس
مقام مین مستفاد ہوتی ہے صرف ضمیر سے کہ راجع ہے حق تعالیٰ کی طرف اور وہ ضمیر ہو کی
ہے اور موصول اور اُسکے صلہ سے اور ایسا نہین کہ تخصیص مستفاد ہوتی ہو لفظ الٰہ سے
ورنہ حمل لغو ہو جاویگا اور یہ کلام گویا بمنزلہ اس کلام کے ہو جاویگا فِی السَّمَاءِ هُوَ وَفِی الْاَرْضِ هُوَ
قولہ وَکَذَا فِی قَوْلِہٖ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ یعنی اور
یہی امر اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک مین بھی ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ
النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ یعنی کہیے ای محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہ پناہ مانگتا ہون اُسکی
درگاہ مین کہ لوگونکا پروردگار ہے اور لوگون کا بادشاہ یعنی مالک ہے اور لوگونکا معبود
ہے تقریر مندرجہ بالا سے واضح ہوا کہ تخصیص اسطرح کے اطلاق مین صرف اضافت
سے مستفاد ہوتی ہے نہ وضع خاص سے اور اگر اِلٰہِ النَّاسِ سے ثابت ہووے
کہ لفظ الٰہ کا موضوع ہے واسطے ذات حق تعالیٰ کے تو یہ ثابت ہوگا کہ لفظ رب کا بھی ایسا ہی
ہے اور لفظ ملک کا بھی ایسا ہی ہے تو چاہیے کہ معترض اسکا قائل ہووے کہ ان سب اسماء
مین اشتراک لفظی ہے قولہ وَاِطْلَاقُ الْمُنَکَّرِ عَلَی الْمَعْبُوْدِ الْمُمْکِنِ الخ یعنی اور لفظ الٰہ کا
نکرہ ہے معبود ممکن پر بھی اُسکا اطلاق کیا گیا ہے تقیید معبود کی ساتھ ممکن کے مفہوم مین
الٰہ کے کہ نکرہ ہے غیر مسلم ہے اگرچہ وہ فی الواقع ممکن ہووے اسواسطے کہ کبھی کوئی شے
فی الواقع موصوف ہوتی ہے کسی صفت کے ساتھ لیکن اُسکا لفظ اُس صفت پر نہین
دلالت کرتا ہے اگرچہ بلحاظ اُس مقام کی خصوصیت کے اور باعتبار دلیل کے وہ لفظ
اُس صفت پر دلالت کرتا ہو جیسے یہ قول ہے جَاءَنِیْ رَجُلٌ یعنی آیا میرے پاس ایک مرد تو
اس کلام کا جو مقام ہے اُسکے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رجل سے اس مقام مین خاص وہ شخص
مراد ہے کہ اُسمین آنے کی قدرت ہو یعنی وہ شخص مثلاً نہایت صغیر صبی نہین اور وہ شخص

ایسا ہو کہ اُسکے ہاتھ پانون شل ہو گئے ہون اور حرکت کرنے کے قابل نہو اور ایسا ہی اس
کلام کا قائل جب ہند مین ہوگا تو اس کلام کے مقام کے قرینہ سے مفہوم ہوگا کہ جو شخص آیا ہی
وہ رومی نہین اور نہ زنگی ہے تو یہ قائل یعنی معترض سمجھتا ہے کہ یہ دونون امر ایک ہین
یعنی قید کہ کسی کلام مین بنظر کسی دلیل کے معلوم ہوتا ہو یا اُس مقام کے قرینہ سے مفہوم
ہوتا ہو اور قید کہ لفظ کے مفہوم مین ہو یہ دونون ایک ہی امر ہین اور حالانکہ ایسا نہین تو اب
معلوم ہوا کہ اُسکا استشہاد کرنا امثلہ مذکورہ سے صحیح نہین قولہ فَالْمُرَادُ مِنَ الْمَنْكُوْرِ الخ
یعنی مراد لفظ اٰلہ سے کہ نکرہ مفرد ہے صنم ہے اور مراد لفظ اٰلہہ سے کہ نکرہ جمع ہے اصنام ہین یہ
مسلم ہے لیکن کلام اسمین ہے کہ لفظ اٰلہ کا کہ نکرہ ہے مفرد ہو خواہ جمع ہو اُس لفظ کا مدلول
کیا ہے اور اسمین کلام نہین کہ مراد اٰلہ کے لفظ سے بلحاظ اُسکے مقام کے قرینہ کے یا باعتبار
دلیل کے کیا ہے اور بہر حال یہ جو کلام پاک ہے وَلَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ اور اُس قائل نے
یعنی معترض نے اس کلام کو اُن امثلہ مین ذکر کیا ہے جو اُسکے نزدیک اس امر کی مثالین
ہین کہ لفظ اٰلہ کا کہ نکرہ ہے اُسمین واقع ہے تو یہ اُس قائل سے فاش غلطی ہوئی ہے اسواسطے
کہ اٰلِهَتَكُمْ مین اٰلہہ مضاف ہے ضمیر مخاطب کی طرف اور اضافت معرفہ کی طرف اقوی ہے
منجملہ اسباب تعریف کے تو کسطرح لفظ اٰلِهَہ کا اٰلِهَتَكُمْ مین نکرہ ہو سکتا ہے قولہ فَالْمَنْكُوْرُ الْجَمْعُ
هُوَ الْاَصْنَامُ یعنی لفظ اٰلہہ کا کہ جمع ہے اُس سے مراد اصنام ہین اسکی غلطی بھی ظاہر ہے
اسواسطے کہ لفظ اٰلِهَہ کا کہ اس قول مین ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ معرف ہے یعنی معرفہ ہے اسواسطے
کہ اُسپر لام عہد خارجی کا ہے تو وہ نکرہ کسطرح ہو سکتا ہے قولہ يَخْتَصُّ بِالظَّرْفِ وَشِبْهِهٖ
یعنی مقدر کرنا افعال عامہ کا کہ وجود اور امکان اور ثبوت اور کون ہے مختص ہے ساتھ ظرف
کے اور ساتھ اُسکے کہ مشابہ ظرف کے ہو یہ امر خبر مین لا کے کہ واسطے نفی جنس کے ہے غیر
مسلم ہے بلکہ لا ے نفی جنس کی خبر اکثر عام طور پر حذف کیجاتی ہی خواہ ظرف ہو خواہ مشابہ ظرف
کا ہو خواہ نہ ظرف ہو اور نہ مشابہ ظرف کا ہو چنانچہ صحیح حدیث مین وارد ہے اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ

لا خیرَ الّا خیرُ الآخرۃ یعنی نہین خیر ہے سوا اسکے کہ خیر البتہ آخرت کا خیر ہے اور بعضی روایات مین وارد ہے لا عیشَ الّا عیشُ الآخرۃ یعنی نہین زندگی ہے سوا اسکے کہ زندگی البتہ آخرت کی زندگی ہے اور ملا جامی علیہ الرحمۃ نے کافیہ کی شرح مین لکھا ہے ویُحذَفُ خبرُ لا ھذہ یحذف کثیرا اذا کان الخبر عاما کالموجود والحاصل لدلالۃ النفی علیہ نحو لا الٰہ الا اللّٰہ ای لا الٰہ موجودٌ الا اللّٰہ انتھٰی یعنی اور اکثر اس لا کی خبر حذف کیجاتی ہے جب خبر عام ہو جیسے لفظ وجود اور حاصل کا ہے اسواسطے کہ خود نفی اُس خبر عام پر دلالت کرتی ہے جیسے لا الٰہ الا اللّٰہ ہے یعنی نہین ہے کوئی معبود موجود سوا اللہ کے یعنی اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہین پایا جاتا ہے یہ مضمون شرح جامی کی عبارت مذکورہ کا ہے اور اس امر کی وجہ کہ یہ خبر کیون اکثر حذف کیجاتی ہے جب عام ہوتی ہے تو اسوجہ کی طرف ملا جامی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس قول مین اشارہ فرمایا ہے کہ وہ قول یہ ہے لدلالۃ النفی علیہ اسواسطے کہ جب یہ لا نفی جنس پر دلالت کرتا ہے اور نفی ماہیت کے ساتھ اس حیثیت سے کہ وہ ماہیت ماہیت ہے متعلق نہین ہوتی ہے خصوصاً اُن لوگون کے نزدیک کہ جعل مؤلف کے قائل ہین کہ یہی مذہب جمہور کا ہے بلکہ نفی صرف وجود کے ساتھ متعلق ہوتی ہے یا اُس چیز کے ساتھ متعلق ہوتی ہے کہ اُسکے ساتھ وجود کی تعبیر کیجاتی ہے جیسے کون اور حصول کا لفظ ہے قولہ وما یتوھم الخ یعنی اور یہ جو وہم کیا جاتا ہے کہ لفظ موجود کا مقدر ہے اس قول مین کہ لولا علیٌ لھلک عمرُ ہے تو یہ وہم صحیح نہین ظاہر ہے کہ فعل عام خارج نہین ہوجاتا ہے فعل عام ہونے سے کہ ظرف زمان یا ظرف مکان وغیرہ کے ساتھ مقید ہووے بلکہ نہایت امر یہ ہے کہ وہ فعل عام مطلق نہین رہتا ہے بلکہ مقید ہوجاتا ہے اور فعل خاص وہ ہے کہ اُسکا مدلول نوع خاص ہو انواع فعل سے جیسے قیام اور قعود اور اکل اور شرب اور نوم اور صلوۃ اور صوم ہے خواہ مطلق ہو خواہ مقید ہو ساتھ زمان یا مکان کے اور اس قائل نے یعنی معترض نے فرق نہ سمجھا ہے درمیان

عام اور مطلق کے اور درمیان خاص اور مقید کے تو اسکا یہ جو قول ہے بل لو کما علی
حاضیۃ الوقت یہ دلیل ہے اس امر کے لیے کہ اُنہنے قرار پکڑا اُس مقام مین کہ جہان سے
بھاگا اسواسطے کہ حضور بھی فعل عام ہے اُسی طرح کہ جیسے حصول اور کون فعل عام ہے
اگرچہ مقید ہو وقت معہود مین یا مکان معہود مین ساتھ عندی یا عند عمرؓ کے قولہ اذ لو کان
علیٌّ موجودًا فی بیتہٖ الخ اسواسطے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر موجود رہتے اپنے
مکان مین الخ اس قول سے صرف یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ لفظ حضور کا مقید ہو جاتا ہے
ساتھ زمان اور مکان کے اور یہ فائدہ حاصل نہین ہوتا ہے کہ حضور فعل خاص ہو جاتا ہے
اور حاصل کلام یہ کہ فعل عام کہ مثلاً وجود اور حضور اور حصول اور کون اور وقوع اور تحقیق ہے
بسبب تقیید کے فعل خاص نہین ہو جاتا ہے بلکہ فعل خاص اُسکو کہتے ہین کہ دلالت کرے
کسی خاص نوع کے فعل پر جیسے قیام اور قعود ہے البتہ اگر کہا جاوے کہ تقدیر اس عبارت
کی یہ ہے لولا علیٌّ قائمٌ او قاعدٌ او نائمٌ او اٰکلٌ او شاربٌ تو اس صورت مین
مقدر فعل خاص ہوگا قولہ ینظر فی الحذف الی القرینۃ وصحۃ المعنی فی الواقع
یعنی اسواسطے کہ بلیغ خبیر حذف کے بارے مین قرینہ کی طرف نظر کرتا ہے اور معنے کے
فی الواقع صحیح ہونے کا خیال کرتا ہے ضرورت قرینہ کی صرف اُس صورت مین ہوتی
کہ افعال خاصہ مقدر کیے جاتے اور جس صورت مین کہ افعال عامہ مقدر کیے جاوین تو ضرورت
قرینہ کی نہین اسواسطے کہ احتیاج کلمہ لا کی واسطے خبر کے کافی ہے اس امر کے باعث ہونے
کے لیے کہ خبر مقدر کیجاوے اور فعل عام کافی ہے کہ لا کی خبر ہووے تو اگر فعل خاص مقدر
کیا جاوے تو البتہ اُسوقت ضرورت قرینہ کی ہوگی قولہ لا مزاد علیہ یعنی اور اسکے
علاوہ اور کوئی امر زائد لفظ سے لا کے مفہوم نہین ہوتا ہے تقریر مندرجہ بالا سے معلوم ہوا
کہ خبر عام کا مقدر کرنا کافی ہے اس امر کے لیے کہ نفی صحیح ہو جاوے تو یہ ضرورت کہ نفی کے
لیے خبر ہونی چاہیے اس سے رفع ہو جاتی ہے کہ خبر عام مقدر کیجاوے اور ضرورت دوسرے

قرینہ کی کہ نفی کے علاوہ ہو صرف اُس صورت مین ہوتی ہے کہ فعل خاص مقدر کیا جاوے
نہ اُس صورت مین کہ فعل عام مقدر کیا جاوے اسواسطے کہ نفی کا مفہوم صادق ہوجاتا
ہے فعل عام کے مقدر کرنے سے قولہ لَیْسَ مَدْلُوْلًا مُطَابِقِیًّا لَھَا الخ یعنی عام ہونا
یا خاص ہونا خبر منفی کا نہ مدلول مطابقی ہے لفظ لا کا اور نہ جزو معنے ہے اُسکا تقریر
مندرجۂ بالا سے معلوم ہوا کہ نفی دلالت کرتی ہے منفی پر بطور دلالت التزامی کہ جیسے
ضرب دلالت کرتا ہے اسپر کہ کوئی مضروب ہوگا اور جیسے فقہا نے کہا ہے کہ اگر کسی نے کہا
اَعْتِقْ عَبْدَکَ عَنِّیْ یعنی آزاد کردے تو میری طرف سے اپنا غلام تو یہ قول التزاماً اسپر دلالت
کریگا کہ اس قول کے قائل نے مالک کردیا اس قول کے مخاطب کو اُس غلام کا البتہ
چونکہ نفی متعلق نہین ہوتی ہے مگر وجود کے ساتھ یا شبہ وجود کے ساتھ اور ایسا نہین
کہ نفی ذات کے ساتھ متعلق ہوتی ہو تو اسوجہ سے یہ امر قرار پایا کہ وجود یا شبہ وجود کا مقدر
کیا جاوے تا کلام صحیح ہووے تو مقدر کرنا وجود یا شبہ وجود کا کہ افعال عام سے ہین
صراحتہً بیان ہے اُس مدلول التزامی کا قولہ نَعَمْ لَوْ وُضِعَتْ کَلِمَۃُ لَا الخ یعنی البتہ
اگر کلمہ لا کا وضع کیا گیا ہوتا واسطے نفی وجود کے تو بلا قرینہ عموم منفی پر دلالت کرتا ظاہر ہے
کہ کلمہ لا کا موضوع ہے واسطے نفی کے تو نفی مَّا لازم ہے اُسکے لیے یعنی اُسکے لیے لازم
ہے کہ جب وہ مذکور ہو تو کسی چیز کی نفی اُسکے ذریعہ سے کیجاوے اور مقدر کرنے سے وہ
چیز منفی متعین ہوجاتی ہے جیسے کلمہ ضَرَبْتُ کا دلالت کرتا ہے التزاماً مضروب ما پر
یعنے کلمہ ضربت کا جب استعمال کیا جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مضروب ہے اور
مثلاً جب زید ذکر کیا جاوے اور کہا جاوے ضَرَبْتُ زَیْدًا تو وہ مدلول التزامی متعین ہوجاویگا
اور اگر مطلقاً اُس مدلول التزامی کو ذکر کرین تو صرف اُسکا بیان ہوگا وہ متعین نہوگا
جیسے کہین ضَرَبْتُ مَضْرُوْبًا اور اَکَلْتُ مَاکُوْلًا اور شَرِبْتُ مَشْرُوْبًا البتہ اگر مقدر خاص
ہو تو اُس صورت مین مدلول التزامی متعین ہوجاویگا تو اُسوقت قرینہ کی ضرورت ہوگی

قوله اذ لو کان فی کلمة لا دلالة علی النفی الخ یعنی اسواسطے کہ اگر یہ صحیح کہا جاوے
کہ کلمہ لا کا دلالت کرتا ہے منفی پر الخ تقریر متذکرہ بالا سے معلوم ہوا کہ مدلول التزامی اکثر صراحتہً
عرب کے کلام مین مذکور ہوتا ہے اور صرف دلالت التزامی پر اکتفا نہین کیا جاتا ہے
تو اسکا ذکر لغو نہوگا بلکہ اسکے ذکر سے تصریح ہوگی اس امر کی کہ التزاماً معلوم ہوا خصوصاً جب
اسکے ذکر سے مقصود ہو کہ نفی مین جو احتمالات ہین انھین سے کوئی ایک احتمال متعین ہو جاوے
اور اس مقام مین ایسا ہی ہے اسواسطے کہ نفی متعلق ہوتی ہے ذات کی ساتھ اُن لوگونکے
نزدیک کہ قائل ہین جعل بسیط کے تو کلمہ لا کا کہ نفی جنس کے لیے ہے مبہم ہوا اسواسطے
کہ اسمین احتمال ہے کہ نفی ذات کے لیے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسکے ذریعہ سے نفی وجود
کا کیا گیا ہو ذات سے تو جب فعل عام مقدر کیا جاویگا تو یہ متعین ہو جاویگا کہ اسکے
ذریعہ سے نفی وجود کا یا نفی شبہ وجود کا کیا گیا ہے ذات سے اور کبھی اس غرض سے فعل عام
ذکر کیا جاتا ہے کہ تا عام فعل معلوم ہووے جیسے یہی غرض اکلتُ مأکولاً کے کہنے سے
بھی معلوم ہوتی ہے یا یہ غرض ہوتی ہے کہ خاص فعل مخاطب پر مخفی ہے اور حاصل کلام یہ کہ
یہ دلیل اگر کافی ہو یہ ثابت کرنے کے لیے کہ فعل عام کا مقدر کرنا لغو ہے تو اس سے لازم آویگا
کہ مفعول مطلق کا ذکر کرنا بعد ذکر کرنے فعل کے محض لغو ہے جیسے ضربتُ ضرباً اور اسطرح کا اور
کلام ہے اور حالانکہ ایسا کلام فصحاء کے کلام مین واقع ہے بلکہ ایسا کلام فصحاء کا خالق
کے کلام مین بھی واقع ہے قوله لا خیرَ خیرانِ خیرُک وخیرُ غیرِک الّا خیرُک یعنی
نہین خیر ہے دو خیر خیر تیرا اور خیر غیر کا مگر خیر تیرا ظاہر ہے کہ یہ قول لا خیرک اسوقت
مجموعہ جملہ کا ہوگا یعنی مجموعہ اسم اور خبر کا ہوگا تو اسکے معنی یہ ہونگے کہ نہین ہے خیر کہ دو خیر ہو خیر تیرا
اور خیر غیر کا مگر خیر تیرا یعنی تیرا خیر دو خیر ہے تیرا خیر اور غیر کا خیر اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ حرف
استثنا کے قبل حکم یہ ہے کہ تعدد خیر کی نفی ہے تو مستثنی مین اسکے خلاف حکم ہوگا یعنی یہی
یہ حکم ہوگا کہ تعدد خیر کا ثابت ہے اور یہ معنی خبط ہین اسکا فاسد ہونا ظاہر ہے اور اس صورت

مین معنی لا طیر الا طیرک کے یہ ہونگے کہ تیرا طیر دو طیر مین تیرا طیر ہے اور غیر کا طیر ہے اور ایسا ہی یہ جو
قول ہے لا فتی رجلان علی وغیرہ الا علی اسکے معنے یہ ہونگے کہ حضرت علی دو رجل مین حضرت
علی اور ایک دوسرا شخص کہ آپ کے سوا ہے اور ایسا ہی اس مثال کے معنے بھی کہے
جاوینگے جو اس مثال کے بعد ہے ذو الفقار دو سیف مین ایک ذو الفقار ہے اور دوسری
سیف اسکے سوا ہے اور یہ معنی اسکے نزدیک ہونگے جو اس امر کا قائل ہے کہ جو حکم مستثنے
منہ مین ہوتا ہے اسکے خلاف حکم مستثنے مین ہوتا ہے اور یہی مذہب راجح ہے لیکن جو اس
امر کا قائل ہے کہ مستثنے مین کچھ حکم نہین ہوتا ہے تو اسکے نزدیک معنی لا خیر الا خیرک کے یہ ہونگے
کہ مین ساکت ہون حکم کرنے سے تیرے خیر کے بارے مین تعدد یا وحدت کا اور ایسے
ہی معنے اسکے بعد کی مثالون مین بھی ہونگے اور یہ معنے بھی فاسد ہین قولہ ولا الٰہ غیر اللہ
الا اللہ یعنی اور نہین ہے کوئی معبود سوا اللہ کے مگر اللہ تو الا اللہ استثنا ہوگا حکم سابق سے
یعنی نفی غیریت سے تو الا اللہ کے معنے یہ ہونگے کہ اللہ سوا اللہ کے ہے اور یہی معنے اسکے
بھی ہونگے جو اسکے بعد ہے اور اس معنے کا بطلان اور فساد ظاہر ہے اسواسطے کہ کسی چیز کا
سوا اپنی ذوات کے ہونا بداہۃً باطل ہے اسکا بطلان طفل صغیر پر بھی ظاہر ہے قولہ سبحانہ
لا الٰہ الا اللہ یعنی نہین ہے کوئی معبود سوا اللہ کے کیا وجہ ہے کہ معترض نے اس مقام مین اسطرح
لفظ مقدر نہ کیا کہ جیسے لا خیر الا خیرک مین مقدر کیا ہے باوجودیکہ دونون جملہ کی ایک
ہی ترکیب ہے تو صحیح یہ ہے کہ یہ قصر افراد ہے اسواسطے کہ مشرکین اللہ کے معبود ہونے کی
نفی نہین کرتے تھے بلکہ انکا دعوے یہ تھا کہ وہ شرکت کے قائل تھے قولہ ہو التعدد اللفظی الخ
یعنی وہ تعدد لفظی ہے الخ اس قول مین خلل یہ ہے کہ مقدر کرنے سے باللہ وبغیرہ کے
معنے فاسد ہوجاتی ہین اسواسطے کہ حکم مستثنے کا خلاف ہوتا ہے اس حکم کے کہ مستثنے منہ مین
ہوتا ہے تو اس صورت مین معنے یہ ہونگے لا حول ولا قوۃ الا باللہ وبغیرہ الا باللہ تو اس معنی کے
اعتبار سے لازم آتا ہے کہ اللہ نہ الٰہ ہو اور نہ غیر الٰہ کا ہو جیسے یہ قول ہے لا رجل الا الرجل

وَغَیْرَہٗ اور ظاہر ہے کہ یہ معنی فاسد ہین قولہٗ فَقَلِیْلٌ یعنی لا کے خبر ذکر کرنا بدون مستثنے
مفرغ اور ظرف اور شبہ ظرف کے قلیل ہے تو جب کہ ذکر کرنا خبر کا قلیل ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ اکثر
خبر حذف کیجاتی ہے تو اس سے ہمپر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا ہے کہ ہم اسمین کلام کرتے ہین
قولہٗ وَمَنْ یَدَّعِی الْجَوَازَ الخ یعنی اور جسکو جواز کا دعوے ہو تو چاہیے کہ فصحا کے اقوال سے
کوئی قول دکھلاوے کہ نہ ظرف ہو اور نہ شبہ ظرف ہو اور اسمین موجود یا ممکن کا لفظ مقدر ہووے
عرب مین مشہور مثل ہے لَا هَمَّ اِلَّا هَمُّ الدَّیْنِ وَلَا وَجَعَ اِلَّا وَجَعُ الْعَیْنِ یعنی نہین ہے کوئی رنج
سوا رنج دین کے اور نہین ہے کوئی درد سوا درد آنکھ کے تو مقدر اس مثل مین لفظ موجود کا
ہے اور وجود کی نفی سے مراد کمال کی نفی ہے تو عرب وغیرہ کے کلام مین یہ امر متعارف طور پر
پایا گیا تو اگر یہ قائل یعنی معترض کہے کہ ہم موجود کا لفظ مقدر نہین کرتے ہین بلکہ کہتے ہین
کہ کامل کا لفظ یا اس معنے کا کوئی دوسرا لفظ مقدر ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جائز نہین
کہ فعل خاص بلا قرینہ کے مقدر کیا جاوے اور باوجود اسکے یہ نقص لازم آویگا کہ مبالغہ کہ
ایسے کلام مین مقصود ہوتا ہے حاصل نہو گا سوا اسکے کہ موجود یا اس معنی کا کوئی دوسرا لفظ
مقدر کیا جاوے اور افعال خاصہ کے مقدر کرنے سے مبالغہ حاصل نہو گا قولہٗ فَهُوَ مَجَازٌ
لَابُدَّ مِنَ الْقَرِیْنَةِ عَلَیْهِ یعنی تو یہ مجاز ہے اسکے لیے قرینہ کی ضرورت ہے قرینہ اس مقام مین
یہ ہے کہ اس سے یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے مقصود یہ ہے کہ معبود برحق کی توحید کا اعتقاد ثابت
ہووے اور کسی دوسرے امر کا اعتقاد ثابت ہونا اس سے مقصود نہین اور اسیوجہ سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم معبود برحق کی توحید ثابت ہونے کے بارہ مین صرف
اسپر اکتفا فرماتے تھے کہ اس کلمہ کا کوئی شخص اقرار کرلے اور کسی دوسرے امر کے بارہ مین توحید
ثابت ہونے کی غرض سے اسکا اعتقاد دریافت نہ فرماتے تھے اور الٰہ کے معنے مستحق اور
مؤثر اور معبود برحق اگرچہ باعتبار لغت کے معنے مجازی ہین لیکن یہ معنی شرع مین اس کلمہ
کی حقیقت اصطلاحیہ ہے جیسے صلوۃ اور صوم اور زکوۃ اور نکاح اور طلاق وغیرہ کا لفظ ہے

قولہ بلکہ بہ صراحۃ لا الٰہ غیرک یعنی ایسا ہی اگر یہ کہا جاوے کہ الٰہ سے مراد
مستحق ہے یا اسکے مانند کوئی دوسرا امر ہے تو اسکی تردید اس قول سے ہوتی ہے
لا الٰہ غیرک اس تردید کا وہم اسوقت ہوتا ہے جب لفظ الٰہ کا لا الٰہ غیرک مین ہی مطلق
ہووے لیکن جب وہ مقید ہو کسی صفت یا کسی حال کے ساتھ جیسا اس قول مین ہے لا الٰہ حقا غیرک
تو ہرگز اس تردید کا وہم نہوگا اور وصف کے مقدر ہونے کے لیے قرینہ اکثر آیات ہین مثلاً
اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے یعبدون من دون اللہ یعنی کفار پرستش کرتے ہین وہ دوسرے
کی کہ وہ اللہ نہین ہے اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے لا تسجدوا للشمس ولا للقمر
یعنی سجدہ نہ کرو آفتاب اور ماہتاب کو اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہے ان الذین
اتخذوا العجل یعنی تحقیق کہ جن لوگون نے گوسالہ کو اختیار کیا اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام
پاک ہے اجعل لنا الٰہا کما لہم اٰلہۃ یعنی بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ قرار دیجیے
ہمارے لیے معبود جیسے انکے لیے یعنی کفار کے لیے معبود ہین اور اسطرح کا اور بھی قول
ہے قولہ لو ردبدل لا الٰہ الا اللہ غیر بالٰہ یعنی اور ایسا ہی اگر اللہ تعالیٰ کی
یہ مراد ہوتی کہ الٰہ کہ نکرہ ہے اسکے معنی مستحق ہین تو لا الٰہ الا اللہ کے مقام مین لا غیر بالٰہ
ہوتا یعنی نہین ہے کوئی دوسرا کہ مستحق ہو معبود ہونے کا یا اسطرح کی کسی دوسری صفت کے
قابل ہو لا الٰہ الا اللہ کے بدلے مین لا غیر بالٰہ اس صورت مین ہو سکتا تھا کہ جب لا غیر
بالٰہ سے ثابت ہوتا کہ معبود برحق اللہ ہے جیسے یہ امر لا الٰہ الا اللہ سے ثابت ہوتا ہے
اسواسطے کہ لا الٰہ الا اللہ سے ثابت ہوتا ہے کہ معبود برحق اللہ ہے اور اسکے سوا کوئی دوسرا
معبود برحق نہین بخلاف اس قول کے کہ لا غیر بالٰہ ہے اسواسطے کہ اس سے صرف
یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا جو چیزین ہین منجملہ انکے کوئی معبود برحق نہین لیکن اس سے
یہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ اللہ معبود برحق ہے اور حالانکہ مقصود اصلی یہی ہے تو لا الٰہ الا اللہ
کے بدلے مین لا غیر بالٰہ کسطرح ہو سکتا ہے قولہ وردد ما لکم من غیر الٰہ الخ یعنی

اور السا ہی وارد ہوتا مَا لَکُمْ مِّنْ غَیْرِہٖ اِلٰہٌ بدلے مین مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ کے
قائل کے اس کلام مین خلل ہے اور اسکی دو وجہین ہین اول وجہ یہ ہے کہ کلمہ من استغراقیہ
کا صرف نکرہ پر نفی مین زیادہ کیا جاتا ہے تا اُس استغراق کی تاکید ہو کہ نکرہ سے مفہوم ہوتا ہے
اور غیرہٖ مین غیر کا لفظ معرفہ ہے اسواسطے کہ ضمیر کی طرف مضاف ہے تو جائز نہین کہ اسپر
من کا کلمہ زیادہ کیا جاوے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی عبادت مین تاکید ہو جاوے جب کوئی پیغمبر کہے یَا قَوْمِ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ یعنی
اے میری قوم کوئی معبود برحق نہین سوا اللہ کے تو ایسے مقام مین مناسب ہے کہ پہلے
غیر کے معبود برحق ہونے کی نفی کیجاوے اور پھر ثابت کیا جاوے کہ معبود برحق ہونا منحصر ہے
ذات مین حق تعالیٰ کے یعنی صرف اُسی کی ذات معبود برحق ہے اور اگر یہ کہا جاتا مَا لَکُمْ مِّنْ
غَیْرِ اللّٰہِ تو یہ معلوم ہوتا کہ اس کلام سے مقصود بالذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی دوسرا
معبود برحق ہونے کے قابل نہین یعنی کوئی دوسرا مستحق نہین کہ اُسکی عبادت کیجاوے
اور یہ نہین معلوم ہوتا کہ مقصود بالذات یہ ہے کہ صرف حق تعالیٰ اس امر کے لیے مستحق ہے
کہ اُسکی عبادت کیجاوے اور اگرچہ مآل دونون صورتون کا ایک ہی ہے لیکن رعایت
سیاق کلام کی بلغا کے نزدیک لازم ہے قولہٗ فِیْہِ نَفْیُ الْغَیْرِیَّۃِ عَنِ الْاٰلِہَۃِ الْکَثِیْرَۃِ
یعنی اور اسمین نفی غیریت کی ہے آلہہ کثیرہ سے لفظ غیر کا حدیث مین واقع ہے بعد لَا اِلٰہَ
اور غیرہٗ کی خبر مقدر ہے اور وہ خبر یہ ہے مُسْتَحِقٌّ لِّلْعِبَادَۃِ تو تقدیر عبارت کی یہ ہوئی
لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ مُسْتَحِقٌّ لِّلْعِبَادَۃِ اور غرض اس کلام سے یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا
مستحق نہین کہ اُسکی عبادت کیجاوے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ مستحق ہے کہ اُسکی عبادت
کیجاوے اور اگر کہا جاوے کہ لفظ غیر کا استثنا کے لیے ہے تو یہ ترکیب مثل اُس ترکیب کے
ہوگی کہ وہ عرب کے قول مین ہے کہ وہ اوپر مذکور ہوا ہے اور وہ قول یہی لَا ھَمَّ اِلَّا ھَمُّ الدَّیْنِ
یعنی کوئی رنج نہین سوا رنج دین کے اور اس سے مراد کمال کی نفی ہے یعنی جسقدر دین کا رنج

کامل ہوتا ہے یعنی اُس سے نہایت رنج ہوتا ہے ایسا کوئی دوسرا رنج نہیں قولہ وجہ التکذیب
ان الآیۃ المذکورۃ الخ یعنی اور وجہ تکذیب کی یعنی وجہ تردید کی یہ ہے کہ آیت مذکورہ دلیل
ہے لا الٰہ الا اللہ کی الخ آیت مذکورہ یعنی لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا دلیل ہے
اس آیت کی کہ آیت مذکورہ کے قبل بلا فصل واقع ہوا ام اتخذوا آلہۃ من الارض ہم ینشرون
یعنی کیا مقرر کیے ہین انھون نے یعنی کفار نے معبود زمین سے کہ وہ مُردونکو زندہ کرتے ہون
اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا نہ اُسکے قبل مذکور ہے اور نہ اُسکے بعد اس کلمہ کا ذکر ہے تو قائل نے
یعنی معترض نے جو آیت مذکورہ کو دلیل اس کلمہ کی قرار دی ہے تو اسکی وجہ یہ ہوئی ہے
کہ اُسنے سیاق اور سباق کلام مین غور نہ کیا تو مقصود اس استدلال سے یہ ہے کہ اُن لوگوں کا
گمان باطل ہوجاوے کہ وہ قائل ہین اس امر کے کہ آسمان اور زمین مین چند مدبر یعنی تدبیر
کرنیوالے ہین اسواسطے کہ جب ایک شہر مین چند رئیس ہوتے ہین تو معمول ہے کہ ضرور وہان
فساد ہوتا ہے البتہ اُس صورت مین فساد نہین ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کا تابع ہووے
اور اس صورت مین وہ لوگ مستقل طور پر رئیس نہونگے اور اس بنا پر اُسکا باقی کلام بھی
مخدوش قرار پایا اسواسطے کہ قائل کے باقی کلام کی بھی بنا اسی پر ہے کہ یہ آیت کلمہ لا الٰہ الا اللہ
پر دلالت کرتی ہے اور حالانکہ فی الواقع یہ صحیح نہین اور معنی تدبر اور تصرف کے مستفاد ہوتے ہین
فی کے لفظ سے کہ آیت مذکورہ مین ہے اسواسطے کہ لغت کی اصطلاح سے ثابت ہوتا ہے
کہ مثلاً جب کہتے ہین لیس فی البلد امیر یعنی شہر مین امیر نہین یا کہتے ہین کہ فلان حاکم فی بلدۃ
کذا یعنی فلان شخص حاکم ہے فلان شہر مین تو ایسے مقام مین فی کے لفظ سے معنی تدبر اور
تصرف کے مفہوم ہوتے ہین قولہ والمقصود منہ نفی مغایرۃ الآلہۃ الممکنۃ الموجودۃ الخ
یعنی اور مقصود اُس سے نفی مغایرت آلہہ ممکنہ موجودہ کی ہے اس قول مین یہ خدشہ
ہوتا ہے کہ اگر یہ مقصود ہووے تو اس دلیل پر نقض وارد ہوگا اسواسطے کہ فساد مین ہونے
کی صورت مین بھی واقع ہوتا ہے جیسا تقابل سے امرا اور ملوک کے مشاہدہ ہوتا ہے باوجود

سورۃ الانبیا

اسکے کہ قائل کے گمان مین یہ لوگ اللہ تعالی سے مغایر نہین بلکہ قائل کے نزدیک یہ لوگ
عین اللہ تعالی ہین نعوذ باللہ من ذلک تو بھیر فساد کی وجہ کیا ہے اور اگر عین ہونا مخصوص
ہو صرف اصنام کے بارے مین اور اصنام کے سوا کسی دوسرے مین مثلا جن اور انس
وغیرہ کے بارے مین یہ حکم نہو تو ظاہر ہے کہ اس تخصیص کی کوئی وجہ نہین قولہ لوجود
الالہۃ الممکنۃ المعبودۃ یعنی بسبب پائے جانے آلہہ کے کہ ممکن ہین اور انکی پرستش
کیجاتی ہے اس قول سے نہ دلیل مین کچھ نقص لازم آتا ہے اور نہ مدلول مین کچھ خدشہ
ہوتا ہے جب الہ سے کہ نکرہ ہے مراد وہ ہو کہ مستحق عبادت کا ہی یا اس سے مراد معبود برحق
ہو یا واجب ہو اسواسطے کہ یہ آلہہ متعددہ کہ ممکن ہین فی الواقع یہ نہ واجب ہین اور نہ مستحق
عبادت کے ہین اور نہ معبود برحق ہین تو اس صورت مین مطلوب اور اسکی دلیل مین
کذب کسطرح لازم آویگا قولہ نحن مرالتمانع بین الممکن و الواجب یعنی اسواسطے کہ ممکن
اور واجب تعالی مین تمانع نہین اس قول مین یہ خدشہ ہوتا ہی کہ انتفاء تمانع کا ان
لوگون کے نزدیک ثابت ہی جو اسکے قائل ہین کہ موثر ہونا اور مدبر ہونا منحصر ہے ذات
مین باری تعالی کے لیکن جو لوگ اس امر کے قائل ہین کہ چند مدبر اور موثر ہین خواہ
واجب ہو وین خواہ ممکن ہون تو انکے نزدیک تمانع کا انتفا ثابت نہو گا اور مقصود ان
لوگون کو الزام دینا ہے جو انحصار کی نفی کرتے ہین اور ان لوگونکو الزام دینا مقصود نہین
جو انحصار کے معتقد ہین تو ان قیود کا لغو ہونا لازم نہین آتا ہے قولہ یکفی علی التاویل
المذکور یعنی بصورت تاویل مذکور کے صرف اسقدر کافی ہی لو کان معہ الہ لفسدتا کا
یہ تاویل اسکے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالی کے سوا اور کسی مین قیود مذکورہ کے ہونے کا
قائل نہین بلکہ اور سب سے قیود مذکورہ کی نفی کرتا ہے لیکن مشرکین اس امر کے قائل نہین
کہ اللہ تعالی کے سوا اور سب سے قیود مذکورہ کی نفی ثابت ہے بلکہ اللہ تعالی کے سوا
دوسرے کی تاثیر اور تدبیر کے قائل ہین خصوصا جو کفار یزدان و اہرمن کے قائل ہین

وہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے خلق اور تقدیر کے بھی قائل ہین قولہ لو کان فیہما آلہۃ الا
اللہ لفسدتا یعنی اگر ہوتا ساتھ اللہ کے دوسرا خدا تو آسمان اور زمین مین فساد لازم آتا
ہم تسلیم کرتے ہین کہ اس سے شرک کی نفی ہو جاتی ہے لیکن اُسکے نزدیک شرک کی نفی ہوتی
ہے کہ وہ قائل ہو اسکا کہ اللہ کے ساتھ ایک دوسرا خدا ہے جیسے وہ لوگ ہین کہ یزدان اور
اہرمن کے قائل ہین اور لیکن تحقیق یہ ہے کہ مفرد اور جمع اس مقام مین دونون برابر
ہین اسواسطے کہ آلہہ کا لفظ نکرہ ہے اور نکرہ عام ہوتا ہے تو اسکی نفی سے مفرد اور جمع
دونونکی نفی ہو جاتی ہے لیکن اکثر اہل شرک اس امر کے قائل ہین کہ آلہہ متعدد ہین اور
وہ سب مدبر اور موثر ہین آسمان اور عناصر مین تو اسوجہ سے اللہ تعالیٰ نے جمع کا لفظ
ارشاد فرمایا تا انکا مذہب صراحۃً باطل ہو جاوے اور جب جمع کے ابطلان کی دلیل قائم ہوئی
تو ادنے تامل اس امر کے لیے کافی ہے کہ وہی دلیل مفرد مین بھی جاری کیجاوے تم الکتاب
واللہ اعلم بالصواب الحمد للہ کہ یہ کتاب یعنی سرود عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی غرہ محرم الحرام ۱۳۲۲
کو حق تعالیٰ کی توفیق سے انجام کو پہونچی اور یہ ترجمہ فقیر محمد عبد الواحد نولوی غازیپوری
مولف تحفۃ الاتقیاء فی فضائل سید الانبیاء نے لکھا ہے اور یہ ترجمہ حسب ارشاد ہمہ فیض
سراپا کرم جناب فیضمآب مولوی حاجی محمد سعید صاحب کانپوری عم فیضہ کے لکھا گیا ہے اور
اسکا حق تالیف بھی بحق حاجی صاحب موصوف بذریعہ رجسٹری محفوظ ہے امید کہ جو صاحب
یہ کتاب ملاحظہ فرماوین مترجم اور جناب ممدوح کو دعائے خیر سے یاد فرماوین اللہ جل شانہ یہ
کتاب قبول فرماوے۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللہِ وَھُوَ حَسْبِی وَنِعْمَ الْوَکِیل صلی اللہ
تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ
اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمام شد

خاتمة الطبع

لائق حمد و ستائش وہی مخترع اکوان ہے جسنے ایک لفظ کن سے تمام کائنات کو کتم عدم سے عرصۂ وجود میں ہویدا کیا اور جملہ مخلوقات میں سے انسان ضعیف البنیان کو خلعت خاص و لقد کرمنا بنی آدم سے مخلع فرمایا اور قلوب مومنین و موقنین کو انوار عرفان سے منور و روشن کیا - اور سزاوار صفت و ثنا اسکا برحق رسول ہے جسنے اپنے کلام معجز نظام سے تمامی موجودات کو مسخر فرمایا اور حلال کو حرام سے تمیز کر دکھایا - اور قابل منقبت و محامد اُس مقدس رسول کے اصحاب کبار و آل اطہار و مجتہدین ابرار ہین جنھون نے ظلمات کفر و نفاق کا نام دنیا سے مٹایا رحمت خدا نازل ہو اُس پاک رسول اور اسکے اصحاب اخیار و اہلبیت اطہار پر اما بعد زمان میمنت اقتران مین در شاہوار گنجینہ معانی ظاہری و باطنی گوہر تابدار کنز مضامین صوری و معنوی یعنی کتاب لاجواب سرور عزیزی ترجمہ اردو فتاوے عزیزی مولفہ عالم نبیل فاضل جلیل جناب مولانا مولوی محمد عبد الواجد صاحب مولوی غازیپوری حسب ارشاد و فیض بنیاد جناب حاجی عبد القیوم صاحب تاجر کتب کلکتہ قریب مدرسہ عالیہ نمبر ۱ باہتمام راجی رحمت رب رشید حاجی قمر الدین غفرلہ اللہ الحمید باہ ربیع الاول ۱۳۳۲ سنہ ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۱۴ سنہ ع مطبع قیومی واقع کانپور محلہ پٹکاپور مین طبع ہو کر ہدیۂ شائقین با تمکین ہوا ناظرین رسالۂ ہذا سے استدعا ہے کہ اسکے مترجم اور محرک اور مہتمم و مصحح کو دعاے خیر سے یاد فرمائین -

ضروری التماس

معزز ناظرین مطبع قیومی کی ایمانداری دیانت داری اور راستبازی کیوجہ سے اپنے خریدار دنکو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور عام خریداران دیار و امصار جیسی کچھ اسکی عزت افزائی فرماتے ہین وہ اس کی خوش قسمتی کی بات ہے ایک نتیجہ ہے مطبع قیومی کی مجموعی حیثیت اور ساکھ کے لحاظ سے یہ مشہور ہے کہ جسقدر خاص کفایت اور متفرق خریدارونکو جسقدر رعایت سے مال دیا جاتا ہے اسکا صحیح اندازہ وہی لوگ کرسکتے ہین جنکو ایکبار بھی مطبع سے مال منگانیکا موقع ملا ہے مندرجۂ ذیل امور کی اہتمام کے ساتھ پابندی اور لحاظ کی وجہ سے جیسی کچھ روز افزون ترقی اس کارخانے کو ہوئی ہے وہ معزز ناظرین پر مخفی نہین۔

(۱) اس مطبع مین تقریباً تمام ہندوستان کی مطبوعہ علم دین کی عربی فارسی اردو کتابونکا ذخیرہ اور [illegible] موجود رہتا ہے۔

(۲) حتی الامکان کتابین عمدہ چھاپے اور اچھے کاغذ کی چھپی ہوئی فراہم کیجاتی ہین۔

(۳) جو کتاب عمدہ طبع ہی نہین ہوئی یا چھپکر کمیاب ہوگئی ہو وہ بدرجۂ مجبوری خراب چھپائی اور خراب کاغذ کی روانہ کیجاتی ہے اور جو صاحب لکھدیتے ہین انکو خراب کتاب نہین روانہ کیجاتی ہے۔

(۴) تاجران کتب (بیوپاریون) کے ساتھ وہ رعایات کیجاتی ہین اور جس نرخ سے انکو مال روانہ کیاجاتا ہے اس سے کم نرخ پر غالباً اور تاجر سے کبھی نہ مل سکیگا۔

(۵) مدارس اسلامیہ و طالبان علم کے ساتھ خصوصی رعایتین کیجاتی ہین اسکا اندازہ مال منگانے پر ہو سکتا ہے

(۶) متفرق خریداران کو خاص نرخ سے مال روانہ کیاجاتا ہے۔

(۷) تاجر (بیوپاریون) مدارس اسلامی طالبان علم اور متفرق خریدار معزز صاحبون کے لیئے کچھ ایسی رعایتین ہین کہ بحیثیت مجموعی ہمارا دعوی ہے کہ انشاء اللہ ہر جگہ سے کفایت پڑیگی اور اس پر عمدگی مال کا نفع الگ ہے۔

(۸) ہمکو امید ہے کہ اگر آپکو کسی کتاب کی ضرورت ہو تو کچھ کے لیئے اس قدیم کتب خانہ کلکتہ کی مطبع قیومی کو یاد فرمائیے اور ایک مرتبہ معمولی سی فرمایش بھیجکر کارخانے کی دیانت راستبازی۔ کفایت۔ رعایت۔ عمدگی مال وغیرہ وغیرہ کا اندازہ ضرور فرمائیے۔

الملتمس عبدالقیوم تاجر کتب مطبع قیومی تاجر کتب کلکتہ قریب اسٹریٹ نمبر ۱۶